کارگل کرائسس
KARGIL CRISIS
طارق اسمٰعیل ساگر

عرض مصنف

کارگل ہماری ملی تاریخ کا وہ اعصاب شکن ڈرامہ ہے جس پر شاید اگلے کئی سال تک بحث جاری رہے گی۔

ایک طویل اور تھکا دینے والی صورتحال سے دوچار پاکستانی قوم کو بظاہر یہی دکھائی دے رہا تھا کہ جلد یا بدیر مجاہدین کارگل سے سری نگر کی طرف اپنا سفر آغاز کریں گے اور پھر پچاس سال سے جاری ان کی جدوجہد اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے گی۔

لوگ پرامید تھے۔

ہر روز کسی نئی اور اچھی خبر کے منتظر تھے

لیکن ---- سب کچھ ان کی توقعات کے برعکس ہوا۔

وہ مجاہدین صف شکن جنہیں بھارتیوں کی چھ لاکھ فوج، ایئر فورس کے طیارے، بوفورس کی بڑی بڑی توپیں، گن شپ ہیلی کاپٹر شکست نہ دے سکے وہ ڈپلومیسی کے

6 مئی 99ء کی شام---

بھارتی فوج کی ایک پٹرولنگ پارٹی دراس سیکٹر میں گشت کر رہی تھی جب انہوں نے ''کھوکھر ننگ'' کی پہاڑی پر دس مجاہدین کو مورچہ بند پایا۔ یہ گشتی پارٹی مجاہدین کی نظروں میں آ گئی تھی جس کے تین جوان موقعہ پر مارے گئے اور دو شدید زخمی ہوئے۔ جو فوجی جان بچا کر واپس پہنچے ان کی رپورٹس کو پہلے تو بھارتی ہیڈ کوارٹر نے ناقابل اعتبار جانا کیونکہ اس علاقے میں مجاہدین کی موجودگی ان کے نزدیک ناممکنات میں سے تھے۔

لیکن----

9 اور 12 مئی کے دوران بھارتیوں کی مختلف گشتی پارٹیوں نے بٹالک اور کارگل سیکٹر میں مجاہدین کی موجودگی کی خبر دی اور اسی خبر نے عملاً بھارتیوں کے ہوش اڑا دیئے۔

13 مئی کو دراس کے شمال میں مجاہدین نے اچانک حملہ کر کے بھارتیوں کی ایک اہم پوسٹ چھین لی اور فوج کی مدد کو آنے والے ایک گن شپ ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا۔

15 مئی کو مجاہدین نے ''مشکوہ'' میں ایسا ہی ایکشن کر کے بھارتیوں کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ کارگل، دراس اور بٹالک کے محاذوں پر مجاہدین نے بلند ترین چوٹیوں پر قبضہ کر کے جہاں پوری دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا وہیں پاکستان کے دوست اور دشمن بھی

ایک بار پھر کھل کر میدان میں آ گئے۔ بھارت کا اس صورت حال پر سیخ پا ہونا تو سمجھ میں آنے والی بات تھی ...... مجاہدین کی فتح سے امریکہ کو کیا تکلیف اور پریشانی ہوئی اور اس نے اچانک کیوں پھڑ پھڑانا شروع کر دیا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی امریکہ دنیا میں انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار بنتا ہے، وہ جمہوریت کا بھی سب سے بڑا چمپئین ہے، لیکن دنیا میں جہاں بھی اس کی انسانی ہمدردی اور جمہوریت نوازی سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچنے کا امکان ہو، وہاں اس کے اصول بدل جاتے ہیں۔ عالمی سیاست میں امریکہ کے اس دورخے پن کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

کارگل کے محاذ پر مجاہدین کی فتح کی خبر باہر آئی تو امریکہ کو اس خطہ کے مستقبل کی تشویش لاحق ہو گئی اور پاکستان کو یہ نصیحت کی جانے لگی کہ وہ دراندازوں کو واپس بلائے۔ جب پاکستان کی طرف سے یہ حقیقت پسندانہ موقف پیش کیا گیا کہ کارگل کی چوٹیوں پر قبضہ کرنے والے درانداز نہیں بلکہ جنگ آزادی لڑنے والے وہ مجاہد ہیں جو گزشتہ دس سال سے بھارت کے خلاف برسرپیکار ہیں اور بھارت کے انسانیت سوز مظالم کے خلاف جہاد کر رہے ہیں اور مجاہدین پر پاکستان کا کوئی براہ راست کنٹرول نہیں۔ اس کے بعد امریکہ کی طرف سے یہ موقف سامنے آیا کہ اگر بھارت نے پاکستان کے خلاف جارحیت کی تو امریکہ حمایت کی حمایت نہیں کرے گا...... امریکہ کا خیال تھا کہ اس طرح کی دھمکیوں یا اپنا دست شفقت، اٹھا لینے سے پاکستانی گھبرا جائیں گے اور امریکہ سے التجائیں کرنے لگیں گے کہ صاحب بہادر ایسا نہ کیجئے گا۔ پاکستان پر ان دھمکیوں کا کوئی اثر نہ ہوا تو امریکہ کی تشویش میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا کہ کہیں پاکستان اس کے اثر ورسوخ سے نکلتا تو نہیں جا رہا۔ اس دوران میں پاکستان کے وزیر خارجہ بھارت جانے سے قبل چین چلے گئے اور چینی حکام کے ساتھ علاقائی صورت حال پر تبادلہ خیال کے بعد دہلی گئے۔ پاکستانی وزیر خارجہ کا اچانک چین چلے جانا

امریکیوں کے لئے غیر متوقع تھا، اس سے امریکی دفتر خارجہ میں کھلبلی مچ گئی اور امریکی دفتر خارجہ کے اعلیٰ عہدیداران پاکستان و بھارت کے دورے پر نکل کھڑے ہوئے لیکن امریکی سفارتکار بھی پاکستان کو اس کے اصولی موقف سے دستبردار نہ کر سکے۔ وزیر خارجہ نے بھی دہلی مذاکرات میں اصولی موقف اپنایا اور بھارت کو دو ٹوک الفاظ میں بتا دیا کہ مجاہدین پر ہمارا کوئی اثر و رسوخ نہیں۔ بھارت کو چاہئے کہ وہ کشمیریوں پر ظلم بند کرے، وہاں سے اپنی افواج نکالے اور کشمیریوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا موقع فراہم کرے۔

جب بات بھارت کے ہاتھ سے نکلتی دکھائی دی تو امریکی صدر نے پہلے تو پاکستان کو دھمکی آمیز بیانات کے ذریعے رام کرنے کی کوشش کی اور پھر امریکی سنٹرل کمانڈ کے کمانڈر انچیف جنرل انتھونی زنی کو پاکستان بھیج دیا تاکہ پاکستان کو دو ٹوک الفاظ میں بتا دیا جائے کہ کارگل سے نہ نکلنے کی صورت میں اسے کیا قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ جنرل زنی وزیر اعظم نواز شریف سے ملاقات کا پروگرام لے کر آئے تھے اور انہیں براہ راست صدر کلنٹن کی دھمکیاں پہنچانا چاہتے تھے۔ امریکی سنٹرل کمانڈ سے جنرل زین پاکستان کیوں تشریف لائے جبکہ ہم نے نہ سیاچن پر ہندوستانی قبضہ پر نہ نیلم وادی پر مستقبل گولہ باری کو اتنا طول دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس کا بھید ہندوستان کے آئندہ الیکشن سے ملتا ہے۔ مہاشہ جی نے یہ سوچا ہوگا کہ الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے کا تیر بہ ہدف نسخہ یہ ہے کہ چند سو کشمیری مجاہدین کو نکال دیا جائے تو وہ سورما بن کر الیکشن جیت لیں گے۔ اس کیلئے ایک ڈرامہ رچانا ضروری ہے اور ڈرامہ بھی ایسا کہ یہ بہت بڑا معرکہ لگے، جسے مہاشہ جی نے جیتا ہے۔ اس سے ہر جگہ بی جے پی کی "جے جے کار" ہوگی۔ لہٰذا ہوائی فوج کو حملے کا حکم دے دیا۔ خیال تھا کہ چند دن میں چندر گپت موریہ کا دھار لے کر آپریشن وجے کا سورما بن جائیں گے۔ بدقسمتی یہ چند سو "گھس بیٹھیے" اپنی جگہ پر جمے

رہے۔ مہاشے جی کو اپنی سینا کے جوان لڑائی میں جھونکنے پڑے۔ بہر حال چونکہ مہاشے کو الیکشن جیتنا تھا تو انہیں ہندوستانی سپاہیوں کو جنگ کی بھٹی میں اپنے مقصد کیلئے جھونکنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ہندوستانی فوج کی وہ بے عزتی ہو رہی تھی لگتا تھا کہ ہندوستانی ہاتھی کی سونڈ میں کشمیری مجاہدین گھس گئے ہیں اور محض بی جے پی کے الیکشن کی سیاست کے لئے بی جے پی کو کالی ماتا کے ماتھے پر بھارتی سپاہیوں کے خون کا ٹیکا لگانا ضروری ہو گیا اور ہندوستان پاکستان پر جنگ کے بادل چھا گئے اور نیوکلیئر جنگ کا ہندوستان نے خدشہ مول لے لیا تو یہ محض بی جے پی کی الیکشن میں جیت کی ہوس تھی۔ ہندوستانی عوام، ہندوستانی سپاہی ان کی جانیں، مستقبل، خوشحال بی جے پی کی سیاست کے یرغمالی ہوئے۔ بالکل ایسے ہی جیسے کلنٹن نے مونیکا لونیسکی سے اپنے جنسی سکینڈل پر سے توجہ ہٹانے کے لئے عراق پر دوسری مرتبہ حملے کئے تھے۔ واجپائی نے الیکشن جیتنے کے لئے کارگل پر جنگ شروع کر دی۔ ماہرین کا عام خیال یہ ہے کہ ہندوستان کیلئے کارگل یا کشمیر میں جنگی فتح پانا اگر ناممکن نہیں تو بے انتہا مشکل ضرور ہے۔ ہندوستانی فوج کا مورال گرا ہوا ہے۔ ان کے پائلٹ دوسری ہوائی افواج کے مقابلے میں بہت زیادہ حادثات کا شکار ہوتے ہیں۔ افسروں کی کمی ہے۔ کارگل میں بے انتہا شرمناک شکست ہو رہی ہے۔ ہندوستانی سپاہی میں اس جذبے کا فقدان ہے، جس سے انسان اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ کشمیری مزاحمت نے اسے غاصب ہونے کا احساس دیا ہے۔ اس کے برعکس کشمیری مجاہدین میں ایک بامقصد حب الوطنی کی جنگ لڑنے کا جذبہ ہے۔ دونوں میں یہ بہت بڑا فرق ہے۔ ہندوستان کی فوج دنیا کی تیسری سب سے بڑی فوج ہے اور ڈیڑھ ماہ سے چند سو مجاہدین نے اسے ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ اس فوج کی بی جے پی نے وہ ہتک کروائی ہے کہ اس کی سینا میں احساس کمتری پیدا ہو گیا ہے۔ نواز شریف اندرونی سیاست میں تو

کچھ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن بیرونی سیاست میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتے اوراس پر قائم رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ دودھاری پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔ نواز شریف کا واجپائی کو آفر یہ کہ اگر کارگل جیسے پھوڑوں سے بچنا چاہتے ہو تو بھرپور اعلاج ضروری ہے۔ ورنہ ایسا ہی پھوڑا کہیں اور نکل آئے گا۔ ابھی اس قدم کو لینے کیلئے وقت باقی ہے۔ کشیدگی محض حدود پر ہے۔ جنگ چھڑی نہیں ہے۔ یہ پاکستان کی فراخدلی تھی کہ ہندوستانی وزیرخارجہ کے پاکستان وزیرخارجہ سے اجڈ اور بے ہنگم برتاؤ کے باوجود نواز شریف نے بھارت سے کشمیر پر مذاکرات کی پیشکش کی۔ مذاکرات محض مذاکرات کیلئے بے معنی ہیں اور یہ حد درجہ کی غلطی ہو گی کہ اسے پاکستان کی کمزوری سمجھا جائے۔

واجپائی نے کہا کہ ''اگر پاکستان نے امرتسر اڑایا تو ہمارے پاس بہت سے امرتسر ہیں۔ لیکن پاکستان کے پاس محض ایک لاہور ہے۔'' پاکستان کیوں امرتسر پر نیوکلیئر بم مارے گا۔ گولڈن ٹیمپل کو اڑانا، اندرا گاندھی کا کام تھا اور اب یہ اس کے جانشینوں کا ہو سکتا تھا، ہندوستان اور پاکستان کے پاس دور مار میزائل ہیں اب وہ بہت اہم اور دور کے مقامات پر بھی تباہی مچا سکتے ہیں۔ امید ہی کی جاسکتی ہے کہ واجپائی ایسی کوئی غلطی نہیں کریں گے کہ نیوکلیئر تباہی مچے۔ نواز شریف نے ہندوستانی اشتعال انگیزی کا جواب بہت تحمل سے دیا۔

بہتر تو یہی ہو گا کہ ہندوستان جنگ کا راستہ ترک کرے۔ اس خطے میں پائیدار امن کشمیر کا تصفیہ کرنے کے بعد قائم کرے اور اس علاقے میں اقتصادی ترقی کی طرف قدم اٹھائے۔

اس وقت کی صورتحال پر امریکی اپروچ غلط اور آگ پر تیل ڈالنے کا کام کر رہی تھی۔ امریکہ چاہتا تھا کہ پاکستان ہندوستانی فوج کا چھوٹا ٹھیکیدار بن کر مجاہدین کو کارگل سے نکلوائے۔ ہندوستان کی فوج تعداد میں دنیا کی تیسری بڑی فوج ہے، جو کام وہ ڈیڑھ

ماہ کرنے میں ناکام رہی، اسے کرنے میں وہ پاکستان سے مدد مانگ رہی تھی اور پھر شاید ہندوستان یہ بھی چاہتا کہ وہ کشمیریوں کا قلع قمع کر دے۔ کیونکہ بالفرض مجاہدین کارگل سے نکل بھی گئے تو کیا وہ جذبہ انتقام میں کارگل سے زیادہ سخت قدم نہیں اٹھائیں گے؟ کیا کشمیریوں کی انسانی فطرت بدل گئی ہے؟

امریکہ کا اصل مقصد یہ تھا کہ پاکستان کو نیوکلیئر طاقت ہونے کے باوجود ہندوستان کی بالادستی قبول کروانے پر مجبور کرے۔ اسے بالکل یہ گوارا نہیں کہ اس خطے میں جہاں وہ ہندوستانی، اسرائیلی اور امریکی طاقت کا مثلث قائم کرنا چاہتا ہے، ایک مسلمان نیوکلیئر طاقت ہندوستان سے برابری قائم کرے۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ اس وقت امریکہ ہندوستان کا حلیف ہو گیا۔ امریکہ کو معاملہ دور بینی عقل اور معاملہ فہمی سے سلجھانے میں مدد دینی چاہیئے۔ اس آگ پر تیل نہیں چھڑکنا چاہئے تھا پاکستان پر سنٹرل کمانڈ کا ایسا استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے تھا جیسے کہ نیٹو نے بلقان میں کیا۔ وہاں میلوسووچ بدنام اور ظالم تھا۔ یہاں پاکستان اور نواز شریف مظلوم کے ساتھ تھے۔ کیا وجہ ہے کہ مغرب اور امریکہ کو 4 لاکھ مشرقی تیمور کے عوام کی آزادی محبوب ہے، ان کے انسانی حقوق پیارے ہیں لیکن ایک کروڑ کشمیریوں پر جو ظلم و تشدد بھی ہو جائے اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ صرف اس لئے کہ مشرقی تیمور کے لوگ عیسائی ہیں اور کشمیری مسلمان ہیں۔

امریکی جنرل اور بی جے پی کا بڑا ''تال میل'' تھا۔ سنٹرل کمانڈ مسلمانوں کے قلب میں تیر کی طرح موجود ہے۔ اس کا کام ہر مسلمان تحریک اور آزادی کو دبانا ہے۔ ایران، عراق، اسلامی قوم پرست اور اسامہ بن لادن ان کے اہداف ہیں۔ مجاہدین کے نام سے سنٹرل کمانڈ کو ایک خاص ''قلبی لگاؤ'' ہے۔ کشمیر میں مجاہدین کی کامیابی سے ان پر جو کیفیت طاری ہوتی ہو گی، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ مہابشے اور سنٹرل کمانڈ

دونوں کا ردعمل مجاہدین سے یکساں ہے۔ لیکن سنٹرل کمانڈ کو پاکستان کی اہمیت بہرحال سمجھنی ہو گی کہ جہاں یہ واقع ہے وہ سب مسلمانوں کا علاقہ ہے۔

○

جنرل زینی کا دورہ ناکام رہا---

ان کی کوئی بات، دھمکی، دھونس پاکستان نے نہیں مانی اور اس مرتبہ پہلی بار یہ بھی ہوا کہ بقول ڈائریکٹر جنرل آئی ایس پی آر بریگیڈیئر راشد قریشی کہ امریکی جرنیل زینی پاکستان کو کچھ سمجھانے تو آئے تھے لیکن وہ بھی بہت کچھ سمجھ کر واپس گئے ہیں۔

اس پس منظر میں پاکستانی وزیراعظم میاں نواز شریف کا دورہ چین بھی ایک اہم کردار ادا کرتا دکھائی دیتا ہے۔ وزیراعظم نے چین کا دورہ کیا تو اس کا مقصد اپنے اس عظیم ہمسائے اور دوست کو صورتحال سے آگاہ کرنا اور شاید ان غلط فہمیوں کا ازالہ بھی تھا جن میں چین کو بھارتی دفتر خارجہ ایک سازش کے تحت مبتلا کرنے پر تلا ہوا تھا---

اس دوران پاکستانی عوام کو جو بھی خبریں ملیں وہ پاکستانی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ سے ملی تھیں اور انہی کی مدد سے پاکستانی کوئی رائے قائم کر رہے تھے جب اچانک 6 جولائی کو وزیراعظم امریکہ تشریف لے گئے۔ ان کا یہ دورہ بڑا متنازعہ اور حساس نوعیت کا تھا۔

اب تک وزیراعظم نے پارلیمنٹ یا قوم کو اس مسئلے پر اعتماد میں نہیں لیا تھا۔

امریکہ سے واپسی پر انہوں نے بالآخر پارلیمانی گروپ، کابینہ اور وفاقی کمیٹی سے مذاکرات کے بعد گیارہ مئی کو قوم سے خطاب کیا۔ اس خطاب کا مکمل متن ملاحظہ کریں۔

عزیز ہم وطنو!

السلام علیکم!

گزشتہ ڈیڑھ ماہ کے دوران ہم سب کو جس اضطراب سے گزرنا پڑا اور جن حالات

کا سامنا کرنا پڑا، اس کا بہت سارے لوگوں کو علم نہیں ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان معاملات میں جس طرح بگاڑ پیدا ہوا، اور ایک بڑی جنگ کا خطرہ جس طرح سر پر منڈلانے لگا وہ کوئی راز نہیں ہے۔ بے شک کشمیری مجاہدین نے قربانی اور کامرانی کی ایک نئی تاریخ رقم کی لیکن سفارتی محاذ پر ایسی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں جن کے اثرات کو سنوارنا اور سنبھالنا آسان نہیں تھا۔

عزیز بھائیو اور بہنو!

پاکستان اللہ کے فضل و کرم سے ریت کی دیوار یا مٹی کا گھروندا نہیں ہے، ہم ہر جارحیت کا مقابلہ کرنے اور اس کا منہ توڑ جواب دینے کی اللہ کے فضل سے صلاحیت رکھتے ہیں۔ جنگ مسلط کر دی جائے تو پھر ضرب حیدری حملہ آور کا مقدر ہو گی لیکن ہم جنگ کی تمنا نہیں کرتے اور اس کی دعا بھی نہیں مانگتے کہ دو ایٹمی طاقتوں کی جنگ میں کسی فاتح کو تلاش نہیں کیا جا سکتا۔

میری سوچی سمجھی اور پختہ رائے ہے کہ پاکستان اور بھارت جنگ کے ذریعہ اپنے مسائل میں اضافہ تو کر سکتے ہیں، کسی مسئلہ کو حل نہیں کر سکتے۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ پرامن ذرائع سے حل ہونا چاہئے۔ میں ہزار سال تک جنگ لڑنے کا دعویٰ کرنے والوں سے بھی واقف ہوں اور ان کے عزائم سے بھی۔ وہ قوم کو خفت اور ندامت کے علاوہ کچھ دے کر نہیں گئے۔ گزرے ہوئے حادثات پر گہری نگاہ رکھنے اور تاریخ کی ایک ایک کروٹ کا گہرا جائزہ لینے کی وجہ ہی سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اپنے عظیم تر قومی مقاصد حاصل کرنے کے لئے پاکستان کو معاشی طور پر ایک عظیم طاقت بنانا اور خود کفالت کی منزل تک پہنچانا ہماری ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے۔

فروری میں اعلان لاہور کے بعد پاکستان اور بھارت کے عوام ہی نہیں، بین الاقوامی برادری بھی یہ امید کرنے لگی تھی کہ طویل ترین کشیدگی کا ریکارڈ رکھنے والے

یہ دونوں ملک اب امن کی راہ پر چل نکلیں گے، خاص طور پر وزیراعظم واجپائی نے
مینار پاکستان پر جاکر جن خیالات کا اظہار کیا، وہ اچھے تھے اور ان سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ
ماضی کی تلخیوں اور رویوں کو دفن کر کے تعلقات کے نئے دور کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔
میں نے بھی اس کا خیر مقدم کیا۔ ابھی ہم اعلان لاہور کے تحت مذاکرات کی تیاریاں کر
رہے تھے کہ بھارت میں لوک سبھا ٹوٹ گئی اور انتخابات کا اعلان ہو گیا۔ دوسری طرف
آزادی کشمیر کی جدوجہد، جس میں پچھلے گیارہ سال سے مسلسل شدت آ رہی ہے۔
مزید تیز ہو گئی اور مجاہدین کارگل کی پہاڑیوں پر پہنچ گئے۔ وزیراعظم واجپائی نے مجھے
ٹیلیفون کر کے صورتحال پر تشویش ظاہر کی، میں نے دونوں ملکوں کے علاقائی
کمانڈروں کے درمیان ملاقات کی تجویز پیش کی اور ان سے کہا کہ ہمیں یہ معاملہ
روایت کے مطابق مقامی سطح پر حل کر لینا چاہئے تاکہ جنگ کی آگ بھڑک کر پھیل نہ
جائے۔ انہوں نے میری اس بات سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز دونوں طرف کے
کمانڈروں میں ملاقات ہو گئی مگر اس ملاقات کے اگلے ہی روز بھارت کی طرف سے
اچانک توپیں چلنا شروع ہو گئیں اور بھارتی فضائیہ کے طیاروں نے مجاہدین کے
ٹھکانوں پر بمباری شروع کر دی۔ میرے لئے یہ حملے غیر متوقع تھے۔ یہ درست ہے
کہ مجاہدین کارگل کی چوٹیوں پر موجود تھے لیکن یہ ان کی طویل جنگ آزادی کا تسلسل
تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ درگاہ حضرت بل مقبوضہ کشمیر کے اندر واقع ہے جس کے
چاروں طرف بھارتی افواج موجود ہیں۔ وہاں تو پاکستان مجاہدین کے لئے کچھ نہیں
کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اس درگاہ پر قبضہ کیا جو کافی دنوں تک برقرار رہا
اور منصوبہ کے مطابق مجاہدین مسئلہ کشمیر کو دنیا کے سامنے اجاگر کر کے یہ قبضہ چھوڑ
گئے تھے۔ کارگل پر مجاہدین کا قبضہ بھی اسی طرح کی حکمت عملی کے تحت کیا گیا ہو اور
مجاہدین دنیا کی توجہ اپنی جدوجہد کی طرف مبذول کرانے کے بعد کارگل کی پہاڑیاں

چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ اگر ہم کوشش کرتے تو میرا خیال ہے یہ معاملہ پرامن طریقہ
سے حل ہو سکتا تھا لیکن بھارت نے مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ حل کرنے کی کوششیں
شروع ہونے سے پہلے ہی جنگ کی آگ بھڑکا دی اور پورے بھارت میں جنگی جنون پیدا
کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کے باوجود ہم نے ٹھنڈے دل و دماغ سے کام لیا۔ ہم
نے اپنے ملک میں کسی طرح کا جنگی جنون پیدا نہیں ہونے دیا اور یہ کوشش جاری رکھی
کہ باہمی رابطے نہ ٹوٹیں۔ کارگل کے واقعات شروع ہونے سے لے کر اب تک میری
وزیراعظم واجپائی سے کئی مرتبہ ٹیلیفون پر بات ہو چکی ہے۔ میں نے اپنے وزیر خارجہ
کو بھی ان کے پاس لیکن ان کا دورہ بے نتیجہ رہا۔ اس صورتحال میں یہ الزام بالکل بے
بنیاد ہے کہ ہم نے کسی کی پیٹھ میں چھرا گھونپا۔ میری یہ مسلسل کوشش رہی ہے کہ
دونوں ملکوں کے عوام کو ایٹمی جنگ سے بچایا جائے۔ ایسی جنگ وہی شروع کر سکتا ہے،
جو اجتماعی خودکشی کا ارادہ رکھتا ہو مگر میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میرا اندازہ ہے واجپائی
صاحب بھی ایسا ارادہ نہیں رکھتے مگر بھارت کے طرز عمل سے یوں لگ رہا تھا کہ وہ
تیزی کے ساتھ جنگ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کارگل کے محاذ پر بھارت کی بری اور
فضائی قوت کو جتنی بڑی تعداد میں استعمال کیا گیا، وہ ایک بڑی جنگ کی سطح پر تھا۔ لائن
آف کنٹرول سے بھی پاکستانی علاقوں پر گولہ باری شروع کر دی گئی جس کا نشانہ ہمارے
بے گناہ شہری اور لائن آف کنٹرول کے اس طرف دفاعی ذمہ داریاں انجام دینے
والے فوجی بنے۔ بھارت نے پاکستان کی سرحدوں پر بھی اپنی افواج کی تعداد جنگی سطح
تک پہنچا دی اور اپنی پوری بحری طاقت سمندری حدود کے پاس لے آیا۔ ایٹمی میزائلوں
کا رخ ہماری جانب کر دیا گیا۔ فضائیہ کو حملوں کے لئے تیار رہنے کا حکم دیدیا گیا۔ میں
پاک افواج کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس اچانک خطرے سے نمٹنے کی
تیاری، حیرت انگیز مستعدی اور تیز رفتاری کے ساتھ کی۔ میں ان تمام شہریوں کو، جو

ہے جو انشاء اللہ کشمیر کی آزادی کی طرف جائے گا اور وہ موقع ہے دو طرفہ مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کشمیر حل کرنے کی کوششیں اور ان کوششوں کی کامیابی کے لئے بین الاقوامی طاقتوں کی طرف سے بھرپور توجہ اور دلچسپی اور دباؤ۔

میرے عزیز ہم وطنو!

ہم نے ڈپلومیسی کو ایک اور موقع دینے، ایک بار پھر آزمانے کا جو فیصلہ کیا ہے، وہ کسی جلد بازی یا عجلت پسندی کا نتیجہ نہیں، نہ ہی یہ اقدام کسی گھبراہٹ یا دباؤ میں کیا گیا ہے۔ کسی دانا کا قول ہے۔ جنگ شروع کرنے کے لئے جس جرأت کی ضرورت ہے، جنگ سے نکلنے کے لئے اس سے زیادہ جرأت درکار ہوتی ہے۔

کشمیریوں کی بھرپور جدوجہد آزادی بہت سالوں سے نہ صرف جاری ہے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس طاقت میں اضافہ ہوتا آرہا ہے۔ کارگل کا واقعہ اسی جدوجہد آزادی کا حصہ ہے۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی ہم نے اپنے دوستوں کے ساتھ مشاورت شروع کردی تھی۔ جیسے جیسے جنگ کے بادل گہرے ہو رہے تھے، ہم باہمی مشاورت کے عمل کو تیز کرتے گئے۔ ہم نے بھارتی حکومت کے ساتھ بھی اپنے رابطے ختم نہیں کئے۔ میں ہر طاقت اور ہر شخص کو پاکستان کے حق میں استعمال کرنے میں مصروف رہا۔ صدر کلنٹن سے بھی میرا رابطہ قائم تھا۔ ان کے نمائندے پاکستان آئے تو ہم نے ان پر واضح کیا کہ کارگل کی برف پر بھڑکتے ہوئے شعلے بجھانے سے اصل مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ جس طرح زمین کی تہہ میں بننے والا لاوا جب تک ابلتا رہتا ہے اپنے اخراج کے راستے ڈھونڈ لیتا ہے۔ کشمیری عوام کا جذبہ آزادی بھی اسی لاوے کی طرح ہے۔

آج ہم کارگل کے آتش فشاں کو ٹھنڈا کریں گے تو یہ لاوا کہیں اور پھوٹ پڑے گا۔ آتش فشانوں کے دہانے لاوے کے ٹھنڈا ہونے تک بند نہیں ہوتے اور کشمیری عوام کو حق خودارادیت ملنے تک ایک کے بعد دوسرا کارگل سامنے آسکتا ہے۔ اسے نہ

ہم روک سکتے ہیں۔ اسے صرف اور صرف انصاف روک سکتا ہے اور کشمیری عوام کے ساتھ کئے گئے وعدوں کی تکمیل روک سکتی ہے۔ میں یہی موقف لے کر امریکہ گیا تھا۔ مجھے۔ خوشی ہے صدر کلنٹن نے تسلیم کیا کہ جب تک کشمیر کا بنیادی تنازع حل نہیں ہوتا برصغیر پر جنگ کے خطرات منڈلاتے رہے ہیں۔ یہ تھا وہ پس منظر جس میں مشترکہ اعلان تیار کیا گیا۔ اس میں واضح طور پر کہا گیا کہ لائن آف کنٹرول پر حالات معمول پر آتے ہی پاکستان اور بھارت کے مابین کشمیر سمیت تمام تنازعات کے حل کیلئے دوطرفہ مذاکرات شروع کئے جائیں اور صدر کلنٹن نے یہ یقین دلایا کہ وہ ان دوطرفہ مذاکرات کی بحالی اور کشمیر سمیت تمام تنازعات کو حل کرنے کے عمل کی نہ صرف حوصلہ افزائی کریں گے بلکہ ذاتی دلچسپی لیں گے کہ ان کوششوں میں شدت پیدا ہو۔ امریکہ جیسی عالمی طاقت کے سربراہ کی واضح یقین دہانی کوئی معمولی بات نہیں۔ عالمی برادری خصوصاً صدر کلنٹن کے غیر مبہم وعدے کے بعد یہ واضح ہوگیا تھا کہ اب دنیا مسئلہ کشمیر کی اہمیت اور نزاکت کا احساس کر کے اس کی طرف پوری توجہ دے گی۔ لہٰذا ہم نے مجاہدین سے اپیل کی کہ وہ کارگل کی پہاڑیوں سے اتر آئیں اور اب ڈپلومیسی اور مذاکرات کو موقع دیں تاکہ جس مشن کو آگے بڑھانے کیلئے انہوں نے قربانیاں دی ہیں اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ مجاہدین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہماری اپیل منظور کی، ہر جنگ آخرکار اپنے نتائج کو مذاکرات میں ہونے والے فیصلوں کی طرف منتقل کرتی ہے۔ لہٰذا ہم نے بھی یہی لائحہ عمل اختیار کیا ہے مجھے یقین ہے کہ حق اور انصاف کو ان شاء اللہ بالادستی حاصل ہوگی۔

میرے عزیز ہم وطنو!

صحیح قیادت وہ ہوتی ہے جس کی نظر حکومت اور اقتدار پر نہیں وطن کی سلامتی اور عوام کی فلاح و بہبود پر ہو۔ اگر اسے وطن اور عوام کے تحفظ کی خاطر اپنی مقبولیت اور

اقتدار داؤ پر لگانا پڑے تو وہ ایک لمحہ سوچے بغیر ایسا کر گزرے۔ آپ کو یاد ہو گا جب میں پہلی مرتبہ وزیراعظم بنا تو خلیج کی جنگ سر پر کھڑی تھی۔ کویت پر قبضہ ہو چکا تھا اور اتحادی فوجیں عراق پر حملے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ اس وقت پاکستان میں کئی پارٹیوں، لیڈروں حتیٰ کہ بعض اعلیٰ سرکاری عہدیداروں نے سستی شہرت کیلئے پاکستانی عوام کے جذبات کو ابھار کر اشتعال انگیز فضا پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اصل حقائق کو عوام کی نظروں سے اوجھل کر کے ان لوگوں نے اپنی سیاست کی دکانیں چمکائیں، جلوس نکالے جا رہے تھے اور صرف زندہ باد کے نعرے سننے کیلئے ملک و قوم کے مفاد کو داؤ پر لگایا جا رہا تھا۔ آپ جانتے ہیں اچھی طرح، اگر میں حالات کی رو میں بہہ جاتا تو اسی طرح کے جذباتی نعرے لگا کر عوام کو گمراہ کرنے لگتا۔ میں تو نعرے لگوا لیتا مگر بعد میں میری طون اور میرے عوام پر کیا گزرتی؟ جو لوگ اپنی سیاست چمکانے، عوام کے جذبات بھڑکانے اور اقتدار کیلئے سازشوں کا راستہ اختیار کرتے ہیں وہی اپنے ملکوں اور اپنی قوموں کو تباہی و بربادی کی طرف دھکیلتے ہیں۔

میں نے جو فیصلہ بھی کیا اپنے وطن اور اپنے عوام کے مفادات کے تحفظ کی خاطر کیا۔ خلیج کی جنگ میں بھی میں نے اقتدار کی پرواہ کئے بغیر وہ فیصلے کئے جو اس وقت عوام کے بھڑکے ہوئے جذبات کے خلاف تھے۔ نتائج آپ کے سامنے ہیں۔ اگر آپ کا ایمان پختہ ہے تو پھر کسی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر آپ کو وہی فیصلے کرنے چاہئیں جنہیں آپ جائز، درست اور برحق سمجھتے ہوں۔

برادران وطن!

میں یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ طاقت کے بل پر کشمیریوں کے جذبہ آزادی کو کچلا نہیں جاسکتا، وہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ آزادی ان کا بنیادی حق ہے جب تک وہ اپنا یہ حق حاصل نہیں کر لیتے پاکستانی عوام ثابت قدمی

کے ساتھ ان کے شانہ بشانہ رہیں گے اور ہم انہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

میرے عزیز ہم وطنو!

پاکستان کو عظمتوں کی بلندیوں تک پہنچانا میرا دیرینہ خواب ہے اور اس خواب کی تعبیر حاصل کرنے کیلئے میں نے کبھی کسی خوف یا مفاد کو اہمیت نہیں دی۔ آپ کو یاد ہو گا جب بھارت ایک کے بعد دوسرا میزائل چلا رہا تھا تو دنیا اسے روکنے کے بجائے ہم پر دباؤ ڈال رہی تھی کہ ہم اس دوڑ میں شامل نہ ہوں۔ مگر میں نے سارے دباؤ رد کرتے ہوئے غوری اور شاہین میزائل چلانے کا فیصلہ کر کے دکھایا۔ اس کے بعد بھی بڑے دباؤ آئے مگر میں نے اپنا قدم پیچھے ہٹانے سے انکار کر دیا اور پھر ان تاریخی لمحات کو کون فراموش کر سکتا ہے جب بھارت نے 11 اور 13 مئی کو ایٹم بم چلا کر اس خطے پر چھا جانے کی کوشش کی۔ انتہائی اشتعال انگیز باتیں کیں اور یہ بھی کہا کہ اب پاکستان کو اپنی اوقات میں رہنا پڑے گا۔ اس وقت باہر سے تو دباؤ، دھمکیاں اور ترغیبات تو آ ہی رہی تھیں ملک کے اندر بھی عقل و دانش کے ایسے ایسے شہسوار سامنے آ رہے تھے جنہیں اپنی خودمختاری اور آزادی کے مقابلہ میں ڈالروں کی چمک زیادہ لبھا رہی تھیں اور پابندیوں کی دھمکیوں سے ان کے رنگ فق تھے اور نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ یہی نواز شریف تھا جو غیروں اور اپنوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا اور اللہ کا نام لے کر ایٹمی دھماکے کر ڈالے۔ اس کے بعد ہم پر پابندیاں بھی لگائی گئیں مگر میں نے ثابت قدمی کے ساتھ ان پابندیوں کا مقابلہ کیا۔ اس طرح کے فیصلے وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں اپنے عوام کا درد، وطن کی محبت اور خدا کا خوف ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ نواز شریف جو بھی کرتا ہے وہ آپ اور آپ کے بچوں کو امن، تحفظ، خوشحالی اور عزت و وقار دینے کیلئے کرتا ہے۔ اپنے وطن کو سربلند کرنے کیلئے کرتا ہے۔ پاکستان اور نواز شریف دو الگ الگ چیزیں نہیں۔ پاکستان میری ذات کے اندر ہے اور میرا وجود پاکستان

میں شامل ہے، میری ہر سانس میں پاکستان کی سلامتی اور اپنے عوام کی خوشحالی اور سربلندی کیلئے دعائیں ہوتی ہیں۔

میرے عظیم ہم وطنو!

آج آپ سے خطاب کرتے ہوئے میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ہماری تاریخ کے اس بے حد نازک مرحلہ پر کسی جذباتی ردعمل سے گریز کیا اور کسی سیاسی جماعت کے جھانسے میں نہیں آئے۔ سڑکوں پر نکل کر کسی منفی سیاست کا ایندھن بننے پر تیار نہیں ہوئے۔ آپ نے ثابت کر دکھایا کہ پاکستانی قوم سنجیدہ معاملات کو غیر سنجیدہ رویے کی نذر کرنے پر تیار نہیں اور اسے اپنی منتخب قیادت پر مکمل اعتماد ہے۔ میں انشاءاللہ آپ کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں لگنے دوں گا۔

میں نے لاہور میں مذاکرات کے دوران بھارتی وزیراعظم واجپائی صاحب سے کہا تھا کہ جنگیں لڑ کر ہم کچھ حاصل نہیں کر سکے، ہر جنگ کے بعد ہم نے آئندہ جنگ کی طرف پیش قدمی کی۔ پاکستان اور بھارت نے کئی جنگیں لڑیں۔ کئی بار فوجوں کو آمنے سامنے کھڑا کر کے اربوں روپے کے وسائل ان میں جھونک دیئے۔ آج بھی ہم ایک دوسرے کے خلاف ایٹمی نشانے باندھے کھڑے ہیں، پچاس سال گزر گئے ہم اپنے تنازعات جنگوں کے ذریعے ختم نہ کر سکے۔ کس قدر مقام افسوس ہے کہ ہم مسئلہ کشمیر کے حل میں ناکامی کی وجہ سے برصغیر کے عوام کو ایک دن بھی ایسا نہیں دے سکے جو کشیدگی سے خالی نہ ہو۔ بھارت حقیقت کو سمجھنے کیلئے مظلوم کشمیری عوام کی اور کتنی زندگیاں لے گا؟ کتنے گھر اجاڑے گا؟ اور بھارتی جوانوں کو اس غیر منصفانہ جنگ کے شعلوں میں کب تک جلاتا رہے گا؟ کب تک کشمیری جوانوں کے جنازے اٹھتے رہیں گے؟ کب تک مظلوم کشمیری خواتین پر ظلم ہوگا؟ کب تک بھارتی شہروں اور بستیوں میں مائیں اپنے بیٹوں کی لاشوں پر روئیں گی؟ اور ان کی جلتی ہوئی چتاؤں کے شعلے

سوگوار خاندانوں کے گھروں کو تاریک کرتے رہیں گے؟

میرے عزیز ہم وطنو!

عالمی رہنماؤں کو سوچنا ہوگا کہ آگ اور خون کا کھیل کب تک کھیلا جائے گا؟ مسئلہ کشمیر حل کرنے میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ اقوام متحدہ نے پچاس سال پہلے کشمیر کے بارے میں قراردادیں پاس کی تھیں۔ بھارت ان قراردادوں پر عمل کیوں نہیں کرتا؟ کیا دنیا میں اسی طرح معاملات کو سلجھایا جاتا ہے۔ ایک ہی بات پر اڑے رہنا، معاملات کو احسن طریقہ سے حل کرنے میں کبھی مددگار نہیں ہوتا۔ اس ایک ضد کی وجہ سے بھارت بھی ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گیا ہے اور ہم بھی۔ پاکستان اور بھارت دونوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ضد اور ہٹ دھرمی کے یہ راستے ترک کر کے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ مسئلہ کشمیر کو مذاکرات کے ذریعے حل کریں۔

ہم کب تک اپنے عوام کے منہ سے نوالے چھین کر توپیں خریدتے رہیں گے؟

کب تک اپنے بچوں کا مستقبل بیچ کر ان توپوں کے گولے بناتے رہیں گے؟

کب تک اپنے وسائل کو بارود میں اڑا کر بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ کرتے رہیں گے؟

بھارت کو تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ دنیا میں آج تک کوئی تحریک آزادی فوجی طاقت کے بل بوتے پر نہیں کچلی جا سکی، گولیاں خون ضرور بہاتی ہیں لیکن آخرکار خود خون میں ڈوب جاتی ہیں۔ بھارت کب تک دنیا سے کہتا رہے گا کہ مقبوضہ کشمیر میں پاکستان مداخلت کر رہا ہے، کوئی دوسرا ملک گیارہ سال تک باہر سے آدمی بھیج کر تحریک آزادی نہیں چلا سکتا۔

میرے عزیز ہم وطنو!

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنی انتخابی مہم میں بھارت کے ساتھ تنازعات کو ختم کر

کے اچھے تعلقات قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ عوام نے جو مینڈیٹ دیا ہے اسے پاکستان کو امن اور خوشحالی دینے کیلئے استعمال کروں اور کشمیر کا دیرینہ مسئلہ حل کر کے ملک و قوم کے مستقبل کو اللہ کے فضل سے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دوں۔ امن بھارتی عوام کی بھی ضرورت ہے۔ بھارت کو بھی آگے آنا چاہیئے۔ میں وزیراعظم واجپائی سے کہتا ہوں کہ آیئے بات کریں، آیئے اپنے عوام کو جنگ کے خطرات سے بچا کر امن و سلامتی کی زندگی دیں اور آیئے مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر ایک بہتر مستقبل کیلئے راستے تلاش کریں۔ بہت دیر ہو چکی ہے اور دیر نہیں ہونی چاہیئے۔ میں آخر میں پاکستانی عوام اور پاکستان کی ہمیشہ کی طرح پائندگی، تابندگی اور خوشحالی کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

پاکستان پائندہ باد۔

○

وزیراعظم کے قوم سے خطاب سے پہلے کا ایک اہم واقعہ امریکی دفتر خارجہ کے نائب ترجمان کی کشمیر پر بریفنگ تھی جس کا متن ملاحظہ کریں یہ بریفنگ 7 مئی کو دی گئی۔

امریکی دفتر خارجہ کے نائب ترجمان جیمز فولی نے 7 جولائی 1999ء کو جو بریفنگ دی، اس میں سے کشمیر کے متعلق صورتحال کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

سوال:۔ جم کیا آپ کے پاس کشمیر پر کہنے کیلئے کچھ ہے؟

جواب:۔ میرے پاس کل سے کوئی تازہ ترین بات نہیں ہے، مجھے کسی بنیادی تبدیلی کا اشارہ نہیں ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہاں لڑائی جاری ہے۔ یقیناً وزیراعظم نواز شریف آج واپس جارہے ہیں۔ وہ امریکہ سے واپس جاتے ہوئے راستے میں لندن میں

ٹھہرے۔ وہ وزیراعظم ٹونی بلیئر سے ملے۔ اب وہ آج واپس جارہے ہیں۔

لیکن ہماری اطلاع کے مطابق زمین پر کیا ہو رہا ہے کے مطابق کارگل سیکٹر میں لائن آف کنٹرول پر لڑائی جاری ہے۔ بھارتی لیڈروں نے اعلان کیا ہے کہ جب تک ان کی جانب سے لائن آف کنٹرول میں پاکستان کی تمام مداخلت کار قوتوں کو ہٹایا نہیں جاتا واپس نہیں بلایا جاتا فوجی آپریشنز جاری رہیں گے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں وزیراعظم نواز شریف نے وزیراعظم ٹونی بلیئر سے ملاقات کے بعد بیان میں اس امر پر اتفاق ظاہر کیا ہے کہ لائن آف کنٹرول کی بحالی کیلئے تیزی سے ٹھوس اقدامات کرنا اور اعلان لاہور کے عمل کی طرف واپسی اہم ہے۔

جیسا کہ صدر (بل کلنٹن) نے اتوار کو عندیہ دیا تھا، یقیناً ہم اس کی حمایت کرتے ہیں۔

سوال:۔ جنگجوؤں (مجاہدین) نے آج اس سے مختلف خم ٹھونک کر بیانات جاری کیئے ہیں کہ وہ اس سمجھوتے کے پابند نہیں ہیں۔ وہ اپنی لڑائی جاری رکھیں گے اور وہ جہاں پر ہیں وہیں ڈٹے رہیں گے۔ اس لئے مجھے حیرت ہے کہ آپ نے اس (معاملے) کو کیسے سمجھا ہے۔

فولی:۔ جیسا کہ میں نے کل کہا تھا کہ (پاک) فوج کے سربراہ نے عام یہ اشارہ دیا کہ وہ وزیراعظم کی حمایت کرتے ہیں، اس لئے میں صرف یہ بات کہوں گا کہ وزیراعظم آج واپس جارہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ پارلیمنٹ اور اپوزیشن لیڈروں سے مل کر آئندہ کے طرز عمل پر بات چیت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یقیناً ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وزیراعظم اس بحران کے فوری حل کا تہیہ کیئے ہوئے ہیں جس کا (فوری حل کا) مطلب لائن آف کنٹرول کی بحالی اور اعلان لاہور کے عمل کی جانب واپسی ہے۔ یہ (اعلان لاہور) بہت اچھی پیش رفت ہے جو اس سال کے اوائل میں ہوئی جس میں بھارت اور پاکستان دونوں نے کشمیر سمیت تمام مسائل پر مذاکرات کرنے پر اتفاق کیا۔ ہمارے

خیال میں یہی راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے اس بحران کے خطرات کو بڑھنے سے بچایا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ ہم بھارت اور پاکستان کے مفادات کے خلاف کسی بھی چیز کی حمایت نہیں کر رہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس بحران کا جاری رہنا بنیادی طور پر دونوں ملکوں کے عوام کے مفادات کے خلاف ہے۔

وزیر اعظم نے اتوار کو صدر کلنٹن سے ملاقات کی، وہ وزیر اعظم ٹونی بلیئر سے ملے اور انہوں نے دونوں اہم دوستوں سے لائن آف کنٹرول کی بحالی اور اعلان لاہور کے عمل کی واپسی پر حمایت حاصل کی۔

سوال:۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ بھارت میز پر واپس آجائے گا اور اعلان لاہور کے عمل کی طرف پلٹ آئے گا؟

فولی:۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے لائن آف کنٹرول کی بحالی کا اشارہ دیا ہے لیکن میں یقیناً ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ چاہے بھارت سر عام ایسا نہ کرتا ہو لیکن وہ (بھارت) اب بھی اعلان لاہور کا پابند ہے۔

4 جولائی کے بعد سے تمام پاکستانی اور کشمیری حقائق معلوم کرنے کے لئے سخت بے چین تھے۔ وہ جس اضطراب سے گزر رہے تھے۔ اس کا اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے یا محسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ صحیح طریقے سے بیان بڑا مشکل ہے۔ یقین اور بے یقینی کی کشمکش نے اعصاب شکنی کو انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ یہ عذاب تھا، جو ایک ہفتے تک مسلط رہا۔ لوگوں سے ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے امتحان کا وقت ختم ہونا چاہئے اور انہیں مزید کسی آزمائش میں ڈالے بغیر ان تمام سوالات کا جواب دیا جائے جو ایک لاوے کی شکل میں ان کے ذہنوں میں موجود ہیں۔

12 جولائی کی رات بالآخر وہ گھڑی آن پہنچی، جب وہ لب گویا ہوئے۔

گزشتہ ڈیڑھ ماہ کے دوران ہم سب کو جس اضطراب سے گزرنا پڑا اور جن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا بہت سارے لوگوں کو علم نہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان معاملات میں، جس طرح بگاڑ پیدا ہوا اور ایک بڑی جنگ کا خطرہ سر پر منڈلانے لگا۔ وہ کوئی راز نہیں ہے بیشک کشمیری مجاہدین نے قربانی اور کامرانی کی ایک نئی تاریخ رقم کی لیکن سفارتی سطح پر ایسی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں، جن پر

اثرات کو سنوارنا اور سنبھالنا آسان نہیں تھا۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم جنگ نہیں چاہتے اور اس کی دعا بھی نہیں مانگتے کہ دو ایٹمی طاقتوں کی جنگ میں کسی فاتح کو تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ میری پختہ اور سوچی سمجھی رائے ہے کہ پاکستان اور بھارت جنگ کے ذریعے اپنے مسائل میں اضافہ ہی کر سکتے ہیں، کوئی مسئلہ حل نہیں کر سکتے۔

وزیراعظم محمد نواز شریف نے بڑے سادہ اور پراعتماد انداز میں قوم کو اعتماد میں لیا اور یہ وہ کام تھا جسے کم از کم ڈیڑھ ماہ قبل کر لیا جاتا تو یقینی طور پر اتنی مشکل صورت حال سامنے نہ آتی جتنی اب ہے۔ "دیر آید درست آید" کے مصداق وزیراعظم صاحب نے قدرے تاخیر سے سہی، بھرپور انداز میں قوم سے باتیں کی ہیں اور صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اپنی پالیسی کو واضح کیا ہے اگر کارکردگی کے حوالے سے ان کو کم نمبر ملے تو پھر بھی انہیں صاف گوئی اور حقیقت بیانی کے نمبر ضرور ملیں گے۔ انہوں نے یہ بات چھپانے کی کوشش نہیں کی کہ بہت سارے لوگ ذہنی طور پر بھارت سے جنگ کے لئے تیار تھے لیکن وہ (وزیراعظم محمد نواز شریف) جنگ نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ جنگ سے ہونے والی تباہی اور بربادی کا اچھی طرح اندازہ لگا چکے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر وہ حالات کو مزید خراب ہونے سے روکنے کی کوشش نہ کرتے تو بہت زیادہ نقصان ہوتا اور پاکستان کی خوشحالی اور خود کفالت کی منزل بھی بہت دور چلی جاتی جبکہ پاکستان کو معاشی طور پر ایک عظیم طاقت بنانا اور خود کفالت کی منزل پر پہنچانا ان کی ترجیحات میں شامل ہے۔

○

پاکستان اور بھارت کے تنازعات خصوصاً مسئلہ کشمیر کو مذاکرات کے ذریعے ایک

عالمی سپر طاقت امریکہ کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے حل کرنے کی ڈپلومیسی کو آزمانے کا فیصلہ کافی سوچ سمجھ کر کیا گیا۔ وزیراعظم نے یہ بات بھی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ڈپلومیسی کو آزمانے کا فیصلہ کسی جلد بازی یا عجلت کا نتیجہ نہیں اور نہ یہ فیصلہ کسی گھبراہٹ یا دباؤ میں کیا گیا۔ اس کی بنیاد امریکہ کی یقین دہانی پر ہے اور عالمی سطح پر امریکہ کو جو اہمیت حاصل ہے اس کے حوالے سے پاکستان کے لئے امریکی یقین دہانی کو وزیراعظم نواز شریف غیر معمولی اہمیت اور کامیابی سمجھتے ہیں۔

اپنی اس پالیسی کے بارے میں وزیراعظم محمد نواز شریف کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ عوامی سطح پر ان کی حکومت کی مقبولیت متاثر ہوئی ہے لیکن وہ یہ سوچ کر مطمئن ہیں کہ صحیح قیادت کا فریضہ ادا کر دیا گیا ہے۔ صحیح قیادت وہی ہوتی ہے جو اپنی مقبولیت اور اقتدار کو بھی ملک اور قوم کے مفاد کے تحفظ کیلئے داؤ پر لگانا پڑے تو بزدلی کے بجائے جرأت کا مظاہرہ کرتی ہے۔ انہوں نے خود بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ اعتراف کیا کہ کشمیری مجاہدین نے قربانی اور کامرانی کی ایک نئی تاریخ رقم کر لی لیکن سفارتی محاذ پر پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ پیچیدگیاں کیا ہیں اور وہ کیوں پیدا ہوئیں؟ اپنی غلطی کا اعتراف بڑی بہادری کا کام ہوتا ہے۔ سفارتی سطح پر پیچیدگیاں کسی نہ کسی کوتاہی اور کمی کے باعث ہی پیدا ہوا کرتی ہیں لہٰذا قوم کو یہ بتانا چاہتے کہ اصل سبب کیا ہے اور ان کے ازالہ کے لئے اب کیا سوچا جا رہا ہے؟

دراصل جب مجاہدین کی جانب سے کارگل کی پہاڑیوں پر قبضے کا کارنامہ سامنے آیا تھا تو اس کے بعد مسلسل ایسا تاثر ملتا رہا کہ یہ کامیابی سوچی سمجھی حکمت عملی کا نتیجہ ہے اور اب پاکستان کو بھی اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا کیونکہ مجاہدین نے بھارت کی شہ رگ پر قبضہ کر کے اسے انتہائی مشکل صورتحال سے دوچار کر دیا تھا اور نہ صرف سیاچن اور کارگل میں اس کی 85ہزار فوج برف کے طوفان میں بے بسی کی موت کا شکار ہوتی بلکہ

سری نگر کی جانب پیش قدمی کی جائے گی۔ اگر بھارت مجاہدین کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری رکھے گا تو وہ بدترین اقتصادی بحران کا شکار ہو کر روس کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ لوگوں کو یہ تاثر خواہ مخواہ نہیں ملا تھا۔ تقریباً روزانہ بریفنگ میں بھارت کی مشکلات اور ناکامیوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ کارگل میں جانی نقصان اور انٹرنیشنل بارڈر پر دشمن کے دانت کھٹے کرنے کی ''خوشخبری'' بھی سنائی جاتی تھی۔ امریکی صدر بل کلنٹن کا خصوصی پیغام لے کر آنے والے جنرل زینی کی واپسی پر یہ بتایا گیا کہ وہ (جنرل زینی) ہمیں سمجھانے نہیں آئے تھے بلکہ وہ ہم سے کچھ سمجھ کر واپس گئے ہیں۔

بھارت کی بے بسی اور مجاہدین کی مستحکم پوزیشن کے علاوہ پاکستان کی جانب سے بھارتی جنگی تیاریوں کا جواب دینے کے انتظامات کی خبروں نے ایسا ماحول بنا دیا تھا کہ حکومت کی جانب سے جنگ نہ کرنے کی پالیسی کے باوجود عوام ذہنی طور پر جنگ کے لئے تیار ہو گئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مجاہدین 1971ء کی شکست کا اچھی طرح بدلہ لیں اور 50 سال سے کشمیریوں کو حق خود ارادیت سے محروم رکھنے پر بھارت کو سبق سکھایا جائے۔ اس وقت کسی مصلحت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ان چند ہفتوں کے دوران کسی نے قوم کو یہ سمجھانے یا باور کرانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ خواہ مخواہ جذباتی انداز میں نہ سوچیں۔ جنگ کا خطرہ بڑھ گیا تو ہمیں قربانی دے کر اس خطرے کو ٹالنا پڑے گا۔ کسی نے اندرون یا بیرون ملک حکومتی پالیسی کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔

○

بنیادی طور پر یہ ذمہ داری وزارت خارجہ کی تھی کہ تلخ حقائق اور مثبت مصلحت کی روشنی میں سب کچھ واضح کرنے کا بندوبست یقینی بنایا جاتا، چنانچہ نہ تو عام لوگوں کو

معلوم ہو سکا کہ وہ کسی راستے پر جا رہے ہیں اور نہ بیرون ملک ہمارے دوستوں اور خیر خواہوں کو یہ بتایا گیا کہ حکومت پاکستان کا موقف کیا ہے اور یہ کہ مجاہدین کے حوالے سے بھارت کا پراپیگنڈہ درست نہیں۔ اس کے مقابلے میں بھارت اندرون ملک ہی نہیں، خارجہ امور میں بھی بے حد کامیابی اور مہارت سے آگے بڑھتا رہا۔ چنانچہ واشنگٹن میں صدر کلنٹن سے ملاقات اور مشترکہ اعلامیہ کی تفصیلات منظر عام پر آنے سے ہر پاکستانی اور کشمیری ابہام اور بے یقینی کی دلدل میں پھنس کر رہ گیا اور بدقسمتی یہ ہے کہ اس وقت بھی کسی نے لوگوں کو اس سے باہر نکالنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ چنانچہ آج جب قوم ایک صدمے کی کیفیت میں ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ جوش کے بجائے ہوش سے کام لے کر تباہی اور بربادی کے امکانات کو ختم کر دیا گیا ہے تو بہت سے لوگوں کو اس حکمت عملی اور پالیسی کی پوری طرح سمجھ نہیں آ رہی ہے۔

یہ بات بڑی شدت سے محسوس ہو رہی ہے کہ ہمارے پاس خارجہ امور پر کم از کم بھارتی لابی کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی اچھی ٹیم نہیں اور جناب سر تاج عزیز بطور وزیر خارجہ بھی کامیاب نہیں ہو سکے۔ ان سے زیادتی یہ بھی ہے کہ ان کی معاونت کے لئے کسی تجربہ کار اور عالمی سطح پر اثر و رسوخ رکھنے والا وزیر مملکت بھی نہیں۔ سفیروں کا ایسا انتخاب بھی سامنے نہیں آ سکا ہے جن کی کارکردگی کے حوالے سے اطمینان کا اظہار کیا جا سکے۔ جب حکومت یہ سوچ رہی تھی کہ بڑی جنگ نہیں ہونی چاہئے اور معاملات مذاکرات کے ذریعے پرامن ماحول سے طے کئے جائیں تو اس پیغام کے ساتھ کسی کو بھی باہر نہیں بھیجا گیا جبکہ بھارت اپنے پراپیگنڈے اور سفارتی رابطوں کے ذریعے پوری دنیا کو اپنا موقف واضح کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ آخری لمحات میں وزیراعظم کے تین چار ایلچی مختلف ملکوں میں بھیجے گئے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی پھر جب قوم کا مورال بلندیوں پر تھا، اس وقت اچانک معاہدہ واشنگٹن سامنے آگیا اور سارا منظر دیکھتے

ہی دیکھتے بدل گیا۔

اس وقت جبکہ کارگل کے حوالے سے پوری دنیا مسئلہ کشمیر کی روز بروز نمایاں ہوتی ہوئی صورتحال پر توجہ دیئے ہوئے تھی۔ اس صورتحال کے پیچھے "کارگل" کی موجودہ صورتحال اور مجاہدین کی برق رفتار اور مضبوط پیش قدمی کا بڑا دخل تھا۔ اس کے بعد ہی پاکستان اس پوزیشن میں آیا کہ وہ دنیا کو پاک بھارت ممکنہ جنگ کے حوالے سے متوجہ کر سکے لیکن بات ابھی یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے کا مقام ہے۔

○

کشمیر کے مسئلے کو جو نصف صدی سے سفارتی سطح پر کمزوری دکھائے جانے کے باعث اقوام متحدہ کی ابہام سے پاک قراردادوں کے باوجود دنیا کے سامنے دھندلایا ہوا تھا۔ 28 مئی 1999ء کے ایٹمی دھماکوں اور کارگل چوٹیوں پر مجاہدین کے قبضے سے یہ ایک بار پھر فلش پوائنٹ بنا۔ کیا اب ایسے غیر معمولی واقعات ہی اس مسئلہ کو سنگینی کے ساتھ سامنے لانے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں؟ خود سفارتی سطح پر کمزوریوں کو دور کرنے کے بارے میں کیوں نہیں سوچا جاتا۔ 1972ء تک بھارت اپنی دنیا بھر میں سفارتی سرگرمیوں سے اس مئلے کو اس کی اصل ہیئت میں سامنے آنے نہیں دے رہا تھا۔ پھر "شملہ معاہدہ" کی آڑ میں اس نے بھرپور طور پر یہ تاثر دیا کہ یہ کوئی بین الاقوامی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ فریقین کے درمیان ایسا مسئلہ جو بات چیت سے حل ہو سکے۔ اگرچہ اس معاہدہ میں بھی ایسی کوئی شق نہیں رکھی جا سکی جو اقوام متحدہ کی قراردادوں کو پس پشت ڈال دے۔ پھر بھی بھارت دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے اس معاہدہ کو استعمال کرتا رہا لیکن ہم ہیں کہ جیسے منہ میں زبان نہ ہو۔

پروپیگنڈہ اور کنویسنگ بھی آج ایک سائنس کی حیثیت حاصل کر چکے ہیں اور یہ دونوں ہی اشتہار بازی یا ایڈورٹائزنگ کی ذیلی اقسام ہیں۔ ایڈورٹائزنگ کی سب سے بہتر اور تسلیم شدہ تشریح ہے۔ "مناسب ترین انداز میں سچائی بیان کرنا۔" کارگل کی صورتحال کے حوالے سے مجاہدین کی کامیابیاں عسکری اور جنگی طور پر بھارت کو زچ کر دینا اپنی جگہ لیکن کیا وجہ ہے کہ سفارتی، صحافتی اور ڈپلومیٹک محاذوں پر ہم مسلسل ایک منجمد سطح سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ آج صورتحال یہ ہے کہ دنیا کے متحرک اور بااثر حلقے، چھوٹے بڑے اہم صنعتی ممالک اور سیاسی اور اقتصادی تعاون کی بین الاقوامی کونسلیں اور گروپس تک پاکستان کے بجائے بھارت کی کھل کر طرفداری کر رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، مزید یہ کہ مغربی دنیا کی خواہشات اور دباؤ کے برعکس اس نے ایٹمی دھماکہ اسے ناراض کر رکھا ہے اس لئے اسلام دشمنی کے باعث اور مسلم ایٹمی ملک ہونے کی وجہ سے یہ ممالک اس سے نہ صرف بدک رہے ہیں بلکہ بھارت کی پشت پناہی کا عنصر بھی نمایاں ہو رہا ہے لیکن ہم نے دھماکے بھارتی ایٹمی دھماکوں کے جواب میں کئے۔ کیا سفارتی سطح پر پاکستانی ایٹمی دھماکوں کا جواز پوری شدومد سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی؟ کیا بھارت کو دنیا کی نظر میں دھماکوں کا مجرم ثابت کرنے کے لئے ڈپلومیٹک چینلوں کو اتنا سرگرم رکھا گیا جتنا کہ ہونا چاہئے۔ ان کی کامیابی یا ناکامی اپنی جگہ لیکن کسی بھی مرحلے پر دنیا کے ذہن میں تو ہونا چاہئے کہ پاکستان نے انہیں باخبر رکھنے کا حق ادا کر دیا تھا۔

○

کارگل پلان بھی اسی طرح کے رویوں کا شکار رہا۔ تجزیوں، جائزوں اور اہم ترین حلقوں کے بیانات سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ ایک بھرپور اور عسکری اعتبار سے

منظم کاروائی تھی لیکن اسٹریٹجک مینجمنٹ کے زاویئے سے چنداں موثر نہیں۔

اسٹیبلشمنٹ کے "دانشور" اپنی تحریروں اور رپورٹوں میں حکومت سے یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ کارگل معاملے پر امریکی دباؤ کے باعث پیچھے نہ ہٹا جائے اور مجاہدین کی حمایت جاری رکھی جائے۔ ایسا معلوم ہوا کہ کارگل کارروائی کے بارے میں حکومت اور دیگر طاقتور حلقوں کے درمیان کوآرڈینیشن اور ہم آہنگی کا فقدان پایا جاتا تھا۔ یہ امر سوفیصد یقینی تھا کہ امریکہ اور دیگر ممالک پاکستان پر لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی اور دخل در معقولات کا الزام عائد کرتے ہوئے حکومت پاکستان کو مجبور کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ اپنے لوگوں کو کارگل سے واپس بلالے۔ بالآخر وہی ہوا۔

دوسری طرف لابنگ، پروپیگنڈہ اور اپنے موقف کو موثر اور قابل قبول انداز میں یعنی جس کے نتیجے میں عالمی رائے عامہ ہمارے حق میں ہو جاتی، پیش کرنے میں ہماری وزارت خارجہ اور وزارت اطلاعات بہت بڑی حد بلکہ مکمل طور پر ناکام رہی اور آخری جواز کے طور پر وہی گھسا پٹا نقطہ نظر دیا جارہا ہے کہ ہماری ناکامی کی وجہ امریکہ اور دیگر ممالک کا اسلام دشمن انداز فکر ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہمارے وزیر خارجہ اور دیگر حکومتی اکابرین غیر ممالک کے سربراہان اور سفارت کاروں کو قائل کرنے کی سعی کیوں کر رہے ہیں؟ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہر مرتبہ ہار ہماری ہوتی ہے اور ہر ڈپلومیٹک اور سفارتی جنگ بھارت جیت لیتا ہے حالانکہ اس کا موقف حق پر مبنی نہیں۔

کیا ہمارا موقف مبنی برحق نہیں ہے یا پھر ہمارے ارباب اختیار مناسب اور موثر طریقے سے اپنا نکتہ نظر واضح نہیں کرپاتے اور یا پھر ان میں وہ علم، اہلیت اور ڈائنامک صلاحیت ہی ناپید ہے اور وہ لابنگ پروپیگنڈے اور پبلسٹی کے بنیادی اصولوں سے ناواقف ہیں، ان تینوں میں سے ایک بات تو یقیناً درست ہے۔

یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ ہم دنیا کو ہمیشہ اپنے خلاف پاتے ہیں اور اس کی وجہ دنیا کی مطلب پرستی نہیں بلکہ ہماری ناکام سفارتی پالیسی بھی ہے۔ سفارتی محاذوں پر ہمارے نمائندوں کا حال اس سے برا کیا ہوگا کہ جب جمعرات یکم جولائی 1999ء کو امریکی کانگریس کی فارن ریلیشنز کمیٹی نے پانچ کے مقابلے میں 22 ووٹوں سے پاکستان کے خلاف قرارداد پاس کی تو ایک سینئر پاکستانی سفارتکار کے اپنے الفاظ میں "ہمیں یہ اطلاع AP رپورٹ کے ذریعے ملی" یعنی لاعلمی کا یہ عالم کہ امریکی کانگریس پاکستان کے خلاف قرارداد منظور کرتی ہے اور ہمارے سفارتکاروں کو خبر تک نہیں ہو پاتی اور تو اور وہ لابسٹ (Lobbyist) جو حکومت پاکستان نے بعوض خطیر معاوضہ مقرر کئے ہوئے تھے جمعرات کی شام تک یعنی قرارداد منظور ہو چکنے کے کافی دیر بعد تک بھی حکومت پاکستان کو اس دھوکے میں رکھے ہوئے تھے کہ قرارداد معطل ہو گئی ہے اور پیش نہیں کی جائے گی بلکہ اس وقت تک وہ منظور بھی ہو چکی تھی اور اس قرارداد کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے اور بھارتی لابی کی طاقت کا بھی کہ اس قرارداد میں امریکی کانگریس نے مطالبہ کیا کہ ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور ایشین بینک پاکستان کو قرضوں کی فراہمی اس وقت تک کے لئے بند کردیں جب تک کہ پاکستان کنٹرول لائن کے اس پار سے مجاہدین کو دستبردار نہیں کرالیتا۔ پاکستان کے حمایتی ارکان کانگریس ڈان برٹن اور وہرا باچر اس قرارداد کو نہ تو روک ہی سکے اور نہ ہی اس کی سخت زبان میں کچھ ترمیم کرواسکے۔

بات وہی پرانی ہے کہ جس وقت بھارت نے 1984ء میں سیاچن پر قبضہ کیا تو ہم نے بجائے اس کے کہ اس پر واویلا مچاتے، پروپیگنڈہ کرتے اور دنیا کی توجہ اس طرف مبذول کراتے اور بھارت کو عالمی رائے عامہ کے سامنے بے عزت کرتے، اس پر چپ سادھ لی اور جنرل صاحب نے فرمایا تھا کہ "سیاچن کا کیا ہے...... ایک ایسا خطہ ہے جہاں گھاس بھی نہیں اگتی" اس وقت کسی میں یہ اخلاقی جرأت نہ پائی گئی کہ اس وطن

دشمنی پر زبان کھولتا۔اب ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ کارگل کاروائی میں پاکستان نے کیاپایااور بھارت نے کیاکھویا؟کارگل میں ہماراٹارگٹ یہ تھاکہ ......

(1)۔عالمی برادری بالخصوص امریکہ، برطانیہ اور دیگر بڑی طاقتوں کی توجہ مسئلہ کشمیر کے حل کی طرف مبذول کرائی جائے۔خیال یہ تھاکہ بڑے ممالک کسی ممکنہ نیوکلیئر جنگ کوٹالنے کی خاطر کشمیر کا تصفیہ کروادیں گے۔

(2)۔لیہہ سرینگر ہائی وے کوکنٹرول کر کے سیاچن پر قابض بھارتی فوج کو تازہ کمک اور سامان رسداور جنگی ضروریات کی اشیاء کی فراہمی منقطع کی جائے۔

(3)۔بھارت کازیادہ سے زیادہ نقصان کروانے کے لئے اسے محدود علاقے کی طویل جنگ میں الجھائے رکھاجائے۔

ٹارگٹ نمبرایک محدود طور پر حاصل ہوسکا،امریکی و برطانوی رویے اس ہدف کی تکمیل میں ناکامی کے مظہر ہیں۔ٹارگٹ نمبر دو بہت حد تک حاصل ہوااور بھارت کو سیاچن تک پہنچنے میں دشواری ہوئی اور وہاں بھارتی فوج محصور فوج کی طرح دکھائی دیااور ٹارگٹ نمبر تین یعنی ایک محدود علاقے کی طویل جنگ اب تک کے شواہدات کے مطابق بھارت کو مختصر مدت ہی میں بھاری نقصانات کا سامنارہاہے۔اس کے اس محدود سے محاذ پر نقصانات کااندازہ لگایاجائے تووہ بھارت کے لئے ہلادینے والے ہیں۔اس نے بھاری جانی نقصانات کے ساتھ اس قدر گولہ بارود یہاں ضائع کیاہے۔مکمل جنگ کی صورت میں اس سے زیادہ استعمال نہ ہوتا۔چنانچہ یہ بات طے ہوئی کہ صرف سفارتی محاذ پر ناکامی نے اس اہم محاذ کے نتائج کو گنوادیا۔

○

وزیراعظم کی تقریر کے حوالے سے روزنامہ جنگ نے جواداریہ قلمبند کیاوہ اس

بھارتی گولہ باری سے شہید ہوئے خراج تحسین پیش کرتاہوں اور جنھوں نے بھارتی گولہ باری سے نقصان اٹھایا،ان کے ساتھ مجھے پوری ہمدردی ہے اوران شاءاللہ ان کی بحالی کیلئے جس قدر ہوسکے گا، حکومت ان کی مدد کرے گی۔میں پاک فوج کے ان شہداء کواپنی طرف سے اور قوم کی طرف سے خراج تحسین پیش کرتاہوں، جنہوں نے کنٹرول لائن پر اپنی ذمہ داریاں اداکرتے ہوئے جام شہادت نوش کیااوران سے بھی اظہار ہمدردی کرتاہوں۔جواپنے مقدس فرائض انجام دیتے ہوئے زخمی ہوئے۔مجاہدین نے اپنی جدوجہد آزادی کے اس معرکے میں جس دلیری اور جوانمردی اور جرات مندی کا مظاہرہ کیا،وہ اپنی مثال آپ ہے۔انہوں نے دنیا کے مشکل اور بلند ترین محاذ پر اپنے سے کئی گنابڑی فوجی قوت کونہ صرف اپنی کاروائی کے ذریعہ حیرت زدہ کیابلکہ بھرپور بری اور فضائی حملوں کو بھی ناکام بناکر یہ ثابت کردیاکہ اب وہ اپنی جدوجہد آزادی کی کامیابی کیلئے کسی بھی انتہاتک جاسکتے ہیں میں اس موقع پر کل جماعتی حریت کانفرنس اور دوسرے کشمیری رہنماؤں کوایک بار پھر مبارکباد پیش کرتاہوں۔

میرے عزیز ہم وطنو!

میرے نزدیک کارگل پر مجاہدین کے قبضے کابنیادی مقصد عالمی رائے عامہ کو مسئلہ کشمیر کی طرف متوجہ کرناتھا،جوکہ ایک مدت سے بے اعتنائی کا مظاہرہ کررہی تھی۔اس مقصد میں وہ پوری طرح کامیاب ہوئے اورانہوں نے ہمارے اس موقف کو بھی عملی طور پر ثابت کردیاکہ مسئلہ کشمیر نیوکلیئر فلیش پوائنٹ ہے۔بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کارگل پر قبضے کے بعد سرینگر کی طرف پیش قدمی ہوسکتی تھی۔میں آپ کواس حقیقت سے آگاہ کرناچاہتاہوں کہ وہاں سے سرینگر کی طرف کوئی راستہ نہیں جاتا۔جن لوگوں کی رائے ہے کہ ہم نے کشمیر کی آزادی کا موقع گنوادیاہے، صحیح صورتحال سے واقف نہیں البتہ ہماری اپیل پر مجاہدین نے یہ پہاڑیاں خالی کرکے ایک موقع پیدا ضرور کرلیا

خطے کی صورتحال کو خاصا واضح کرتا ہے اداریہ نویس نے لکھا۔

اکیسویں صدی کے آغاز سے چند ماہ قبل جب جنوبی ایشیا جنگ اور امن کے دوراہے پر کھڑا تھا اور بھارت نے اپنی ایک ارب کے قریب آبادی کو انتہائی شدید جنگی جنون میں مبتلا کر رکھا تھا تب ایک منظم منصوبے کے تحت پاکستان میں بین الاقوامی سفارتی دباؤ کا نشانہ بنادیا گیا۔ پاکستان میں بعض حلقے باآواز بلند یہ کہہ رہے تھے کہ محکمہ خارجہ کی پالیسیوں کے باعث پاکستان سفارتی طور پر تنہا رہ گیا ہے۔ لیکن اس وقت پاکستان پوری استقامت سے جنگ اور امن میں سے امن کے راستے پر گامزن رہا اور دنیا کو یہ کہنا پڑا ہے کہ پاکستان کے عوام نے پختگی اور شعور کا مظاہرہ کیا ہے ورنہ جنگ کوئی زیادہ دور نہیں تھی۔ دنیا کے اس گنجان آباد خطے میں انسانیت بڑی آسانی سے جنگ کا ایندھن بن سکتی تھی۔

اس صورتحال کے تناظر میں وزیراعظم نواز شریف کی تقریر پوری دنیا خصوصاً جنوبی ایشیا میں بڑے غور سے سنی گئی۔ یہ تقریر ان کی اپنی امن پسند پالیسیوں کا تسلسل تھی۔ انہوں نے اپنی انتخابی مہم میں بھارت کے ساتھ تنازعات کو ختم کر کے اچھے تعلقات قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا جس کے بعد انہیں پاکستان کے عوام کی طرف سے بھاری مینڈیٹ ملا۔ نہوں نے اپنے طور پر ابتدا سے ہی بارہا کوشش کی ہے کہ جنوبی ایشیا میں کشیدگی کا ماحول ختم ہو تاکہ دونوں ملکوں کے عوام جن کی اکثریت غربت کی حد سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے انہیں زندگی کی بنیادی سہولتیں میسر آسکیں۔ لیکن یہ کوششیں خواہشوں سے نکل کر حقیقت میں اسی وقت ڈھل سکتی تھیں جب تمام سرکاری پالیسیاں مربوط ہوتیں اور تمام سرکاری محکمے اسی سمت میں کارروائیاں کرتے۔ ہم انہی کالموں میں بار بار یہی زور دیتے رہے ہیں کہ پاکستان کو معاشی طور پر مستحکم کیا جائے۔ آج کی دنیا میں اقتصادیات ہی سیاست کی بنیاد ہے۔ یہ مارکیٹ اکانومی کا دور ہے

وہی قوم سرخرو ہو گی اور اقوام عالم کی صف میں اپنا مقام پائے گی جو ایک مضبوط معیشت کے طور پر ابھرے گی۔ لیکن پاکستان معاشی طور پر وہ منزل حاصل نہ کر سکا جو وقت کا تقاضا تھا۔ افغان مسئلے نے پاکستان کی معشت جس عدم استحکام سے دوچار کی ہے، مختلف حکومتیں اپنی کمزور اور غیر واضح پالیسیوں کے باعث اس کمزوری میں اضافہ ہی کرتی آئی ہیں۔ پھر 1998ء میں بھارت نے تمام بین الاقوامی اصولوں اور پالیسیوں کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ایٹمی دھماکہ کر کے پاکستان کو مجبور کر دیا کہ وہ بھی ایٹمی دھماکہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کو پہلی مسلم ایٹمی طاقت بننے کا اعزاز نصیب ہوا۔ تاریخ نے یہ خوش نصیبی وزیراعظم نواز شریف کے مقدر میں لکھی۔

پاکستان کے ایٹمی قوت بن جانے سے دنیا کو یہ احساس ہوا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان 52/ سال سے کشیدگی کا موجب مسئلہ کشمیر کسی بھی وقت ایٹمی جنگ کا سبب بن سکتا ہے۔ پاکستان کے ایٹمی دھماکے نے کشمیر کے مسئلے کو بین الاقوامی فورموں کا موضع بنادیا۔ لیکن تاریخ نے عالمی طاقتوں کی بے حسی اور غیر ذمہ داری ملاحظہ کی کہ اس مسئلے کو حل کروانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی اور گیارہ سال سے کشمیر میں جاری جدوجہد آزادی بیسویں صدی کے آخری برس میں شعلہ بن کر بھڑک اٹھی اور کارگل کی چوٹیوں پر مجاہدین کی کارروائیاں بھارت کیلئے ایک فوجی چیلنج اور دنیا کیلئے ایک سوالیہ نشان بن گئیں۔

وزیراعظم نواز شریف کیلئے بھی اپنی سیاسی زندگی اور اپنے حکومتی دور کا یہ مشکل ترین مرحلہ تھا۔ وہ تو بھارتی وزیراعظم کی لاہور میں بس کے ذریعے آمد اور اعلان لاہور کے بعد امن کے راستے پر آگے بڑھنے کی توقع کر رہے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ "خاص طور پر وزیراعظم واجپائی نے مینار پاکستان پر جا کر جن خیالات کا اظہار کیا وہ قابل قدر تھے اور ان سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ماضی کی تلخیوں اور

رویوں کو دفن کر کے تعلقات کے نئے دور کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی ہم اعلان لاہور کے تحت مذاکرات کی تیاریاں کر رہے تھے کہ بھارت میں لوک سبھا ٹوٹ گئی اور انتخابات کا اعلان ہو گیا اور دوسری طرف آزادی کشمیر کی جدوجہد جس میں پچھلے گیارہ سال سے مسلسل شدت آرہی ہے مزید تیز ہو گئی اور مجاہدین کارگل کی پہاڑیوں پر پہنچ گئے۔ وزیراعظم نواز شریف کی سنجیدہ کوششیں ابھی جاری تھیں کہ بھارت نے اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا اور حالات بگڑتے چلے گئے۔

بعض حلقے یہ کہتے ہیں کہ بھارت سے امن کی توقع ہی بے سود ہے۔ بھارت نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور کشمیر پر اس نے 52 سال سے جس طرح غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی مسلسل دھجیاں بکھیری ہیں اس سے یہ امید کرنا کہ وہ مسئلہ کشمیر کے پرامن حل پر آمادہ ہو گا ایک خام خیال ہے۔ لیکن جنوبی ایشیا میں، پاکستان میں اور بین الاقوامی سطح پر یہ ایک بڑی تعداد کے پیش نظر دونوں ملکوں کے سنگین مسائل ہی ہیں جن میں مسلسل کشیدگی اور مسلح تصادم مزید سنگینی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لئے معقولیت اور امن پسندی کا راستہ یہی سمجھا جاتا ہے کہ کشیدگی سے بچا جائے اور عوام کے بنیادی مسائل کے حل پر توجہ مرکوز کی جائے۔ اگر کوئی ملک اپنے بنیادی مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو گا، معاشی طور پر مستحکم ہو گا تو اسے اپنے ہمسایوں اور دوسرے ملکوں سے درپیش تنازعات طے کرنے میں بھی کامیابی حاصل ہو گی۔ تاریخ اس ضمن میں ہمارے دوست ملک چین کی مثال دیتی ہے، جس نے ہانگ کانگ پر اپنا دعویٰ کبھی ترک نہیں کیا۔ لیکن اس کے حصول کیلئے اس نے اپنے آپ کو مضبوط کیا، متحد رکھا، چین کو ایٹمی طاقت بھی بنایا اور ایک دن ہانگ کانگ ٹریلین ڈالر کے ساتھ اس کا حصہ بن گیا۔ اب دسمبر میں مکاؤ بھی اس میں واپس شامل ہونے والا ہے۔

وزیراعظم نے اس بات پر زور دیا ہے اور پہلے سے ہی مسلسل اس پالیسی کو اپنا رکھا ہے کہ امن پسندی سے ہی دنیا کی اس غریب ترین آبادی کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ تاریخ کے اس نازک ترین مرحلے پر بھارت کے جنگی جنون میں مبتلا عوام کے مقابلے میں پاکستان کے عوام نے کسی جنگی جنون کا مظاہرہ نہیں کیا تو یہ جہاں عوام کی اپنی ذہنی پختگی کا اظہار ہے وہاں پاکستان کے وزیراعظم کی طرف سے بھی ذاتی طور پر تحمل اور غیر جذباتی رویئے کا نتیجہ ہے۔ عام طور پر سیاسی حکومتیں وقتی مفادات اور عوام میں فوری مقبولیت کی خاطر جنگی جنون کا راستہ اختیار کر کے قوم میں جذباتی ہیجان پیدا کر دیتی ہیں جو اس وقت بھارت میں ہو رہا ہے لیکن پہلے بھی ایسی جذباتی ہیجان انگیز پالیسیوں کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں کے سابق جنرلوں، عسکری ماہرین اور دانشوروں نے جو تجزیئے کئے ہیں وہ بھی قوم کے سامنے ہیں پھر ایٹمی طاقت حاصل ہونے کے بعد کی جنگ جتنی خطرناک ہو سکتی تھی اس کا احساس بھی وزیراعظم کو تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں بھی اس کا بار بار ذکر کیا ہے۔

بھارت نے جس طرح اب کے جنگی ماحول پیدا کیا اور اب بھی کر رہا ہے اس کے مقابلے میں پاکستان نے جس طرز عمل کا اظہار کیا ہے۔ بین الاقوامی رائے عامہ یقیناً اس کا احساس کرے گی اور اس نے گزشتہ ماہ جس طرح پاکستان کے خلاف یکطرفہ رویہ اختیلو کر لیا تھا اور پاکستان کو قرضے اور امداد دینے والے ممالک نے جس طرح اپنے ہاتھ کھینچ کر پاکستان کو اقتصادی بحران میں مبتلا کرنے کا اشارہ کیا تھا اب وہ یقیناً اپنے رویئے پر نظر ثانی کیں گے۔ وقتی طور پر پاکستان سفارتی مشکلات کا شکار ہوا ہے لیکن اب اگر یہ امن پسند رویہ اختیار کرنے کے بعد حکومت پاکستان نے اپنی سفارتی قوت کو صحیح سمت میں استعمال کیا تو پاکستان کو عالمی رائے عامہ کی حمایت حاصل ہو سکتی ہے۔ وزیراعظم نے اپنی تقریر میں مجاہدین کی قربانیوں کو خراب عقیدت پیش کر کے یہ

سوال پھر اٹھایا ہے کہ پاکستان اور بھارت نے کتنی جنگیں لڑیں۔ کئی بار فوجوں کو آمنے سامنے کھڑے کر کے اربوں روپے کے وسائل ان میں جھونک دیئے۔ آج بھی ہم ایک دوسرے کے خلاف ایٹمی نشانے باندھے کھڑے ہیں۔ انہوں نے بجا طور پر دردمندانہ انداز میں کہا ہے کہ کب تک کشمیریوں کے گھروں سے آگ کے شعلے اٹھیں گے، کب تک کشمیری جوانوں کی لاشیں اٹھیں گی، کب تک مظلوم کشمیری خواتین پر ظلم ہوتا رہے گا، کب تک بھارتی شہروں اور بستیوں میں مائیں اپنے بیٹوں کی لاشوں پر روئیں گی اور ان کی جلتی ہوئی چتاؤں کے شعلے سوگوار خاندانوں کے گھروں کو تاریک کرتے رہیں گے۔ عالمی رائے عامہ کو یہ سوچنا ہوگا کہ یہ آگ اور خون کا کھیل کب تک کھیلا جائے گا مسئلہ کشمیر کو حل کرنے میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔"

بزدل اور نالائق

وزیراعظم نواز شریف خود کشمیری خاندانی پس منظر رکھتے ہیں۔ کشمیریوں کے کرب اور درد کیلئے یقیناً وہ دلی تڑپ رکھتے ہیں۔ اس لئے ان پر کشمیر کا سودا کرنے کا الزام ایک سیاسی الزام تو ہو سکتا ہے کوئی منطقی جواز نہیں رکھتا۔ انہوں نے کشمیر کا مسئلہ مستقل طور پر حل کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک سب سے بڑی عالمی طاقت کے سربراہ کی یقین دہانی کوئی معمولی گارنٹی نہیں ہے۔ انہوں نے تقریر کے آخر میں انتہائی جرأت سے یہ سوال کئے ہیں۔ "ہم کب تک اپنے عوام کے منہ سے نوالے چھین کر توپیں خریدتے رہیں گے؟" "کب تک اپنے بچوں کا مستقبل بیچ کر ان توپوں کے گولے بناتے رہیں گے۔" "کب تک اپنے وسائل کو بارود میں اڑا کر بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ کرتے رہیں گے۔"

انہوں نے بھارت سے بالکل درست کہا ہے کہ "اسے تاریخ سے سبق سیکھنا چاہئے، دنیا میں آج تک کوئی تحریک آزادی فوجی طاقت کے بل بوتے پر نہیں کچلی جا سکی۔" یہ یقیناً بہت اچھی باتیں ہیں، بہت خوش نما الفاظ ہیں۔ عالمی رائے عامہ کو یقیناً

ان حقائق پر توجہ دینی چاہئے لیکن خود وزیراعظم کو یہ جائزہ لینا ہوگا کہ اب ان کی حکومت اور ان کی تمام وزارتیں ان کی ٹیم ان مقاصد کیلئے کیا کوششیں کر رہی ہیں کیونکہ نتائج انہی کوششوں کے برآمد ہوتے ہیں جو حقیقتاً کی جا رہی ہوں۔ وزیراعظم نے بجا طور پر وزیراعظم واجپائی کو دعوت دی ہے کہ آیئے بات کریں، آیئے اپنے عوام کو جنگ کے خطرات سے بچا کر امن و سلامتی کی زندگی دیں، آیئے مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر ایک بہتر مستقبل کیلئے راستے تلاش کریں۔ امن کا راستہ یقیناً معقولیت کا راستہ ہے۔ پاکستانی قوم نے بھی جنگی جنون میں مبتلا نہ ہو کر، سڑکوں نہ آ کر اسی راستے کو اپنا راستہ قرار دیا ہے لیکن ان کے دلوں میں یہ شکوک و شبہات موجود ہیں کہ کیا بھارت اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز آ جائے گا۔ کیا امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک نے اس پر ایسا دباؤ ڈالا ہے۔ عوام یقیناً اس تقریر کے بعد یہ توقع رکھیں گے کہ اب عالمی رائے عامہ کے دباؤ کا نشانہ پاکستان کی بجائے بھارت کو بننا چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تب ہی جنوبی ایشیا میں امن کی کوئی امید کی جا سکے گی۔ وزیراعظم نواز شریف نے اس تقریر کے ذریعے اپنے آپ کو جس آزمائش میں ڈالا ہے اور جس چیلنج کو قبول کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اب عالمی رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں ڈھالنے کیلئے سفارتی کوششیں تیز کریں اور دوسری طرف ملک میں عملاً ایسے اقدامات کریں جن سے عوام کو نظر آئے کہ عوام کے منہ سے نوالے نہیں چھینے جا رہے۔ ایسی پالیسیاں واقعتاً اختیار کی جائیں جن سے سرمایہ کاری میں اضافہ ہو، اقتصادی پالیسیوں میں تسلسل اور ان پر نیک نیتی سے عملدرآمد سے ہی ان خواہشات کی تکمیل اور ان خوابوں کی تعبیر حاصل ہو سکتی ہے جن کا اظہار اس تقریر میں کیا گیا ہے اور ملک کی حقیقی معاشی خوشحالی ہی اس پروپیگنڈے کو مؤثر طور پر باطل کر سکے گی کہ پاکستان نے امریکہ کے سامنے اپنے مفادات کا سودا کر دیا ہے۔

کیا بھارت اور پاکستان کے درمیان جنگ کا خطرہ ٹل گیا ہے؟ امریکہ کشمیر میں کیا حل تلاش کرنا چاہتا ہے؟ نواز شریف حکومت کو کیا خطرات درپیش ہیں؟ اپوزیشن کیا رول ادا کر رہی ہے؟ نواز شریف اور کلنٹن کے درمیان ہونے والے فیصلے سے پاکستانی مورال پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اب کیا ہوگا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن پر ہر جگہ گفتگو ہو رہی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ نواز شریف نے خود کو اچھے خاصے مسائل سے دوچار کر دیا۔ محترمہ بے نظیر نے بھی پاکستان واپسی کا سگنل دے دیا ہے اگرچہ وہ اپنے زمانہ اقتدار میں کشمیر کے بورڈ ہٹوا دیتی تھیں تاکہ راجیو گاندھی کو خوش رکھا جا سکے لیکن اب محترمہ بینظیر بھٹو ایسے کسی اقدام کو غداری کا نام دیتی ہیں جو کشمیریوں کو امریکہ کی نصیحت سننے پر آمادہ کرے۔ ویسے اپوزیشن کے لیڈر نواز شریف کو امریکہ نوازی کی دوڑ میں نیچا دکھانے کے لئے ہر وقت کمربستہ دکھائی دیتے ہیں چنانچہ جناب علامہ طاہر القادری صاحب نواز شریف حکومت کے خلاف زبردست مظاہرہ کرنے کی بجائے واشنگٹن میں حاضری بھر رہے تھے اور شاید وہاں سے نواز شریف کے خلاف جلوس نکالنے کے لئے اجازت نامہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ بہرحال پاکستان کی صفوں میں جو انتشار پیدا ہوا ہے اس کی ذمہ داری نواز شریف حکومت کو قبول کرنا پڑے گی۔

اور بات ہے کہ اپوزیشن کے کردار کو بخوبی جاننے کے بعد عوام اپوزیشن کا ساتھ دینے کے لئے کبھی تیار نہ ہوں، اس لئے اپوزیشن اپنی سیاست چمکانے کے لئے کوئی دوسرا پروگرام بنالے تو بہتر ہے۔ پاکستان کے عوام اپوزیشن کے بہت سے لیڈروں کو امریکہ کی "بی ٹیم" سمجھتے ہیں۔

کارگل میں مجاہدین کا پلڑا بھاری تھا تو پھر نواز شریف نے امریکہ کے کہنے پر دشمن کو چھٹکارا کیوں دلوایا؟ یہ وہ سوال ہے جو جماعت اسلامی کے امیر جناب قاضی حسین احمد صاحب نے کر دیا ہے اور اس سوال کو پوچھنے کے لئے جناب حسین احمد صاحب نے امریکہ ہی کی زمین کو منتخب کیا ہے۔

پاکستان کے لوگ اشتعال کے باوجود ہنگامہ آرائی پر آمادہ کیوں نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستانی عوام اتنے بھولے بھالے نہیں ہیں جتنا بے وقوف انہیں سمجھا جاتا ہے۔ پاکستانی عوام دراصل حالات کے ستائے ہوئے، مجبور لوگ ہیں جو غصہ پی جانا بہتر خیال کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ اپوزیشن کے ہاتھ لگ گئے تو اپوزیشن امریکہ نوازی میں نواز شریف کو بھی پیچھے چھوڑ دے گی اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ پاکستانی عوام کے سنجیدہ ردعمل کے پیچھے ان کی بالغ نظری کام کر رہی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملک کی موجودہ اقتصادی حالت میں پاکستان اور کچھ نہیں کر سکتا جو وہ کرنا چاہتا ہے اس لئے صبر شکر کر کے کلنٹن صاحب کو ایک موقع فراہم کر دیا گیا ہے کہ وہ کچھ کر کے دکھائیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کلنٹن صاحب کشمیر کا کیا حل نکالتے ہیں۔

پاکستان کے لوگ یہ بات بھی جانتے ہیں کہ امریکہ عراق سے کویت پر حملہ بھی کرا سکتا ہے اور پھر عراق کی سرکوبی بھی کر سکتا ہے۔ کلنٹن صاحب سے زیادہ توقعات اس لئے وابستہ نہیں کی جا سکتیں کیونکہ امریکہ نے پاکستان کے مفاد کو کبھی عزیز نہیں رکھا لیکن کارگل کے واقعہ کے بعد امریکہ کو موقع مل گیا ہے کہ وہ کشمیر کے تنازعے

میں گھس جائے اور کوئی ایسا حل نکال لے کہ جس سے اسے کشمیر میں عمل دخل حاصل ہو جائے۔ اس طرح سے وہ چین کی سرحد پر اپنا پروگرام مرتب کر سکے گا۔ اگر کشمیر کا کچھ حصہ آزاد ہو کر امریکہ کے زیر اثر چلا جائے تو کیا کہنے۔ امریکہ اس صورت حال کو پیدا کرنے کے لئے مجاہدین کے نئے اور کچھ پرانے گروپوں کو بھارت اور پاکستان کے خلاف منظم کرے گا، بعض حلقوں کے مطابق وہ ایسا کر رہا ہے۔ اس لئے ہماری مقدس ہستیوں کو امریکہ یاترا کی بجائے مکہ اور مدینہ کی زیارات تک محدود رہنا چاہئے۔ اللہ پاک ہم مسلمانوں پر رحمتیں نازل کرے، ایک عام مسلمان ہر لحاظ سے اچھے عقیدے کا مسلمان ہے جسے پیشہ ور لوگ گمراہ کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت کی فلاح کے لئے ہر مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ جب بھی کسی کو مسلمانوں میں انتشار پھیلاتا دیکھے تو اس سے الگ ہو جائے کیونکہ انتشار مسلمانوں کی تباہی کے سوا کچھ اور دے نہیں سکتا۔ انتشار پھیلانے والے لوگ چاہے وہ ملک کا نام لیں یا مذہب کا، یہ لوگ مقدس ہستیوں کے نام پر نفرتیں پھیلائیں یا مسلمانوں کے فروعی اختلافات کو اچھالیں، یہ سارے کام دانستہ یا دانستہ طور پر دشمن کے ایما پر کئے جاتے ہیں لیکن عام آدمی کو اس کا علم نہیں ہوتا لہٰذا انتشار کسی حوالے سے ہو وہ ملک دشمنی اور اسلام دشمنی کے سوا کچھ اور نہیں۔

○

کمزور پاکستان اپنی اقتصادی کمزوریوں کی وجہ سے غیروں کی بات ماننے پر مجبور ہے۔ بھارت اور مغربی اقوام کی دوستی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اسرائیل بھارت کے ذریعہ پاکستان کی معیشت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ ایٹمی قوت بن جانے کے بعد پاکستان کے لئے بیرونی خطرات کم ہوگئے ہیں لیکن اندرونی خطرات بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ ان

خطرات میں سے اقتصادی کمزوری، مذہبی فرقہ بندی اور علاقائی تعصبات سرفہرست ہیں۔ ان خطرات کو کم کرنے کے لئے ہر شخص کو کام کرنا ہوگا بلکہ اب حالات ایسے پیدا ہو چکے ہیں کہ عوام اپنے لیڈروں کا خیال رکھیں کیونکہ لیڈر ٹیکس نہیں دیتے اور پاکستان کی دولت کو ملک سے باہر لے جاتے ہیں جس سے ملک اور زیادہ غریب اور کمزور ہو رہا ہے۔ عوام مذہبی سیاسی رہنماؤں پر نظر رکھیں کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوانے کا بندوبست کرتے ہیں اور عوام اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ علاقائی منافرت پھیلانے والے لیڈر خود ان کا استحصال کرتے رہے ہیں جس سے پاکستان کمزور ہوتا رہا ہے اس لئے ضروری ہو گیا ہے کہ پاکستانی عوام اپنے ملک کی خاطر اور اپنے مذہب کی خاطر لیڈروں کی ذمہ داری اٹھالیں اور اپنے لیڈروں کو راہ راست پر لائیں۔

جہاں تک بھارت اور پاکستان کے درمیان جنگ ہونے کا تعلق ہے تو یہ خطرہ اب بھی موجود ہے۔ بھارت ہمیشہ کی طرح اپنا کام نکالنے کے بعد ہر بات سے مکر جائے گا۔ امریکہ کشمیر کے سلسلے میں پاکستان پر ہر طرح کا جائز اور ناجائز دباؤ بڑھاتا رہے گا تاکہ پاکستان کشمیر سے الگ ہو جائے یا اسے کشمیر سے الگ کر دیا جائے۔ امریکہ کشمیر کے مجاہدین کے گروہوں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھائے گا تاکہ بھارت امریکہ کے عزائم قبول کرے۔ اس لئے کشمیر میں تصادم جاری ہے جو پاک بھارت جنگ میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ جنگ کی صورت میں تیسری طاقت ضرور مداخلت کرے گی اس لئے ضروری ہے کہ پاکستانی عوام بالغ نظری کا مظاہرہ کریں۔ مجاہدین بھی اپنے اندر یکجہتی مضبوط کر کے صرف اور صرف بھارت کے خلاف جہاد جاری رکھیں اور حکومت پاکستان کو اپنے حالات دیکھ کر کام کرنے دیں۔ بھارت کی طاقت کو پاش پاش کئے بغیر مسلمانوں کی بقا کو خطرہ لاحق رہے گا۔

کارگل پر مجاہدین کے قبضے کے بعد کی صورتحال پر میں نے مضامین کا ایک سلسلہ لکھا تھا جو 30 مئی سے 18 جولائی تک جاری رہا اس سے آپ کو پے در پے رونما ہونے والے واقعات اور صورتحال کا کچھ اندازہ ہو جائے گا ملاحظہ فرمائیں۔ میرا پہلا مضمون تھا بھارتی فوج کارگل کے برفانی جہنم میں پھنس گئی ہے۔

مئی کے آغاز میں بھارتی فوج کی کارگل سیکٹر میں شروع ہونے والی جارحیت گو کہ ایک منطقی انجام تک پہنچ چکی ہے اور اس محاذ پر بھارت نے زبردست ہزیمت اٹھا کر پسپائی اختیار کرلی ہے۔ غیر ملکی ذرائع ابلاغ سے موصولہ اطلاعات کے مطابق پاکستانی فوج نے بھارتی جارحیت کو کچل کر نہ صرف بھارت کی سات اہم پوسٹوں پر قبضہ کرلیا ہے بلکہ بھارتی حکومت نے سیاچن تک پہنچنے کے لئے جموں کارگل ہائی وے پر جو سڑک تعمیر کرنی شروع کی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔ کیونکہ پچیس کلو میٹر طویل یہ راستہ پاکستانی توپ خانے کی زد میں آنے سے کارگل سے سیاچن تک بھارتی فوج کے تمام مورچے غیر محفوظ ہو گئے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس علاقے میں بھارت کی تقریباً ایک بریگیڈ فوج پھیلی ہوئی ہے۔ جواب پاکستانی توپخانے کے رحم و کرم پر ہے۔

بھارتیوں نے ممکنہ تباہی سے بچنے کے لئے اپنی موجودہ پوزیشن چھوڑ کر محفوظ مورچوں میں پناہ حاصل کرنا شروع کر دی ہے۔ اس عمل پر بھارتی حکومت کے نہ صرف کروڑوں روپے اخراجات اٹھیں گے بلکہ بھارتی فوج کے طویل عرصے سے تیار کردہ مضبوط اور محفوظ بنکر بھی اب ان کی حفاظت کرنے میں ناکام دکھائی دیتے ہیں۔

بھارتی فوج کی اس ہزیمت کے پیچھے کیا حکمت عملی کارفرما تھی؟ اور بھارتیوں نے اچانک کارگل کو جو کچھ عرصے سے خاموش محاذ جنگ تھا گرم محاذ جنگ میں تبدیل کرنے کی ناکام کوشش کیوں کی اس سوال کا جواب جاننے کے لئے اس علاقے کی دفاعی اور تزویراتی اہمیت کو جاننا ضروری ہے۔ لداخ کی برفیلی وادی ہمالیہ کے شمال میں تقریباً ساڑھے نو ہزار مربع کلو میٹر میں پھیلتی چلی گئی جس میں مقبوضہ جموں کشمیر کے دو اضلاع لیہہ اور کارگل واقع ہیں۔ لیہہ کی زیادہ آبادی بدھ مذہب اور کارگل کی مسلمان ہے۔

سیاچن میں گذشتہ قریباً پندرہ سال سے جاری جنگ کی وجہ سے اس علاقے کو بھارتی دفاع میں انتہائی اہم حیثیت حاصل ہے۔ سیاچن میں سرگرم عمل بھارتی افواج کے تمام مراکز اس علاقے میں واقع ہیں۔ خصوصاً لیہہ کا ہوائی اڈہ پاکستانی شمالی علاقہ جات میں بھارتیوں کی طرف سے ہونے والی جارحیت میں مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ بھارتی فوجوں کی تمام تر نقل و حرکت کا اعصابی مرکز یہی ہے۔ کیونکہ اس علاقے کے موسمی حالات کے پیش نظر یہاں عام حالات میں بھی تیزی سے فوجوں کی نقل و حرکت ممکن نہیں۔

ماضی میں جب بھارتی فوجوں نے "آپریشن ٹرائی ڈنٹ" کے ذریعے پاکستان کے شمالی علاقہ جات پر حملے کا منصوبہ بنایا تو اسی علاقے کو حملے میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ آپریشن "براس ٹیک" کے تحت بننے والے اس منصوبے میں بھارتی افواج

کا مرکزی اجتماع یہیں ہوا تھا یہ الگ بات کہ پاکستان کی جوابی حکمت عملی نے بھارتیوں کو دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا گیا۔

امریکی ورلڈ آرڈر کی جن دستاویزات کا انکشاف اب تک ہوا ہے ان میں بھی اس علاقے کو انتہائی اہم حیثیت حاصل ہے۔ اگر امریکی افواج کو یہاں اڈہ بنانے کی اجازت مل جائے جس کے بھارتی گذشتہ دور حکومت میں امکانات بڑے نمایاں تھے۔ اب بھی امریکی اس منصوبے پر عمل پیرا ہیں اور کوئی ایسی جغرافیائی صورتحال بن جائے جس کے تحت امریکن یہاں قدم جمالیں تو وہ چین کے لئے ناقابل حل خطرات پیدا کر سکتے ہیں۔ اس علاقے میں امریکہ کی آمد سے سنکیانگ اور تبت تک چین کی شاہراہ ریشم پر کوئی بھی فوجی جارحیت کر کے اس بین الاقوامی روٹ کو کاٹ دے گی جس سے دونوں ممالک کا زمینی رابطہ ختم ہونے کا امکان ہے۔

امریکیوں نے ماضی میں ایک اور چال چلی اور بھارت کے ذریعے پاکستان کے ساتھ کوئی ایسا معاہدہ کروانے کے لئے کوشاں رہے جس کے تحت پاکستانی افواج اس علاقے سے نکل جائیں اس کے عوض بھارت نے سیاچن کے سارے محاذ سے اپنی افواج کو واپس 84ء والی پوزیشن پر لے جانے کی پیشکش بھی کی تھی لیکن پاکستان کی عسکری قیادت نے انتہائی دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اس جال میں پھنسنے سے انکار کر دیا اور اب سیاچن بھارت کے گلے کی مستقل ہڈی بن کر رہ گیا ہے۔

بھارتی حکومت کے سابقہ وزیر دفاع جارج فرنانڈس نے گذشتہ سال بھارتی فوج کے اس محاذ پر بے پناہ اقتصادی نقصان کے پیش نظر اپنے مورچوں اور بھارتی فوجی بیس کیمپ کے درمیان ایسی ہی سڑک بنانے کی کوشش کی تھی جیسے پاکستان نے بنا رکھی ہے لیکن پاکستانی افواج نے اس کوشش کو ناکام بنا کر بھارتی فوج کو برفانی قبر میں پھنسا دیا ہے۔

اس صورتحال نے بھارتی فوج کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے۔ "کنوائے سڈل" کے دونوں کناروں پر پاکستانی افواج نے انیس ہزار سے بائیس ہزار فٹ بلندی تک کی چوٹیوں پر مورچے بنا لئے ہیں۔ گذشتہ دو سالوں میں خصوصاً "بلافون لا" اور "سیالا" میں پاکستانی پوزیشن بہت مضبوط ہو گئی ہے۔ بھارتیوں نے 87ء میں ایک معمولی سی کامیابی کے بعد آسمان سر پر اٹھالیا تھا جس کی وہ مسلسل قیمت ادا کر رہے ہیں۔

سیاچن محاذ لڑائی کی ابتداء بھارت نے کی تھی اس کا خیال تھا کہ وہ اس برفانی جہنم میں پاکستان کی کم وسیلا اور اندریں حالات جنگ کا تجربہ نہ رکھنے والی فوج کو مستقل عذاب میں پھنسا دیں گے اور بظاہر ایسا 84ء میں ممکن بھی دکھائی دیتا تھا لیکن اب ایسا ممکن نہیں ہے۔ پاکستانیوں نے حیرت انگیز برق رفتاری سے موسمی صورتحال میں خود کو ایڈجسٹ کرنے کے بعد بہترین کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ جس کے بعد سے اسے بھارتی افواج اس برفیلے جہنم میں پھنس کر رہ گئی ہیں۔ گذشتہ تین چار سال میں ان کی طرف سے مختلف حوالوں سے اس صورتحال سے نکلنے کی مختلف کوششیں بھی ہوئی ہیں جو پاکستان نے قبول نہیں کیں اور یہی بہترین حکمت عملی ہے۔

بھارت ایک عرصے سے پاکستان کے شمالی علاقہ جات پر دانت جمائے بیٹھا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ شمالی علاقہ جات پر قابض ہونے کے بعد شاہراہ ریشم پر کنٹرول حاصل کر لے گا۔ جس کے بعد امریکہ سپر پاور کو بھی آسانی سے بلیک میل کیا جا سکے گا لیکن اس کی یہ خواہش اب ہمیشہ کے لئے حسرت بن کر رہ گئی ہے۔

پاکستان کے ایٹمی قوت بننے کے بعد سے جنوبی ایشیا میں طاقت کا جو توازن بھارت نے زبردستی اپنے حق میں کر رکھا تھا اس سے بھارت محروم ہو چکا ہے۔ ایٹمی دھماکوں سے میزائلوں تک وہ پاکستان کو مرعوب نہیں کر سکا بلکہ ہر میدان میں پاکستان کی

برتری ساری دنیا دیکھ چکی ہے۔ حال ہی میں ہونے والے "غوری" کے تجربے نے تو بھارتیوں کی رہی سہی امیدیں بھی خاک میں ملادی ہیں اور انہوں نے اس میدان میں اپنی برتری کا خواب دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب پاکستان اور بھارت دونوں ایٹمی ملک بننے کے بعد جنگ کرنے کی پوزیشن میں ہیں بظاہر اس سوال کا جواب نفی میں ہے لیکن دونوں ممالک کی اعلیٰ فوجی قیادت ایٹمی طاقت کی موجودگی کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ محدود جنگ کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی چھ لاکھ افواج مستقل پھنس کر رہ گئی ہیں اور ان پر مجاہدین کا دباؤ دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ موجودہ لڑائی جو کارگل سیکٹر میں ہو رہی ہے شاید پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے جبکہ مجاہدین بھی پاکستانی افواج کے شانہ بشانہ بھارتی فوج سے نبرد آزما ہیں۔ بھارتیوں کو سامنے سے اگر پاکستانی فوج کا سامنا ہے تو ان کی پشت مجاہدین نے غیر محفوظ کر دی ہے۔

تازہ ترین صورتحال کے مطابق بھارتی فوج نے محاذ جنگ پر تازہ کمک پہنچا دی ہے۔ بھارتی توپ خانے کے علاوہ بھارتی فضائیہ بھی اس محدود لڑائی میں حصہ لے رہی ہے۔ لیکن ابھی تک پاکستان کے قبضے میں آنے والے اپنے علاقے کو واگزار نہیں کروا سکے۔ مجاہدین کے حملوں کا سلسلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے اور بھارتی فوج نے پہلی مرتبہ انتہائی وسیع پیمانے پر سرینگر لیہہ چار سو پچاس کلو میٹر طویل شاہراہ کو اپنے مکمل کنٹرول میں لے کر مجاہدین کے خلاف بہت بڑا آپریشن لانچ کیا ہے۔

جبکہ سرینگر لداخ روڈ پر پاکستان کا قبضہ مستحکم ہو گیا ہے اور بھارتی گن شپ بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ پاکستانی فوج نے ایک اہم ہمالیائی درہ "میٹاکس" پر بھی قبضہ کر لیا ہے

جس کے بعد اس علاقے میں بھارتیوں کے لئے مزاحمت ممکن نہیں رہی۔

17 مئی کو پاکستانی آرمی چیف کی فارمیشن کمانڈروں کو خصوصی بریفنگ اور آئی ایس آئی ڈائریکٹریٹ میں وزیراعظم کے ساتھ ہونے والی انتہائی اہم میٹنگ اور بریفنگ کے بعد بھارتیوں کے عزائم کے متعلق کوئی غلط فہمی تو باقی نہیں رہی لیکن اس مرتبہ شاید بھارت کو ماضی کے برعکس مختلف صورتحال کا سامنا کرنا پڑے بہرحال کنٹرول لائن پر کھلی جنگ کے خطرے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

لائن آف کنٹرول پر بھارتی جارحیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور مجاہدین کی سرگرمیوں کو کچلنے کے بہانے بھارت کارگل اور اس سیکٹر میں پانچ بریگیڈ اضافی فوج لے آیا ہے جس کی مدد کیلئے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی ایئر فورس کے ستر طیارے بھی موجود ہیں۔ بھارتی فوجیں مقبوضہ کشمیر میں اپنا تاریخ کا سب سے بڑا آپریشن کر رہی ہیں۔ اس آپریشن میں بھارتی لڑاکا طیارے، ہیلی کاپٹر، بھاری توپخانہ بھارتی پیدل فوج کی مکمل پشت پناہی کر رہا ہے۔ مصدقہ ذرائع اطلاعات کے مطابق اب تک پانچ بھارتی ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکے ہیں۔ یہ امر البتہ ابھی تک متنازعہ ہے کہ ان میں سے کتنے مجاہدین نے گرائے اور کتنے پاکستان آرمی نے جبکہ دو بھارتی طیارے پاکستانی علاقے میں گرائے جا چکے ہیں۔ ایک کا پائلٹ مارا گیا جس کی لاش بھارت کو فوجی انتظامات کے ساتھ واپس لوٹا دی گئی اور دوسرا گرفتار ہے۔ پاکستانی حلقوں کا دعویٰ ہے کہ بھارت کا تیسرا طیارہ بھی تباہ ہوا جس کا ملبہ بھارت میں گرا ہے کیونکہ میزائل لگنے کے بعد یہ طیارہ بھارت کی فضائی حدود میں کسی نہ کسی طرح داخل ہو گیا۔ باقی طیارے کے پائلٹوں کو بھی اسی نوعیت کی ہدایات جاری کی گئی ہوں گی لیکن دونوں پائلٹ شاید اس میں

کامیاب نہ ہوئے۔ ایک اپنی جان ہار گیا اور دوسرا زندہ در گور ہے کیونکہ جذبہ خیر سگالی یا بین الاقوامی اخلاقی دباؤ کے تحت جلد یا بدیر اسے رہا ہو کر اپنے ملک جانا ہے جس کے بعد اس کی زندگی بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیاں اجیرن کر دیں گی کہ زندہ پائلٹ کی گرفتاری سے جہاں اس علاقے میں بھارتی فضائیہ کی دفاعی اور جارحانہ حکمت عملی کا علم پاکستان کو ہو چکا ہو گا وہاں کچھ نئے انکشافات بھی ہوئے ہوں گے اور اپنے ”انتظامات“ کو مزید بہترین شکل دینے کے لئے نئے امکانات بھی ملے ہوں گے۔

اندریں حالات جیسا کہ پاکستان بھارت سے زیادہ بہترین صلاحیتوں کے ساتھ ایٹمی طاقت بن چکا ہے اور بھارتی اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ اب وہ کبھی پاکستان پر اپنی فوجی برتری ثابت نہیں کر سکتے۔ آخر بھارتیوں کے دماغ میں کیا سودا سمایا تھا کہ انہوں نے پاکستانی مورچوں پر فضائی حملے کا احمقانہ فیصلہ کیا اور ایسا خطرہ مول لیا جس کا بظاہر تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عالمی سطح پر بھارت کو زبردست سبکی کا سامنا ہے۔ پاکستانی علاقوں میں اس کے جہازوں کا ملبہ گرنے سے ساری دنیا پر اس کی جارحیت منکشف ہو گئی ہے اور بھارتی پراپیگنڈہ کہ وہ یہ کارروائی صرف مجاہدین کے خلاف کر رہا ہے، جھوٹ ثابت ہو چکا ہے کیونکہ مجاہدین کارگل میں لڑ رہے ہیں۔ پاکستانی پوزیشنوں پر تو پاکستانی فوج موجود ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے پر بھارت نے پراسرار خاموشی اختیار کر رکھی ہے بصورت دیگر وہ پاکستان کے خلاف جھوٹے پراپیگنڈے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

بھارتی پریس میں اس بات پر بڑی لے دے ہو رہی ہے کہ آخر وزیراعظم مسٹر واجپائی نے بھارتی ائر فورس کو سرحدی جھڑپوں میں دھکیلنے کا خطرہ کیوں مول لیا جبکہ بھارتی وزیراعظم ہونے کے ناطے وہ پاکستان کی دفاعی حکمت عملی سے آگاہ تھے اور

بھارتی خفیہ ذرائع کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اس علاقے میں پاکستان نے "حتف" اور "عنزہ" میزائل نصب کر رکھے ہیں جن سے بھارتی طیاروں کا بچ کر پاکستانی علاقے میں اندر تک داخل ہونا تقریباً ناممکن ہے۔

بھارتی ذرائع ابلاغ ہی کی اطلاع کے مطابق اس مہم جوئی کے پس منظر میں دو شخصیات نمایاں ہیں، ایک تو بھارتی وزیر داخلہ کرشن لال ایڈوانی جو خود کو راجا داہر کا جانشین کہتا ہے اور دوسرا مخبوط الحواس بھارتی وزیر دفاع جارج فرنانڈس جو خود تو عیسائی ہے لیکن مہا سبھائی ذہنیت کے ہندوؤں میں خود کو ہیرو ثابت کروانے کے چکر میں ایسی حرکات کرتا رہتا ہے۔ اس کے ماضی کے بیانات اور عجیب و غریب قسم کی دھمکیاں یہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ جارج فرنانڈس نے صرف اقتدار سے چمٹے رہنے کیلئے خود کو بے جے پی کی انتہا پسند قیادت کا "بیر بل" بنا رکھا ہے۔ کبھی وہ سونیا گاندھی کے خلاف عجیب و غریب قسم کی زبان استعمال کرتا ہے، کبھی وہ بوکھلاہٹ میں پاکستان کے متعلق اخلاق باختہ قسم کے ریمارکس دینے لگتا ہے اور کبھی چین کے خلاف بیان بازی شروع کر دیتا ہے۔

یہ دو شخصیات ہیں جن کا نام اس فضائی حملے کے پس پردہ لیا جا رہا ہے۔ ان دونوں نے وزیر اعظم مسٹر واجپائی کو یہ ایڈونچر کرنے پر مجبور کیا اور انہیں یہ یقین دہانی کرواتے رہے کہ ان کے اس "انقلابی اقدام" سے آمدہ انتخابات میں ہندو انتہا پسندوں کے ووٹ انہیں مل جائیں گے۔ ایسی حرکتیں بھارتی قیادت ماضی میں بھی کرتی رہی ہے لیکن اس مرتبہ ان کی توقعات کے برعکس اس ایڈونچر کی قیمت انہیں اپنے تصور سے زیادہ ادا کرنی پڑی۔ کارگل سیکٹر میں بھارتی ہزیمت کو چھپانے کیلئے بھارتی فوج بہت کچھ کرنے پر تل گئی ہے۔ بھارتی طیاروں کی تباہی کے فوراً بعد بی بی سی سے انٹرویو میں

بھارتی ایئر فورس چیف نے دعویٰ تو کر دیا ہے کہ وہ پاکستان کو "سرپرائز" دیں گے لیکن یہ صرف دعویٰ ہی ہے کیونکہ اب 71ء والا پاکستان نہیں ہے۔ دوسری طرف سترہ ہزار بھارتی فوجی ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کی مدد سے، جن میں روس کی طرف سے حاصل کردہ جدید ترین سخوئی تھرٹی جہاز بھی شامل ہیں، ان پچاس مجاہدین کے خلاف کارگل دراس شاہراہ پر تاریخ کا انتہائی خطرناک آپریشن کر رہے ہیں۔ ان فوجیوں نے مجاہدین کے خلاف جدید ترین توپخانہ استعمال کیا ہے۔ بھارتی فضائیہ مجاہدین کے ٹھکانوں پر نیپام بم برسا رہی ہے لیکن ان کی کامیابیوں کا تناسب صفر ہے۔

بھارتیوں کی طرف سے یہ دعویٰ کہ انہوں نے وہ آٹھ پوسٹیں واپس لے لی ہیں جن پر پاکستان کا قبضہ اس محدود جنگ کے ابتدائی ایام میں ہوا تھا جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بھارتی ذرائع ابلاغ میں طوفان آ چکا ہوتا اور وہ دنیا بھر کے چینلز سے اس کی نمائش کر رہے ہوتے۔ بھارتیوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ انہوں نے ایک پاکستانی فوجی کی لاش پر قبضہ کر رکھا ہے کیونکہ وہ اس کا ثبوت نہیں دے سکے البتہ ان کے ایک پائلٹ کی لاش ان کے حوالے کی جا چکی ہے، ایک گرفتار ہے اور اس سے پہلے بھارتی فوجیوں کی لاشیں بھی ان کے حوالے کی جا چکی ہیں۔

بھارتی فضائیہ نے دراس، بٹالک اور کارگل سیکٹرز میں مجاہدین کے خلاف نیپام اور کلسٹر بم برسائے۔ سخوئی 30، ایم کے جدید ترین روسی جہاز استعمال ہو رہے ہیں اور بھارتی وائس ایئر مارشل ایس کے ملک کا کہنا ہے کہ وہ مجاہدین کے خلاف مہلک ترین ہتھیار استعمال کریں گے۔

یہ کاروائی ان پانچ سو مجاہدین کے خلاف ہو رہی ہے جنہیں بھارتی کوئی اہمیت بھی دینے کیلئے تیار نہیں اور ان کے کھوکھلے دعوؤں کو بھی پرکھا جا سکتا ہے۔ چونکہ بھارتیوں

کے پاس اسباب جنگ بہت زیادہ ہے اس لئے انہوں نے کارگل سے مایوسی کے بعد اوڑی، کیرن اور راجوڑی سیکٹر میں بھی بمباری کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ پاکستان کے بے گناہ شہریوں کو جوان سرحدی علاقوں میں آباد ہیں۔ اپنی بوفورس توپوں کے گولوں اور راکٹوں کا نشانہ بنانا بھارتیوں کے نزدیک بڑا اہم جنگی کارنامہ ہے اور وہ ماضی میں بھی ایسے کارنامے دکھا چکے ہیں۔

بھارتیوں نے دوسرا بڑا ''سرپرائز'' پاکستان میں دہشت گردی کی نئی لہر چلا کر دیا ہے اور ''را'' نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پاکستانیوں کو بموں کے دھماکوں کا شکار کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب تک تین چار شہروں میں دھماکے ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ بظاہر رکتا دکھائی نہیں دے رہا کیونکہ تخریبی کاروائیوں میں خصوصی شہرت رکھنے والی بھارتی سپریم انٹیلی جنس ایجنسی ''را'' اپنے زہریلے عزائم کے ساتھ پاکستان کے خلاف ہمیشہ سرگرم رہتی ہے۔ شاید بھارتی قیادت بے گناہ پاکستانیوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنا کر کشمیر میں اپنی ہزیمت کا بدلہ چکانا چاہتی ہے۔ کسی بزدل دشمن سے اس سے زیادہ توقع کرنا بھی عبث ہے۔

ان حالات میں پاکستانی سیکورٹی ایجنسیوں کا کردار زیادہ اہم ہو گیا ہے کیونکہ اندرونی محاذ پر انہیں زبردست چیلنج کا سامنا ہے۔ وہ سیاسی عناصر جو دانستہ یا نادانستہ (کٹ آؤٹ) دشمن کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں انہیں بھی یہ بات جان لینی چاہئے کہ بہر حال ان کی آخری پناہ یہی ملک ہے۔ اگر انہیں مستقبل میں سیاست ہی کرنی ہے تو بھی انہیں پاکستان ہی کو اپنی سیاسی سرگرمیوں کا میدان بنانا پڑے گا اس لئے وہ کوئی بھی بیان خصوصاً جو بیانات غیر ممالک میں جاری کئے جا رہے ہیں، سوچ سمجھ کر جاری کریں۔ وہ لسانی گروہ جس کے مغرور سربراہ دیار فرنگ میں بیٹھ کر یہ سوچ رہے ہیں کہ

جلد یا بدیر انہیں اپنے مذموم مقاصد (خاکم بدہن) کامیابی حاصل ہو جائے گی اور وہ غیر ملکی پاکستان اور اسلام دشمن ایجنسیاں جن کے ایجنٹ بن کر وہ پاکستانی عوام کو ورغلا رہے ہیں، انہیں بھی چاہئے کہ احمقوں کی جنت سے باہر نکل کر حالات کی سنگینی اور زمینی حقائق کا ادراک کریں کہ یہ ملک قائم رہنے کیلئے وجود میں آیا تھا اور انشاء اللہ اسی طرح قائم ودائم رہے گا۔

بھارتیوں نے اپنی ہزیمت کا بدلہ چکانے کیلئے اپنی دانست میں سامان حرب و ضرب کا سہارا لیا تھا اور اپنی عددی برتری کے بل پر چاہتا تھا کہ پاکستان کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں تبدیل کر دے لیکن ناکامی ہی اس کا مقدر بنی اور ہر طرف سے ناکام ہو کر اب پاکستان پر گھناؤنے الزامات لگانے شروع کر دیئے ہیں جن میں سے ایک الزام یہ بھی ہے کہ پاکستانی فوج نے بھارتی پائلٹ کو زندہ گرفتار کرنے کے بعد گولی ماری ہے۔ ظاہر ہے اسے کھسیانی بلی کھمبا نوچے ہی کہا جاتا ہے دنیا کا کوئی بھی ذی ہوش اس الزام کو تسلیم نہیں کرے گا بہر حال دشمن سے کوئی بھی توقع کی جا سکتی ہے اور عین ممکن ہے اگلے چند دنوں میں اپنی خفگی مٹانے کیلئے وہ کوئی بڑا حملہ کسی اور محاذ پر کرے۔

6 مئی کو بھارتی ہیڈ کوارٹر کو اپنی ایک گشتی ٹیم کی طرف سے ملنے والی اس اہم اطلاع نے چونکا کر رکھ دیا کہ "دراس" ایریا میں "ککر تھنگ" (Kukarthang) کی چوٹی پر دس کشمیری مجاہدین مورچہ بند ہو کر بیٹھے ہیں۔ بھارت کی اس آرمی پٹرول نے جب انہیں چیلنج کیا تو جواب میں ہونے والی فائرنگ نے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ مقامی فورس کمانڈر نے پہلے اپنی سطح پر ان مجاہدین سے نمٹنا چاہا اور ان کی سرکوبی کیلئے بھارتی کمانڈوز کی مختلف پلاٹون کو روانہ کیا گیا لیکن دوسری طرف سے ہونے والے جوابی حملوں نے بھارتیوں کے ارادوں پر اوس ڈال دی اور انہیں پہلی مرتبہ خلاف توقع بہت سخت مزاحمت کا سامنا کرنے کے بعد پسپائی اختیار کرنا پڑی جس کے بعد بڑے حملے کی حکمت عملی تیار کی گئی۔

بارہ مئی کو بھارتی پٹرول پارٹیوں کا ایک اور مقابلہ بٹالک کارگل ایریا میں مجاہدین کے ایک اور گروپ سے ہو گیا جنہوں نے ایک اہم پوزیشن پر قبضہ کیا ہوا تھا اور بھارتی آرٹلری کے زبردست یکے بعد دیگرے حملوں کے بعد بھی انہیں اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں جا سکا۔

تیرہ مئی کو بھارتیوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے جب مجاہدین نے اچانک حملہ کر کے دراس کے شمال میں ایک اہم تزویراتی نوعیت کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور بھارتی فوج کی طرف سے گن شپ ہیلی کاپٹروں کی قیادت میں شدید حملے کے باوجود نہ صرف مجاہدین کا قبضہ برقرار رہا بلکہ انہوں نے بھارتی افواج کو دھکیل کر "وادی مشکوہ" پر چڑھائی کر دی۔ ان حملوں سے بھارتی سنبھل نہیں پائے تھے جب ایڈوانس انٹیلی جنس یونٹوں کی طرف سے خبر ملی کہ پاکستانی ہیلی کاپٹروں نے اس ایریا کی فوٹو گرافی کی اور کامیابی سے واپس لوٹ گئے۔

بھارتی آرمی ہیڈ کوارٹر کو اس صورتحال سے بوکھلا کر رکھ دیا۔ 6 مئی کو بھارتی پٹرول پارٹی سے مجاہدین کی جھڑپ کے بعد بھارتی وزیر دفاع جارج فرنانڈس کو بریفنگ کیلئے ہیڈ کوارٹر میں بلا کر مجاہدین کی موجودگی سے باخبر کر دیا گیا۔ بارہ سے چودہ مئی کے دوران جارج فرنانڈس نے جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف آف دی نارتھ کمانڈ لیفٹیننٹ جنرل ایچ ایم کھنہ اور 15 ویں کور کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل کرشن پال کے ساتھ سرینگر کا دورہ کیا جہاں انہیں تازہ صورتحال پر بریفنگ دی گئی اور بتایا گیا کہ مجاہدین نے اچانک حملہ کر کے اہم چوٹیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

بھارتی فوج کی طرف سے پہلے 8 مئی اور پھر 15 مئی اور 16 مئی کے درمیان یکے بعد دیگرے مجاہدین کے خلاف جدید ہتھیاروں سے لیس اور اس علاقے میں جنگ کی مہارت رکھنے والے کمانڈوز کی کئی پلاٹون یکے بعد دیگرے بھیجی گئیں لیکن انہیں زبردست جانی نقصان اٹھا کر پسپائی کرنا پڑی اور بھارتیوں کو پہلی مرتبہ شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ ان کا مقابلہ منتشر مجاہدین کے بجائے کسی مربوط اور انتہائی تربیت یافتہ فوج سے آن پڑا ہے۔

بھارتیوں نے اپنی دانست میں مجاہدین کی مین لائن کاٹنے کیلئے کنٹرول لائن پر پاکستانی مورچوں پر تباہ کن گولہ باری شروع کر دی۔ وہ اس طرح مجاہدین کے عقب کو غیر محفوظ کرنا چاہتے تھے لیکن پاکستانی توپخانے کی جوابی فائرنگ انتہائی موثر اور پریشان کن تھی۔ 9 مئی کو پاکستان آرٹلری کے حملے نے بھارتیوں کا کارگل ٹاؤن میں موجود اسلحے کا مرکزی ڈپو تباہ کر دیا جس کے بعد اس ایریا میں موجود آرمی کی اعلیٰ قیادت نے ہاتھ کھڑے کر دیئے اور ائرفورس کی مدد مانگنے کے لئے دہلی میں وائس چیف آف آرمی سٹاف لیفٹیننٹ چندرا شیکھر کی کمانڈ میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں بھارتی پیدل فوج کی طرف سے مجاہدین کے خلاف آپریشن میں ناکامی کا سخت نوٹس لیا گیا اور ائرفورس سے باقاعدہ مدد کی درخواست کر دی گئی۔ جب یہ تجویز کیبنٹ آف سیکورٹی (سی سی ایس) کے سامنے پیش ہوئی تو اس کی زبردست مخالفت اس بنیاد پر کی گئی تھی کہ اس سے بھارت کی سبکی ہو گی۔

21 مئی کو بھارتی آرمی چیف جنرل وی پی ملک بیرونی دورے کو مختصر کر کے واپس لوٹا اور ایک اہم بریفنگ میں شرکت کے بعد اس نے اصولی طور پر ائرفورس سے مدد لینے کی منظوری دیدی۔ اس دوران 21 مئی کو بھارتیوں کو ایک زبردست جھٹکا جب ایک "کینبرا اسروے جہاز" مجاہدین کی پوزیشنوں کا جائزہ لینے کارگل پر اڑ رہا تھا کہ مجاہدین کے چلائے ہوئے میزائل سے تباہ ہو کر بمشکل "کریش لینڈنگ" کر پایا۔

اس خبر نے بھارتی جی ایچ کیو کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ 23 مئی کو جنرل ملک نے سرینگر کا انتہائی خفیہ دورہ کرنے کے بعد صورتحال کا جائزہ لے کر ائرفورس کی انتہائی مدد لینے فیصلہ کیا۔ 24 مئی کو اس نے ائر وائس مارشل اے۔ پی۔ ٹپنی سے مشاورت کی۔ یہ اہم میٹنگ ملٹری آپریشن روم آف ملٹری ڈائریکٹوریٹ آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہوئی تھی۔

25 مئی کی صبح کو ائر مارشل ٹپنی اور جنرل ملک نے اپنا کیس سی ایس ایس کمیٹی کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر ائرفورس کی بھرپور مدد نہ لی گئی تو مجاہدین کارگل پر قابض ہو جائیں گے اور صورتحال بالکل بدل کر رہ جائے گی جس پر "سی ایس ایس کمیٹی" نے "بھارت ماتا کی رکھشا" کیلئے ایئر آپریشن منظور کر دیا۔ 26 مئی کو بھارتی ائرفورس کے حملوں کا آغاز ہوا اور 27 مئی کو بھارت کے 2 مگ جہاز پاکستانی ایریا میں تباہ ہوئے جن میں سکواڈرن لیڈر راے۔ آہوجا مارا گیا اور فلائٹ لیفٹیننٹ کے۔ ناچی کیتا گرفتار ہو گیا۔ تب سے آج تک بھارتی حملوں میں روز بروز شدت آتی جا رہی ہے۔

کارگل تک رسائی کیلئے بھارت کے پاس دو زمینی راستے ہیں۔ ایک لیہہ منالی کا راستہ ہے جو سال میں آٹھ ماہ برفباری کی وجہ سے بند رہتا ہے۔ دوسری سرینگر سے سونا مرگ کے راستہ کارگل جانے والی سڑک ہے جس پر آمدورفت مجاہدین نے ناممکن بنا دی ہے اور اس سڑک کے علاوہ فی الوقت بھارتی فوج کے لئے سیاچن جانے کیلئے کوئی راستہ باقی نہیں بچا۔

28 مئی کو بھارتی آرمی کی ایک ٹورسٹ بس کی سرینگر میں "گوری پاس" کے نزدیک مجاہدین کے ہاتھوں تباہی کے بعد سے مقبوضہ کشمیر کی کٹھ پتلی سرکار اور آرمی کے درمیان سخت تناؤ پیدا ہو چکا ہے۔ 15 ویں کور کے کمانڈر کرشن پال اور سٹیٹ چیف سیکرٹری اشوک جیٹلی کے درمیان کارگل کی صورتحال پر ہونے والی تلخ بحث بھارتی میڈیا میں زیر بحث ہے، فاروق عبداللہ کو گلہ ہے کہ آرمی کی طرف سے انہیں عسکری صورتحال سے بالکل لاعلم رکھا جاتا ہے۔

بھارت کی طرف سے مجاہدین پر فضائی حملوں کا آغاز 26 مئی کی صبح ہوا۔ سب سے پہلے کارگل پر حملے کئے گئے۔ ان حملوں میں بھارتی فضائیہ کے مگ 21 سونگ ونگ

مگ 27 اور ایم آئی۔ 17 ہیلی کاپٹروں نے حصہ لیا۔ یہ فضائی مہمات پٹھانکوٹ اور سرینگر کے ہوائی اڈوں سے روانہ کی گئیں اور ان کا پہلا ہدف مجاہدین کا بیس کیمپ پوائنٹ نمبر 4590 جو دراس کے قریب موجود ہے، تھا۔ مجاہدین کی یہ بہت اہم پوزیشن ہے جس سے وہ لیہہ کارگل روڈ کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ بھارتی فضائیہ کی طرف سے مجاہدین پر حملوں کا سلسلہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک جاری رہا لیکن اس میں مطلوبہ نتائج حاصل نہ کئے جا سکے جس پر دوپہر کے بعد اگلا حملہ بٹالک میں مجاہدین کی پوزیشنوں پر کیا گیا جہاں بھارتیوں کو ایسا "سرپرائز" ملا جس نے بھارتی عسکری قوت کو ہلا کر رکھ دیا۔

جیسے ہی بھارتی طیاروں نے میزائلوں اور بموں کی بارش تمام کی، یہ جانتے ہوئے کہ اب مجاہدین ختم ہو چکے ہیں ایم آئی۔ 17 ہیلی کاپٹر حملہ آور ہوئے لیکن جیسے ہی پہلا گن شپ آگے بڑھا اس پر لگنے والے "سام میزائل" نے اس کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے جس کے ساتھ ہی فضائی حملوں کا سلسلہ بند ہو گیا کیونکہ خلاف توقع مجاہدین کے پاس زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائل کی موجودگی نے بھارتیوں کو بوکھلا کر رکھ دیا۔

مجاہدین کے پاس سام میزائلوں کی موجودگی کو بھارتی انٹیلی جنس سسٹم کی ناکامی سمجھا جا رہا ہے اور اس ضمن میں بھارت کے عسکری حلقوں میں زبردست تناؤ جاری ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس کی طرف سے اس ناکامی کی تمام تر ذمہ داری "را" پر عائد کی جا رہی ہے جبکہ "را" اسے ملٹری انٹیلی جنس کے کھاتے میں ڈال رہی ہے۔

بھارتی نظام ہائے جاسوسی میں "جوائنٹ انٹیلی جنس" کمیٹی کو اہم حیثیت حاصل ہے جہاں مختلف ایجنسیوں کی طرف سے جمع ہونے والی "اطلاعات" کو متعلقہ اداروں

تک پہنچایا جاتا ہے اور جوابی حکمت عملی ترتیب دی جاتی ہے۔ ایک عرصے سے "را" نے جوائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی کو بالکل کارنر کیا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان میں سابق بھارتی ہائی کمیشن اور بھارتی نیشنل سیکورٹی کونسل کے موجودہ سربراہ ستیش چندرا پر زبردست تنقید کی جا رہی ہے جو "را" کی ضرورت سے زیادہ پشت پناہی کرتے ہیں۔

ملٹری انٹیلی جنس کی طرف سے یہ جواز پیش کیا جا رہا ہے کہ "را" کا پاکستان میں "فیلڈ ایجنٹوں" کا بڑا نظام موجود ہے اور اس کے سپیشل سرویلنس ائر کرافٹ پاکستان کے خلاف جاسوسی میں مصروف رہتے ہیں جبکہ "را" کا اپنا مانیٹرنگ سسٹم اس کے علاوہ ہے۔ اتنی بے شمار سہولیات کے باوجود آخر "را" کو مجاہدین کے اس علاقے میں اچانک اجتماع اور ان کے پاس "سام" جیسے مہلک ہتھیار کی موجودگی کا علم کیوں نہ ہو سکا؟

"را" کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ بھارتی گن شپ ہیلی کاپٹر کی مجاہدین کے ہاتھوں تباہی کی ذمہ دار بھارتی ائر فورس ہے جس نے اپنا آپریشن پلان کرتے ہوئے ممکنہ مداخلت کو نظر انداز کر دیا جبکہ انہیں جوابی اقدام کا پہلے ہی سے خیال رکھنا چاہئے تھے اور جواب ملنے کی صورت میں ممکنہ حکمت عملی بھی تیار کرنی چاہئے تھی۔

بھارتی فوج کیلئے یہ محاذ ناکامیوں کی مسلسل داستان سنا رہا ہے۔ بھارتی فوج جن ہتھیاروں سے مسلح ہو کر مجاہدین کے خلاف میدان میں اتری ہے، ان میں نزدیکی لڑائی کے لئے بہترین مانی جانے والی مارٹر گنیں، بڑے علاقے میں فائرنگ کیلئے بہترین مانے جانے والے "ملٹی بیرل راکٹ" 105 ملی میٹر کے ہاؤزر اور بوفورس توپیں، چیتا ہیلی کاپٹر، ایم آئی 8/17 کمپ اسالٹ ہیلی کاپٹر، الیکٹرونک ہتھیاروں سے مسلح اور گراؤنڈ اٹیک کیلئے بہترین مانے جانے والے مگ 21 اور مگ 27 طیارے موجود ہیں اور ان کے مقابلے میں مجاہدین کے پاس مشین گن، چھوٹی ہاؤزر توپیں، مارٹر یا پھر بھارتی ذرائع ابلاغ

کے مطابق سام میزائل ہیں۔

ان حالات میں بھارتی فوج کی مسلسل ناکامی کے بعد یہ بات با آسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر اسی نوعیت کی کارروائی کچھ عرصہ پہلے ہوگئی ہوتی تو آج شاید مسئلہ کشمیر باقی نہ رہتا۔

○

15 جون کو "جہاد کشمیر" میں علی محمد ہمدانی نے سرینگر سے جو رپورٹ روانہ کی اس کے مطابق صورت حال کچھ اس طرح تھی۔

سری نگر میں جنگ کا سماں ہے۔ جہاز اور ہیلی کاپٹر اڑ رہے ہیں، آرہے اور جارہے ہیں۔ اس سے پہلے کئی روز تک فوجی گاڑیوں کے قافلے شمال کی جانب رواں دواں رہے--- لیکن دو روز پہلے کارگل سے مجاہدین کے مورچوں کو توڑنے کے لئے بھارت کی افواج نے فضائی حملے شروع کئے ہیں۔ دعوے تو بہت کئے جارہے ہیں کہ سینکڑوں مجاہدین شہید کردیئے گئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بھارتی افواج کو وادی اور جموں کے بعد لداخ کے علاقے کارگل میں مجاہدین کے ہاتھوں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ گزشتہ ہفتے یہاں سری نگر میں انڈین آرمی کے اعلیٰ افسر بشمول آرمی چیف آئے اور کارگل سیکٹر میں اپنی فوج کی تیس برس میں پہلی بڑی شکست کا اعتراف کیا۔ اس شکست کا عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ بھارتی جرنیلوں کے اپنے بیان کے مطابق مجاہدین اور ان کے مددگار پاکستانی فوجیوں کی تعداد تین سو سے کم ہے، جبکہ بھارتی فوج کی تعداد جسے چھینی ہوئی چوکیاں واپس لینے کا کام سونپا گیا ہے، ایک ڈویژن کے برابر ہو چکی ہے۔

بھارتی فوج کو کارگل میں مہم جوئی کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑرہی ہے، پاکستانی فوج کے ہاتھوں انتہائی اہم دفاعی مقامات گنوانے کے بعد اس نے مجاہدین کی تلاش کے بہانے اپنی فضائیہ کا استعمال شروع کردیا۔ مجاہدین کی تلاش تو محض بہانہ تھا دراصل وہ پاکستانی فوج کو نشانہ بنانا چاہتی تھی۔ لیکن اس نے منہ کی کھائی، پہلے روز ہی اس کے دو مگ طیارے پاکستان کی انٹی ایئر کرافٹ گنوں نے مار گرائے۔ مگ ۲۱ اور مگ ۲۷ کا ملبہ پاکستانی علاقوں میں گرا۔ مگ 27 کا پائلٹ لیفٹیننٹ ناچی کیتا جہاز کی تباہی کے بعد پیرا شوٹ کے ذریعے پاکستانی علاقے میں اترا تو پاک فوج نے اسے پکڑ لیا۔ جبکہ مگ 21 کا پائلٹ سکواڈرن لیڈر راوجا طیارے کی تباہی کے ساتھ ہی مارا گیا۔ بھارت نے بھی اپنے فوجی طیاروں کی تباہی کا اعتراف کرلیا ہے۔ شنید ہے کہ بھارتی فضائیہ کا ایک طیارہ اس کے اپنے علاقے میں گر کر تباہ ہوگیا ہے، تاہم اس کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ دوسری طرف چار سو گاڑیوں پر مشتمل بھارتی فوج کا ایک قافلہ کارگل پہنچ گیا ہے، کپواڑہ سے ایک بریگیڈ بھی کارگل بھیج دیا گیا ہے۔ نئی دہلی سے بھی بھارتی فوجی کارگل کے لئے روانہ ہوگئے ہیں۔ تادم تحریر یہ سلسلہ جاری ہے۔

کارگل سیکٹر سے یہاں کے اخباروں میں پہلی خبر مئی کے آغاز میں چھپی تھی۔ بھارتی فوج کی خبر میں کہا گیا کہ پاک فوج اور طالبان سے تعلق رکھنے والے کچھ غیر ملکی "دہشت گردوں" نے کنٹرول لائن عبور کرنے کی کوشش کی، مگر ان کی کوششیں ناکام بنادی گئی ہیں، لیکن حسب روایت یہ خبر غلط نکلی۔ اصل حقائق اس کے برعکس یہ تھے کہ چھ مئی کو لداخ میں بھارتی فوج کو اس وقت ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جب اس نے دریائے شیوک کے اوپر واقع پاکستانی پوسٹ پر حملہ کیا۔ دراصل بھارتی فوج کے لئے یہ بہت بڑی خبر تھی، وہ اس پوسٹ پر قبضہ جماکر نہ صرف سیاچن پر

واقع مقبوضہ چوکیوں کو مزید مضبوط کر سکتے تھے۔ بلکہ کنٹرول لائن کی دوسری طرف پیش قدمی کر کے سیاچن کے لئے پاک فوج کا راستہ مخدوش بنا سکتے تھے۔ لیکن "شیوک پوسٹ" خلاف توقع بھارتی فوجیوں پر آگ اگلنے لگی اور بھارتی فوجی اپنی لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ یہ کارگل کے محاذ پر تازہ جنگ اور مجاہدین کی کامیابیوں کا نکتہ آغاز تھا۔ اس کے بعد چند روز کے اندر اندر کارگل کی اہم پہاڑی چوٹیوں پر مجاہدین نے قبضہ کر کے سیاچن تک بھارت کی رسائی کو محال بنادیا۔

کارگل تک رسائی کے لئے بھارت کے پاس دو زمینی راستے ہیں۔ ایک لیہہ منالی کا راستہ ہے جو ہر سال برف کے تودے گرنے کی وجہ سے ٹوٹتا ہے اور اس کی مرمت پر کروڑوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔ دوسری سری نگر سے سونا مرگ کے راستے کارگل جانے والی سڑک ہے جسے صف شکن مجاہدین نے تازہ کاروائی کر کے بھارتی فوج کے لئے ناقابل استعمال بنادیا ہے۔ اس راستے سے بھارتی فوج کی نقل و حرکت رک جانے سے سیاچن تک فوجی کمک اور خوراک پہنچانے کا زمینی راستہ مسدود ہو گیا ہے۔

بھارتی فوج مجاہدین اور بعض جگہوں پر پاک فوج کو پیچھے دھکیلنے کے لئے بھرپور زور لگا رہی ہے مگر ابھی تک اسے نقصان پر نقصان اٹھانے کے سوا کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ بھارتی کمانڈر کہہ چکے تھے اور سری نگر سے شمال مشرق کی جانب جانے والی بھارتی فوجی گاڑیوں کی قطاریں بھی زبان حال سے کہہ رہی تھیں کہ مجاہدین کو پیچھے دھکیلنے کے لئے جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں، چنانچہ فضائی حملہ کیا گیا۔

لداخ مقبوضہ ریاست کا تیسرا صوبہ ہے۔ اس کے دو اضلاع لیہہ اور کارگل ہیں۔ لیہہ میں بودھوں کی اکثریت ہے جبکہ کارگل میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہے۔ ہمالیہ کے انتہائی شمال میں واقع لداخ وسیع و عریض علاقہ ہے۔ اس کا بڑا حصہ بنجر پہاڑوں اور

ننگی چٹانوں پر مشتمل ہے۔ مگر عسکری اعتبار سے یہ بہت اہم علاقہ ہے۔ دنیا کا بلند ترین محاذ جنگ سیاچن اسی علاقے کے شمال میں واقع ہے۔ یہ علاقہ جس میں اس وقت جنگ ہو رہی ہے انتہائی سرد ہے۔ اس کے قریب ہی سیاچن ہے جہاں گرمی کے دنوں میں بھی درجہ حرارت منفی 35 سے منفی 50 ڈگری سینٹی گریڈ تک رہتا ہے۔

پاکستان پر عسکری برتری حاصل کرنے کے لئے بھارت نے اس علاقے پر قابض ہونے کی کوششیں قیام پاکستان کے بعد سے ہی شروع کر رکھی ہیں۔ 1971ء کی جنگ میں بھارت اس وقت کسی حد تک اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا جب اس نے کارگل کی بلند چوٹیوں پر جو اس وقت تک پاکستان کے قبضے میں تھیں نہ صرف قبضہ کر لیا بلکہ دو پاکستانی پوسٹوں پر بھی قابض ہو گیا، اب سیاچن تک رسائی کے لئے "دریائے شیوک" بھارتی آرزوؤں کے راستے میں واحد رکاوٹ تھا، بھارت اس دریا پر بھی پل تعمیر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سے پہلے سری نگر لیہہ روڈ ہی واحد قابل عمل سڑک تھی جو بھارت کو اس علاقے تک رسائی فراہم کرتی تھی، مگر یہ بھی اکثر پاکستانی توپوں کی زد میں رہتی تھی لیکن 71ء میں پاکستانی فوج کو اہم چوکیوں سے پچاس کلومیٹر پیچھے دھکیلنے کے بعد یہ راستہ بھارتی فوج کے لئے محفوظ ہو گیا۔

مجاہدین کی حالیہ کارروائی سے سارا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ اس کارروائی سے پاکستان کو کارگل کے علاقے میں برتری ہی حاصل نہیں ہوئی اور پاکستان 1971ء کی پوزیشن دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہی نہیں ہوا، بلکہ بھارت دفاع کرنے کی پوزیشن سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ بھارت نے جس طرح مقبوضہ کشمیر پر قبضہ جمایا، اسی طرح وہ سیاچن پر بھی خاموشی سے حملہ آور ہوا تھا۔ وہ سیاچن پر قبضے کے بعد پاکستان کو شمالی علاقوں سے محروم کرنا چاہتا تھا، لیکن شمالی علاقوں سے بے دخل کرنے کا

بھارتی خواب پاک فوج کی بے مثال قربانیوں نے اب تک ناکام بنائے رکھا ہے۔ تاہم بھارتی فوج اکثر پاک فوج کو غافل پاکر حملہ کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ جولائی 1995ء میں بھی پاک فوج نے بھارتی فوج کی ایک اسی طرح کی جارحانہ کوشش کو ناکام بنادیا تھا۔ اس بار بھی پاک فوج بھارتی فوج کے ارادے کا پہلے ہی ادراک رکھتی تھی، چنانچہ انہوں نے حملے کے وقت پوسٹ خالی کردی تھی۔ یہ دراصل بھارتی فوج کے لئے ایک جال تھا، سترہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع اس پوسٹ پر قبضہ کرنے کے لئے ہندوستانی فوج جیسے ہی آگے بڑھی، دائیں بائیں گھات میں بیٹھے پاک فوج کے جوانوں نے یکبارگی حملہ کر کے دشمن کو زخم چاٹنے پر مجبور کردیا، حملہ آور فوجیوں کی صحیح اموات کا کچھ اندازہ نہیں، تاہم وہ اپنی ایک لاش شیوک پوسٹ کے قریب ہی چھوڑ گئے تھے۔

اس علاقے میں کنٹرول لائن کے دونوں طرف سترہ سے انیس ہزار فٹ کی بلندی پر فوجی چوکیاں قائم ہیں۔ ستمبر، اکتوبر میں ناقابل برداشت سردی کی وجہ سے یہ پوسٹیں خالی کردی جاتی ہیں جو اپریل اور مئی میں دوبارہ ''آباد'' ہو جاتی ہیں۔ آکسیجن کم ہونے کی وجہ سے میدانی علاقوں سے تعلق رکھنے والے فوجیوں کو شدید مشکلات کا سامنا رہتا ہے، چنانچہ یہاں عموماً پہاڑی علاقوں سے تعلق رکھنے والے جوانوں اور افسروں کو تعینات کیا جاتا ہے۔ پاک فوج نے بھارتی فوج کو شیوک سے نکالنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر انجانے میں بھاری نقصان سے دوچار کر کے مزید پسپائی پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد ان کی ہزیمت اور مجاہدین کشمیر کی یلغار کا سلسلہ دراز تر ہو گیا۔

پاک فوج کی اس جرات مندانہ کارروائی سے مقبوضہ کشمیر کے عوام کے حوصلے بہت بلند ہوئے۔ شمالی علاقے کے مجاہدین کی خاصی تعداد پہلے ہی مقبوضہ کشمیر کے جہاد میں شریک رہے ہیں۔ حزب المجاہدین یہاں کئی موثر کارروائیاں کر چکی ہے، لیکن

بھارتی میڈیا نے یہ خبر دنیا میں سنا کر قطعی بے پر کی اڑائی کہ 13 اور 14 مئی کی درمیانی رات چار سو کے قریب مجاہدین کا کارگل کے علاقے میں خاصے اندر تک گھس آئے مغربی ممالک کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے بھارت نے شور مچایا کہ ''طالبان'' آگئے ہیں۔ مجاہدین نے بھارتی فوج کے ایک اسلحہ ڈپو کو نشانہ بنایا اور بعض اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے کیمپ پر میزائل حملہ کیا۔ اسلحہ ڈپو میں آگ لگنے سے دھماکے ہوئے جس سے ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ ڈپو میں موجود میزائل دور دور تک جاگرے۔

ان دھماکوں سے پورا علاقہ لرز اٹھا۔ بھارتی فوج کے لئے یہ حالات قطعاً غیر متوقع تھے۔ کیمپ میں موجود کئی فوجی ہلاک ہوئے، البتہ بھارتی فوجی ترجمان نے مزید تفصیلات بتانے سے انکار کردیا۔ یہ بات یقینی ہے کہ مجاہدین نے گزشتہ پندرہ روز میں دراس اور کارگل کی چوٹیوں پر قبضہ کرنے کے بعد دوسری جانب سے وادی مشکو تک بھی رسائی حاصل کرلی ہے۔ جنرل کرشن پال نے یہاں وادی کے دارالحکومت میں اپنی پریس کانفرنس میں تسلیم کیا کہ بھارتی پوسٹوں پر قابض ہونے والے افراد کے بارے میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ وہ پاکستانی فوجی ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجاہدین نے جن پوسٹوں پر قبضہ کیا وہ 1971ء میں پاکستانی فوج سے چھینی گئی تھیں۔ یہ جنگ بندی لائن کے قریبی علاقے میں واقع ہیں۔ ان چوکیوں پر متعین بھارتی فوج کا کوئی بھی جوان زندہ بچ نکلنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ بھارتی میڈیا اس امر کی تصدیق کر چکا ہے کہ مجاہدین نے ایک گشتی پارٹی کو ہلاک کر کے 35 کلومیٹر کے علاقے میں موجود چار پوسٹوں پر قبضہ جما لیا ہے۔ کارگل سے دراس تک کا درمیانی فاصلہ محض نو کلومیٹر ہے۔ سرینگر سے کارگل جانے والی سڑک

ان پوسٹوں پر قبضے سے براہ راست مجاہدین کی زد میں آ گئی ہے۔ مجاہدین کی ہلکی مشین گنیں اور راکٹ اس سڑک پر جب چاہیں حملہ کر کے راستہ بند کر سکتے ہیں۔ اس طرح یہ سڑک بھارتی فوج کے لئے قطعی طور پر نا قابل استعمال ہو گئی ہے۔

سرینگر کارگل روڈ بند ہونے کی وجہ سے بھارت کے لئے سیاچن اور لداخ کا دفاع خطرے میں پڑ گیا ہے۔ سیاچن پر بھارت کی ایک بریگیڈ فوج تعینات ہے، جس پر اس کے روزانہ پانچ کروڑ روپے اخراجات اٹھتے ہیں۔ زمینی راستہ کٹ جانے سے ان اخراجات میں کئی گناہ اضافہ ہو جائے گا۔ کارگل، لیہہ اور لداخ کے دوسرے علاقوں میں پندرہویں کور کی تین ڈویژن فوج تعینات ہے۔ یہ علاقہ ایک اور زمینی راستے سے ہماچل پردیش سے بھی ملتا ہے، لیکن 22 ہزار فٹ بلند چوٹیوں سے گزرنے کے باعث سالہا سال سے بند ہے۔ چنانچہ اس علاقے تک اسلحہ اور خوراک کی رسد کے لئے بھارت کے پاس ہیلی کاپٹروں کے استعمال کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں جو بھارت جیسے غریب ملک کے لئے کافی مہنگا سودا ہے، چنانچہ بھارت نے اگر کشمیر کے اس حصے اور سیاچن پر قبضہ برقرار رکھنا ہے تو ان علاقوں کو جلد از جلد واپس لینے کے سوا اس کے پاس کوئی اور راستہ نہیں۔

بھارتی وزیر دفاع جارج فرنانڈس نے 13 مئی کو نئی دہلی میں ایک بیان میں دعویٰ کیا کہ کارگل میں بھارتی چوکیوں پر قبضے سے متعلق خبریں غلط اور بے بنیاد ہیں۔ جو در انداز اس علاقے میں گھسے ہیں، انہیں چوبیس گھنٹے کے اندر نکال باہر کیا جائے گا، تادم تحریر لڑائی کو بیس دن گزر چکے ہیں، مگر بھارتی وزیر کے الفاظ ابھی تک حقیقت کا جامہ پہننے سے محروم ہیں، مجاہدین کا قبضہ ختم کرنے کی کوششیں بہت کی گئی ہیں۔ پندرہویں کور کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل کرشن پال اور لداخ میں بھارتی فوج کے تیسرے ڈویژن

کے سربراہ جنرل آفیسر کمانڈنگ میجر جنرل بدھوار مجاہدین کے خلاف جوابی کارروائی کے لئے علاقے میں پہنچے۔ کپواڑہ سے نو اور دس نمبر کمپنیوں کے سپیشل کمانڈوز کو طیاروں کے ذریعے علاقے میں پہنچایا گیا۔ مجاہدین کے خلاف عجلت میں کارروائی کی گئی، لیکن بھارتی فوج کو خفت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آ سکا۔ بھارت کے فوجی جوانوں کی ایک بڑی تعداد اس حملے میں کام آئی۔ حملے میں بھاتی فوج نے ٹینک شکن میزائل اور بوفورس توپیں اور گن شپ ہیلی کاپٹر بھی استعمال کئے۔ یہ کارروائی اٹھارہ مئی تک کرشن پال کی زیر نگرانی ہوتی رہی مگر نتیجہ یہ رہا کہ زخمی فوجیوں کی مرہم پٹی کے لئے کارگل کا سول ہسپتال خالی کرانا پڑا، ہسپتال جلد ہی زخمیوں سے بھر گیا۔ بھارتی اخبار "ایشین ایج" کے مطابق بیس افسروں سمیت پچاس بھارتی فوجی اس جنگ میں ہلاک ہوئے۔ "دی ہندو" نے زخمی ہونے والے فوجیوں کی تعداد 169 بتائی۔

بھارت کے دفاعی ذرائع نے اپنے ہونے والے نقصانات پر بالکل چپ سادھ رکھی ہے۔ ظاہر ہے بھارت بڑی جنگ کی تیاری کر رہا تھا۔ کارگل، دراس، کاکسر، ہرداس، سینڈرماں اور کھریو سمیت متعدد علاقے خالی کروائے گئے اور بڑے پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ 17 مئی کو بھارتی فوج نے کارگل اور دراس کے درمیانی علاقے میں پیش قدمی کرنے کی کوشش کی جو ناکام بنا دی گئی۔ اس کارروائی میں ایک کپتان سمیت پانچ فوجی ہلاک ہوئے۔ اٹھارہ مئی کو پاکستانی فوج کی گولہ باری سے انڈو تبت بارڈر فورس کا کیمپ تباہ ہو گیا اور اس میں موجود تمام فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ بھارتی فوج کے لئے صورت حال کی سنگینی کا اندازہ جنرل کرشن پال کی 19 مئی کی پریس کانفرنس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جس میں انہوں نے کہا، کارگل اور دراس سیکٹروں میں تین سے چار سو تک درانداز (مجاہد) گھس آئے ہیں۔ لگتا ہے وہ سب خود

کشتی مشن پر کام کر رہے ہیں۔ یہ درانداز مورچے بنا کر ان پر مضبوطی سے قابض ہوگئے ہیں۔ انہیں وہاں سے نکالنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے قریب جاکر دو بدو لڑائی لڑی جائے۔ جنرل پال نے کہا چونکہ یہ درانداز دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں پوزیشن لئے ہوئے ہیں، اس لئے ان کے خلاف آپریشن شروع کرنے میں وقت لگے گا۔ درانداز پہاڑوں کی بالائی چوٹیوں پر مورچے سنبھالے ہوئے ہیں جہاں سے وہ بھارتی فوجیوں پر فائر کر کے انہیں جانی اور مالی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ مسٹر پال کے مطابق پاکستانی فوج بھارتی ٹھکانوں پر گولہ باری کے ذریعے دراندازوں کی پشتیبانی کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں ان کو رسد بھی پہنچائی جا رہی ہے۔ بھارتی فوج دراندازوں کو محاصرے میں لینے اور سپلائی لائن کاٹنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جنرل پال نے یہ تسلیم کیا کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ درانداز پاکستانی فوجی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ دراندازوں کو پاکستانی فوج کی براہ راست حمایت حاصل کرنے کے باوجود پاک بھارت جنگ چھڑ جانے کا کوئی امکان نہیں۔ جنرل پال نے کہا صرف بارہ بھارتی فوجی ہلاک اور 47 زخمی ہوئے ہیں۔ جنرل پال کے دعوے کے برعکس اب بھارتی ذرائع ابلاغ کھلے عام اور عسکری ذرائع دبے لفظوں میں اڑھائی سو فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ دوسری طرف پاکستان کے تین فوجی بھی شہادت کی منزل سے ہمکنار ہوئے۔

ایک اعلیٰ بھارتی فوجی افسر نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست کے ساتھ یہاں ایک مقامی صحافی کو بتایا ہے کہ مرنے والوں کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ اس افسر نے یہ بھی بتایا کہ مجاہدین نے مقامی چرواہوں کے بھیس میں فوج کے خلاف کارروائی کی۔ فوجی اہلکار کے بقول مجاہدین نے بھارتی سرحدی چوکیوں کی سپلائی لائن کاٹ دی جسے بحال کرنے کے لئے فوج ایک بڑی کارروائی کی تیاری کر رہی ہے۔ اب یہ بات

واضح ہوگئی ہے کہ مجاہدین کو اپنے دشمن کے خلاف یہ فائدہ حاصل ہے کہ وہ پہاڑی مورچوں میں محفوظ ہیں اور دشمن ان کی گنوں کے سامنے آئے بغیر ان مورچوں پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ فضائی حملوں سے بھی مجاہدین کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

جنرل پال کا یہ دعویٰ کہ پاک بھارت جنگ نہیں ہوگی، محض ایک فوجی چال ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ تمام سیکٹروں میں اضافی کمک پہنچا دی گئی ہے۔ سری نگر کے فوجی ایئرپورٹ پر ساٹھ کے قریب لڑاکا طیارے حملے کے حکم کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ پاکستان پر دباؤ بڑھانے کے لئے پوری جنگ بندی لائن پر بھارتی فوج نے فائرنگ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے لیکن بھارتی فوج اس علاقے میں حوصلہ ہار چکی ہے۔ مجاہدین شہادت کی آرزو میں لڑتے ہیں اور بھارتی فوجی کئی گنا ہونے کے باوجود مجاہدین کا مقابلہ کرنے کی اپنے اندر سکت نہیں پاتی۔ اس کا ثبوت اس وقت ملا جب بیس مئی کو پندرہ آسام رجمنٹ کے دو سو فوجیوں نے کارگل کے محاذ جنگ پر جانے سے انکار کر دیا۔ کئی کمانڈروں کو فوری طور پر تبدیل کیا گیا ان میں ایک بریگیڈئر اور مقامی کمانڈنگ افسر بھی شامل ہے۔

سرینگر سے شائع ہونے والے اخبارات نے کارگل کے محاذ جنگ والے فوجیوں کی جو تصاویر شائع کی ہیں، ان میں بھارتی فوجیوں کے چہروں پر اداسی اور پژمردگی واضح ہے۔ اس سے پہلے بھارتی فوج کارگل سے اپنا ساز و سامان ہیڈ کوارٹر لیہ منتقل کر چکی ہے۔ بھارتی فوج کے سربراہ جنرل وی پی ملک 23 مئی کو ہنگامی بنیادوں پر سرینگر پہنچے، انہوں نے کور کمانڈر کرشن پال اور اعلیٰ فوجی افسروں سے تازہ صورت حال پر تبادلہ خیال کیا۔ باخبر ذرائع کے مطابق اجلاس میں فیصلہ کن کارروائی کی منظوری دی گئی ہے۔ سرینگر سے شائع ہونے والے اخبارات نے یہ خبریں بھی شائع کیں کہ پاک فوج کی

گولہ باری سے بھارت کا ایک چیتا ہیلی کاپٹر اور ایک طیارہ تباہ ہو گئے۔

23 مئی کے "کشمیر ٹائمز" کے مطابق پاکستان نے بھارت کو خبردار کر دیا ہے کہ اگر اس نے مجاہدین کے خلاف فضائیہ کا استعمال کیا تو پاک فضائیہ جوابی کارروائی کرے گی۔ جنگ بھارتی ترکش کا آخری تیر ہے۔ گزشتہ دس سال کے دوران اس نے سارے تیر آزما لئے ہیں۔ ظلم و تشدد، قتل و غارت گری اور قوت کے بے تحاشا استعمال سے وہ مجاہدین آزادی اور عوام کے حوصلے پست نہیں کر سکی۔ سری نگر میں مجاہدین کی قیادت نے اس نمائندے سے کارگل کی صورت حال پر گفتگو کرتے ہوئے کہا--- بھارت کا یہ آخری تیر بھی چلنے والا نہیں، یہ بھی مجاہدین کے حوصلوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا--- انشاءاللہ

ماہ رواں کے اوائل میں پہلے سیاچن سے گرما گرم خبریں آئی تھیں اور عالمی ذرائع ابلاغ نے بھی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ موسم بدلتے ہی سیاچن کے محاذ پر فوجی سرگرمیاں تیز ہو گئی ہیں اور مدمقابل فوجیں ایک دوسرے کے ٹھکانوں پر حملے کر رہی ہیں۔ ان حملوں میں دونوں طرف سے متضاد دعوے کئے جا رہے تھے، پھر کچھ دنوں بعد خبر آئی کہ پاک فوج نے پیش قدمی کرتے ہوئے جموں کارگل سیکٹر میں سڑک کے 25 کلومیٹر ٹکڑے پر کنٹرول حاصل کر کے بھارت کا سیاچن سے زمینی رابطہ منقطع کر دیا ہے۔ اس کے بعد سے بھارت کو سیاچن سے اپنی لاشوں اور زخمیوں کو لانے اور وہاں کمک پہنچانے میں سخت دشواری کا سامنا ہے۔ غیر ملکی ایجنسیوں نے بھی اس خبر کی تصدیق کی۔ بعد کی اطلاعات میں بتایا گیا کہ کارگل سیکٹر میں پاک فوج کی پیش قدمی مسلسل جاری ہے اور اس نے دراس اور کارگل سیکٹر میں بیس بھارتی چوکیوں پر قبضہ کر کے اپنی پوزیشن کو مستحکم بنا لیا ہے۔ بھارتی ذرائع نے کہا، علاقے میں تین سو پاکستانی فوجیوں کو اپنی چوکیاں خالی کرنے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے لی جانے والی تصویروں نے بھی بھارتی چوکیوں میں پاک فوج کی موجودگی کی تصدیق کی

ہے، چنانچہ بھارت کے فوجی حکام نے علاقے میں پاک فوج کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لئے فوجی ہیلی کاپٹروں کو فضائی مشن سونپا، لیکن یہ مشن موسم کی خرابی اور دیگر فنی خرابی کے سبب ناکام ہو گیا، تاہم بھارت نے پاک فوج کے مقابلے کے لئے بڑی تعداد میں فوج علاقے میں بھیج دی ہے۔ بھارتی وزیر دفاع نے دعویٰ کیا پاکستانی فوجیوں کو جلد علاقے سے نکال دیا جائے گا اور جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں تو کارگل کا محاذ گرم ہے اور دونوں طرف سے فوجی نقل و حرکت اور ایک دوسرے پر حملے کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف نے جی ایچ کیو میں دو روزہ فارمیشن کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاک فوج کنٹرول لائن پر کسی بھی غیر متوقع صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار ہیں۔ اس موقعے پر کانفرنس کو کارگل پر بریفنگ دی گئی۔ جموں کارگل روڈ پر پاک فوج کے گولوں کی زد میں آجانے سے سیاچن کے محاذ پر بھارت کو جس سنگین صورت حال کا سامنا ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے عسکری ماہرین نے کہا ہے کہ بھارت کو سیاچن سے بھاگ نکلنے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔ سیاچن ایک ایسی ہڈی ہے جو بھارت کے گلے میں پھنس گئی ہے اور یہ تادیر پھنسی رہی تو اس سے بھاری کی عسکری موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ یعنی سیاچن اور مقبوضہ کشمیر میں بھارت کو رسوا کن پسپائی کا سامنا ہو سکتا ہے۔ اس وقت سیاچن کے محاذ پر اس کے اخراجات پاکستان کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہیں۔ پہلے اس محاذ پر بھارتی فوجی کے لئے ایک روٹی دو سو روپے میں پڑتی تھی جو اب بڑھ کر چھ سو روپے ہو گئی ہے جبکہ زمینی رابطہ منقطع ہونے سے یہ سپلائی بھی دشوار ہو گئی ہے اور جو بھارتی فوجی سیاچن کے محاذ پر پھنسے ہوئے ہیں، انہیں زندگی اور موت کی کشمکش کا سامنا ہے۔ فوجی تجزیہ نگار یہ رائے ظاہر کر رہے ہیں کہ اگر سیاچن کی صورت حال بھارت

کے قابو سے باہر ہو گئی تو وہ پوری کنٹرول لائن کو محاذِ جنگ میں تبدیل کر سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ جب قارئین تک یہ سطور پہنچیں عملاً یہ صورت حال برپا ہو چکی ہو۔ بھارتی وزیراعظم نے کہا کہ دونوں ملکوں کے پاس ایٹم بم موجود ہے، اس لئے پاکستان اور بھارت کے درمیان بھرپور جنگ کا کوئی امکان نہیں۔ بھارتی وزیراعظم کی اس رائے کو بڑی حد تک درست قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن محدود یا غیر علانیہ جنگ کے امکانات موجود ہیں۔ مقبوضہ کشمیر سے آنے والی اطلاعات سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مجاہدین نے مقبوضہ وادی کے اندر بھی بھارت پر دباؤ بڑھا دیا ہے اور ان کی گوریلا کارروائیوں میں بھارتی فوج کا زبردست جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے۔

اب یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ سیاچن، کارگل یا کنٹرول لائن کے دوسرے سیکٹرز میں محاذ کب تک گرم رہے گا اور گرم رہے گا بھی یا نہیں، کیونکہ جو طاقتیں مسئلہ کشمیر کے حل میں اپنے مفادات کو پیش نظر رکھے ہوئے ہیں وہ کسی صورت یہ برداشت نہیں کریں گی کہ یہ مسئلہ فوجی دباؤ سے حل ہو، نہ ہی بھارت اسے قبول کرے گا۔ اس لئے امکان غالب یہ ہے کہ یہ طاقتیں بھارت کو سیاچن کی مشکل صورت حال سے نکالنے کیلئے کوئی نہ کوئی چال ضرور چلیں گی۔ وہ سیاچن پر پاکستان اور بھارت کا تصفیہ کرانے پر زور دیں گے اور پاکستان سے رعایت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر پاکستان سیاچن کے محاذ پر ڈٹا رہا اور اس نے بھارت کو کوئی رعایت دینے سے انکار کر دیا تو اس کا فائدہ بلاشبہ پاکستان ہی کو پہنچے گا اور وہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے بھارت پر دباؤ ڈالنے کی زیادہ بہتر پوزیشن میں آجائے گا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا اور اس نے سیاچن اور کارگل کے مسئلے پر مصالحتی کوششیں قبول کر لیں، تو پاکستان کی پوزیشن کمزور ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں مقبوضہ علاقے میں مجاہدین کی سرگرمیوں کو بھی ضعف پہنچے

گا۔ یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کے تمام گروپ بھارت سے مصالحت کے خلاف ہیں اور وہ مکمل فتح تک اپنی کارروائیاں جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ اگر مسئلہ کشمیر حل ہوا تو مذاکرات کی میز پر ہی ہوگا لیکن یہ اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب بھارت کو مقبوضہ علاقے میں مکمل طور پر زچ کر دیا جائے اور اس کے لئے مقبوضہ کشمیر سے پسپائی کے سوا کوئی راستہ باقی نہ رہے۔ ایسی صورت میں اس کے لئے آبرو مندانہ راستہ یہی ہوگا کہ وہ مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر کشمیریوں کے حق کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دے اور اقوام متحدہ کے زیر انتظام ایسے انتظامات پر راضی ہو جائے جن کے ذریعے کشمیر کے مستقبل کے بارے میں کشمیری عوام کی مرضی معلوم کی جا سکے۔

سیاچن اور کارگل سیکٹر میں ہونے والی ڈرامائی تبدیلی نے بھارت کی مکمل پسپائی کے امکانات روشن کر دیئے ہیں، لیکن سوال پھر یہی ابھرتا ہے کہ عالمی طاقتیں جو پوری دنیا میں اپنی عملداری کے لئے سازشوں کا جال بنتی رہتی ہیں، کیا بھارت کی مقبوضہ کشمیر سے مکمل پسپائی پر آمادہ ہو جائیں گے اور کیا امریکہ اس بات کو قبول کرلے گا کہ بھارت مقبوضہ کشمیر کے اندر مجاہدین کے غیر معمولی دباؤ اور کنٹرول لائن پر پاک فوج کی پیش قدمی سے مفلوج ہو کر مقبوضہ علاقے سے نکل جائے اور پاکستان اپنی مرضی کا حل مقبوضہ علاقے پر مسلط کر دے---شاید ایسا ممکن نہ ہو سکے۔ امریکہ ایک مدت سے اس تاک میں لگا ہوا ہے کہ وہ کسی طرح کشمیر کو ایک آزاد ریاست میں تبدیل کر کے وہاں سے چین کو مانیٹر کرنے کا کام کرے، اگرچہ وہ یہ کام شمالی علاقہ جات سے بھی لے کر سکتا ہے اور شمالی علاقوں کو اسماعیلی سٹیٹ بنانے کا منصوبہ بھی ایک عرصہ سے چل رہا ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں اس منصوبے کو بڑی ہوا ملی تھی اور اسماعیلی پیشوا پرنس کریم آغا خان نے بڑے تواتر سے علاقے میں آنا جانا شروع کر

تھا، لیکن جنرل ضیاء الحق بڑے کائیاں آدمی تھے وہ تو ہمیشہ اپنے مخاطب کو خوش فہمی میں مبتلا رکھتے تھے اور کرتے وہی تھے جو ان کا منصوبہ ہوتا تھا۔ وہ شمالی علاقہ جات میں ترقیاتی منصوبوں کے لئے سرمایہ کاری چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے پرنس کریم آغا خان نے کافی سرمایہ فراہم کیا اور آغا خان فاؤنڈیشن نے کافی سرگرمی دکھائی۔ اگرچہ سارا ترقیاتی کام اسماعیلی کمیونٹی تک ہی محدود رہا تاہم مجموعی طور پر پورے علاقے پر خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ اسماعیلی سٹیٹ کا معاملہ کس مرحلے میں ہے۔ اس کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا، البتہ کشمیر کی آزاد ریاست کا آئیڈیا امریکیوں کے دماغ میں زیادہ تیزی سے گردش کر رہا ہے۔ اگر کنٹرول لائن اور سیاچن کا محاذ گرم ہوا تو وہ مصالحت کے لئے اپنی سفارتی کوششیں بروئے کار لا سکتے ہیں۔ پاکستان اگرچہ خود مختار کشمیر کے نظریئے کو مسترد کر چکا ہے اور کئی ماہ پہلے پنجاب کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف پر جو الزام لگا تھا کہ انہوں نے خود مختار کشمیر کی بات کی تھی یا جموں کو بھارت کے حوالے کرنے اور وادی کو پاکستان کے ساتھ ملانے کی تجویز پیش کی تھی، تو وہ بھی اس کی تردید کر چکے ہیں لیکن سرکاری حلقوں میں ایک گروپ ایسا موجود ہے جو اس تجویز کی تائید کرتا ہے اور جب اسے اطمینان ہو کہ امریکہ اس تجویز کا خالق ہے تو اس کا سینہ اور پھول جاتا ہے۔

عسکری ماہرین کی رائے ہے کہ اگر بھارت پاکستان کی سرحدوں پر جنگ پھیلانے کی حرکت نہ کرے تو پاک فوج کے لئے کنٹرول لائن پر اسے شکست دینا دشوار نہیں۔ کیونکہ مقبوضہ کشمیر کی اندرونی صورت حال بھی اس کے قابو میں نہیں ہے۔ جونہی کنٹرول لائن پر وہ جنگ چھیڑے گا مشکل میں پھنس جائے گا اور مقبوضہ کشمیر کے اندر مجاہدین کا دباؤ اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گا لیکن یہ رائے محض ایک تھیوری سے

زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ حقیقت یہ ہے کہ کنٹرول لائن کی صورت حال جونہی بھارت کے کنٹرول سے باہر ہوئی وہ پاکستان کے خلاف بھرپور جنگ چھیڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔ شاید یہی وہ خدشات ہیں جن پر صلاح مشورے کے لئے چیف آف آرمی سٹاف پرویز مشرف اچانک چین کے دورے پر گئے ہیں اور جب یہ سطور لکھی جارہی ہیں ت وہ بیجنگ میں چینی حکام سے بات چیت میں مصروف ہیں۔

بہرکیف کنٹرول لائن کی دھماکہ خیز صورت حال پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادت کے لئے ایک چیلنج کا درجہ رکھتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ اس سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں۔ دوسری طرف پاکستان کی سیاسی قیادت کے لئے حالات یکسر بدل چکے ہیں۔ اگرچہ وہ اب بھی "اعلان لاہور" کو حوالے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، لیکن کارگل پر پاک فوج کی کامیاب یورش نے اعلان لاہور کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے۔

پاکستانی وزیر خارجہ سرتاج عزیز کا دورہ بھارت صرف 70 منٹ کی گفتگو کے بعد اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ جب بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے انتہائی سرد اور سفارتی آداب کے منافی رویہ اپناتے ہوئے مرغے کی ایک ہی ٹانگ کی ضد لگائی اور پاکستان سے کہا کہ وہ پہلے کارگل سے مجاہدین کو نکالے اور وہ علاقہ مجاہدین سے خالی کروائے جس کو بھارت کی زمینی اور فضائی فوج ابھی تک اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود خالی نہیں کروا سکی۔ ظاہر ہے بھارتی نیوی یہاں استعمال نہیں ہو سکتی ورنہ اسے بھی اسے سر داینڈھن میں جھونک دیا جاتا۔ یہ کسی شرارتی بچے کے چاند مانگنے کی ضد تھی جس کو پورا کرنا کم از کم پاکستانی وزیر خارجہ کے بس میں نہیں تھا۔ سو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان مجاہدین کو وہاں سے نہیں نکال سکتا۔ البتہ بھارت اگر اعلان لاہور کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے پاکستان سے پرامن مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھے تو زیادہ اچھی بات ہے لیکن بھارتیوں نے کسی اور ایجنڈے پر بات بھی کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے انتہائی تعصبانہ رویے کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف پاکستانی وزیر خارجہ سے مذاکرات کے خاتمے پر بھارتی وزیر خارجہ نے سفارتی آداب کے تحت مصافحہ کرنا

ہی مناسب جانا بلکہ انتہائی سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے ساتھ تصاویر بنانے سے بھی احتراز کیا۔ دنیا بھر کی خبر رساں ایجنسیوں کے نامہ نگار اپنے کیمرے سنبھالے دونوں کی مشترکہ مسکراہٹ فلمانے کے منتظر رہے جبکہ جسونت سنگھ سرتاج عزیز کو گھورتے رہے اور بھارتیوں نے اس مسئلے پر مشترکہ اعلامیہ تک جاری کرنے سے انکار کر دیا۔ بھارت کا یہ رویہ یا مذاکرات کا یہ نتیجہ قطعاً خلاف توقع نہیں۔ تمام ذمہ دار اور باخبر حلقے جنہیں بھارتی ذہنیت سے آگاہی حاصل ہے جانتے تھے کہ پاکستان نے جذبہ خیر سگالی کے تحت اپنے وزیر خارجہ کو بھارت بھیج دیا ہے لیکن بھارتی اس جذبہ خیر سگالی کی قدر ہرگز نہیں کریں گے۔ بھارتی حکومت کی بدباطنی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے 12 جون کو پاکستانی وزیر خارجہ سرتاج عزیز کے دورے سے صرف 12 گھنٹے قبل ایک عجیب و غریب حرکت کی۔ ایسی حرکتیں عموماً سکولوں یا کہانیوں میں ہی ممکن ہیں۔ بھارتیوں نے ایک ٹیپ جاری کر کے یہ تاثر دیا کہ اس ٹیپ میں بند آوازیں پاکستانی چیف آف آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف اور پاک فوج کے چیف آف جنرل سٹاف لیفٹیننٹ جنرل محمد عزیز کی ہیں۔ اور بھارتی انٹیلی جنس نے یہ گفتگو 26 اور 29 مئی کو ریکارڈ کی۔ جب جنرل مشرف چین کا دورہ کر رہے تھے۔ اس ٹیپ کے مطابق جنرل مشرف نے جنرل عزیز کو بھارتی طیارے اور ہیلی کاپٹر مار گرانے کی تفصیلات بتائیں اور کہا کہ مکمل رازداری کی وجہ سے آپریشن کارگل محفوظ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وزیر خارجہ سرتاج عزیز سے کہا گیا کہ وہ بھارتیوں کے سامنے بالکل نہ جائیں صورتحال پاکستان آرمی کے مکمل کنٹرول میں ہے۔

اصولی طور پر تو چین نے ضرور اس بات کا نوٹس لیا ہوگا کہ ان کے ملک میں موجود ایک معزز مہمان کے دورے کے دوران اس قسم کی بے ہودہ اور جعلی حرکت کیوں کی

گئی ہے اور بظاہر ایسا ممکن نہیں کیونکہ چین میں بھارتی فیلڈ انٹیلی جنس سسٹم اتنا مضبوط نہیں کہ وہ اس قسم کی حرکت کر سکیں۔ یہ جعلی اور خود ساختہ کارروائی تھی جس کا اعلان پاکستان ذرائع نے کر دیا اور ساری دنیا نے تسلیم بھی کر لیا۔

عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لئے بھارت کی طرف سے ایسی کسی بھی حرکت کو خلاف توقع تو نہیں سمجھنا چاہئے اور عین ممکن ہے کہ وہ مستقبل میں بھی کوئی ایسی حرکت کرے کیونکہ چانکیائی ذہنیت کے حامل بھاری جھوٹ کو آج کی مہذب دنیا میں بھی ایک مضبوط ہتھیار سمجھتے ہیں اور اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ بھارت کا موجودہ رویہ اس کی مسلسل ناکامیوں کا نتیجہ ہے۔ کارگل میں موجود کشمیری مجاہدین کو ان کی پوزیشنوں سے نکالنے کے لئے بھارتی فوج بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ اور شاید 50 سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ بھارتیوں نے خود کھل کر اس ناکامی کا اعتراف کیا اور بھارتی ذرائع ابلاغ یہ بات کھل کر کہنے لگے ہیں کہ نہ صرف بھارتی آرمی بلکہ بھارتی ائیرفورس کو بھی یہاں سے سوائے تباہی کے کچھ نہیں ملا۔

نیویارک ٹائمز میں بھارتی صحافی ہما شکلا کی شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق کارگل میں موجود ایک بھارتی کرنل نے جو مجاہدین کے خلاف حملوں کی کمان کر رہا تھا اسے بتایا کہ ہم یہاں "کتے کی موت مارے جا رہے ہیں" شدید سردی میں اور برف کے جہنم میں بھارتی فوجی بسا اوقات کمر تک دھنس جاتے ہیں اور جب وہ کسی نہ کسی طرح مجاہدین کی پوزیشنوں کے نزدیک پہنچتے ہیں تو مجاہدین ان پر بلندی سے کوئی بڑا پتھر پھینک کر انہیں برف کی اس قبر میں دفن کر دیتے ہیں۔ اس بھارتی کرنل کے مطابق اور ہیڈ کوارٹر کو متعدد رپورٹیں بھیجنے کے باوجود انہیں "ڈٹے رہو" کا حکم ملتا ہے۔ ہیما شکلا نے یہاں موجود بھارتی فوجیوں کی جو حالت زار بیان کی ہے اسے جاننے کے بعد

بھارتی حکومت کی جھنجلاہٹ اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔ سفارتی محاذ پر پاکستان کی یہ اخلاقی فتح ہے کہ اس نے بھارتیوں کے انتہائی سرد اور متعصبانہ رویے کے باوجود اپنے وزیر خارجہ کو علاقہ میں امن وامان کی بگڑتی صورتحال پر قابو پانے کے لئے بھارت بھیجا اور ساری دنیا کو یہ باور کروایا ہے کہ پاکستان ایک امن پسند اور صلح جو ملک ہے۔ اس کے برعکس بھارتی حکمران ابھی تک اپنی پرانی روش پر قائم ہیں۔ امید کی جانی چاہئے کہ پاکستان کی طرف سے فضا کو پرامن بنانے کے لئے کی جانے والی جدوجہد کو دنیا قدر کی نگاہ سے دیکھے گی۔

وزیر خارجہ سرتاج نے بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ کے اس رویے کے باوجود بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی سے ملاقات کی اور انہیں وزیر اعظم نواز شریف کی طرف سے امن اور خیر سگالی کا پیغام اور ان کا خط پہنچایا جس کے بعد پاکستانی وزیر خارجہ نے پاکستانی ہائی کمیشن سے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بھارت کے اس الزام کی سختی سے تردید کی کہ پاکستان نے کنٹرول لائن کی خلاف ورزی کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے برعکس 84,72 اور 88 میں بھارت نے یہ حرکت کی اور اب بھی وہ مسلسل اشتعال انگیزی کر رہا ہے۔ انہوں نے بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ کی ان دھمکیوں کو نظر انداز کر دیا کہ بھارت فضائی اور زمینی حملے تیز کر دے گا اور کہا کہ کشمیریوں کو ان کی جدوجہد آزادی سے روکا نہیں جاسکتا۔ انہوں نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پاکستانی شہریوں پر بھارتی گولہ باری سے آگاہ کیا اور اس بات کا اعادہ کیا کہ ان تمام تر نامساعد حالات کے باوجود پاکستان علاقے میں ماحول کو پرامن بنانے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھے گا اور بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ کو اسلام آباد میں خوش آمدید کہا جائے گا۔ پاکستان کی تمام نیک توقعات اپنی جگہ لیکن زمینی

حقائق کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جن کے مطابق بھارت نے مذاکرات کی ناکامی کے فوراً بعد پاکستانی علاقے پر گولہ باری کرتے ہوئے کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا۔ یہ ایسی خطرناک حرکت ہے جس کے جواب میں برصغیر میں نہ ختم ہونے والی تباہ کن جنگ چھڑ سکتی ہے۔ آئی ایس پی آر نے اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ بھارتیوں نے جو گولے پھینکے ان میں ایسے شیل استعمال کئے گئے ہیں جن سے کیمیائی مواد خارج ہوتا ہے۔ یہ گولے زمین سے چار سو گز بلند فضا میں پھٹتے ہیں جن سے فضا زہریلی ہو جاتی ہے اور دم گھٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس صورت حال کا جی ایٹ ممالک کو فوراً نوٹس لینا چاہئے۔ بھارتیوں کی طرف سے اس کے فوراً بعد پاکستان کے خلاف مختلف محاذوں پر دباؤ کا سلسلہ بڑھا دیا جائے گا اور عین ممکن ہے کہ وہ سیالکوٹ ورکنگ فاؤنڈری یا راجستھان پر اپنی معمول کی شرارتوں میں اضافہ کر دیں جہاں تک بھارتی دھمکیوں کا تعلق ہے تو اب تک ساری دنیا کو اس بات کی سمجھ آچکی ہے کہ بھارتی فوج کتنے پانی میں ہے۔ بھارت پاکستان پر کبھی "آل آوٹ" حملے کی جرأت نہیں کرے گا۔ البتہ اس کی طرف سے جھڑپوں میں شدت ضرور آئے گی اور پاکستانی فوج ان کارروائیوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے تیار بھی ہے۔ پاکستانی عوام کو ممکنہ جارحیت کے خلاف ذہنی طور پر تیار رکھنا البتہ حکومت کا فرض ہے اور حکومتی ذرائع ابلاغ اس ضمن میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

آمدہ اطلاعات کے مطابق پاکستانی فوج نے جوابی کارروائی کر کے بھارتی فوج کا فارمیشن ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا ہے جس کے بعد سے کارگل دراس سپلائی لائن کٹ گئی ہے۔ یاد رہے کہ گذشتہ ایک ماہ سے بھارتی فوج اس شاہراہ کو مجاہدین کے قبضے سے چھڑانے کیلئے متعدد حملے کر چکی ہے۔ کمانڈوز کی دو کمپنیاں مجاہدین کے عقب میں اتار چکی ہے اور فضائی حملے تسلسل سے جاری ہیں لیکن ہر حملہ بری طرح ناکام ہو رہا ہے۔ بھارتی فوجیوں کی ہلاکت میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے۔ زخمیوں سے ہسپتال بھر چکے ہیں اور بھارتی فوج کا مورال بری طرح تباہ ہو چکا ہے۔ غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے مطابق بھارتی سپاہیوں کی لاشیں چاروں طرف برف پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں زیادہ تعداد ان بھارتیوں کی ہے جنہیں مجاہدین نے بلندی سے پتھر پھینک کر ہلاک کر دیا۔ کچھ موسمی شدائد کے ہاتھوں مارے گئے۔ بھارتی ہائی کمان عملاً یہ بات تسلیم کر چکی ہے کہ وہ کارگل سیکٹر میں مجاہدین کے قبضے میں آنے والی پوسٹیں واپس نہیں لے سکتی لیکن محض اپنی ساکھ بچانے کیلئے بے دریغ بھارتی جوانوں کو مروایا جا رہا ہے۔

مجاہدین کی اس کارروائی نے بھارتی فوج کیلئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔

لداخ مقبوضہ ریاست جموں کشمیر کا تیسرا بڑا صوبہ ہے جس میں کارگل اور لیہہ دو ضلعی ہیڈ کوارٹر ہیں۔ کارگل کی زیادہ آبادی مسلمان اور لیہہ میں بدھ مت کے پیروکار زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کوہ ہمالہ کے انتہائی شمال میں واقعہ کارگل کا یہ علاقہ گو کہ سنگلاخ برفیلی چٹانوں پر ہی مشتمل ہے اور بظاہر یہاں کوئی اور دلچسپی کسی انسان کیلئے موجود نہیں لیکن عسکری لحاظ سے یہ اس خطے کا حساس ترین پوائنٹ ہے جہاں بھارت نے 84ء میں مداخلت کی تھی اور اس کے ذریعے پاکستان کے شمال مشرقی علاقوں تک قبضہ کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا تھا۔

کارگل کا موجودہ حساس علاقہ 71ء تک پاکستان کے قبضے میں ہی تھا۔ 71ء کی جنگ میں اور اس کے بعد ہونے والے معاہدے کے تحت نئی حد بندی کے دوران پاکستان کو یہ علاقہ خالی کرنا پڑا جس پر بھارتی قابض ہو گئے اور اس راستے سے بھارتیوں نے سیاچن تک رسائی حاصل کی تھی۔ اب مجاہدین کے اس علاقے پر قبضے سے نہ صرف پاکستان کو بھارت کے خلاف واضح برتری حاصل ہو گئی ہے۔ بلکہ بھارت کیلئے اب اس راستے سے سیاچن تک رسائی ممکن نہیں رہی۔ بھارتی ایک طرح سے اس راستے پاکستان کے شمالی علاقہ جات تک پہنچنے کی ناپاک سازشوں میں مصروف ہے ہیں۔ 84ء میں سیاچن پر حملہ، 87ء میں آپریشن براس ٹیک کی آڑ میں آپریشن ٹرائی ڈنٹ کے ذریعے ان کوششوں کو پاکستان آرمی نے کم ترین وسائل اور قوت ایمانی کے بل پر ناکام بنایا۔ 95ء میں بھی بھارتیوں نے ایسی کوشش کی تھی لیکن منہ کی کھانی پڑی۔

سرینگر کارگل روڈ کے مجاہدین کی توپوں کی زد میں آنے کے بعد سے عملاً بھارتیوں کا رابطہ اس سڑک سے کٹ گیا ہے اور اس سڑک کی بندش سے سیاچن اور لداخ کا دفاع خطرے میں پڑ گیا ہے۔ سیاچن محاذ پر بھارتی فوج پہلے ہی برفیلی قبر میں

دفن ہو چکی ہے۔ یہاں بھاری فوج کی قریباً ایک بریگیڈ سے زیادہ فوج موجود ہے جسے پاکستان کے مقابلے میں مواصلات کی سہولت بہت کم میسر ہے۔

بھارتی اس محاذ پر روزانہ پانچ تا چھ کروڑ روپے خرچ کرتے ہیں کیونکہ یہاں متعدد پوسٹوں تک ان کا زمینی راستہ ممکن ہی نیں۔ اب نئی صورتحال پیش آنے کے بعد بھارتیوں کے لئے یہ خرچ کئی گنا بڑھ گیا ہے۔ اس سے پہلے بھارتی اپنے مورچوں تک ہیلی کاپٹروں کے ذریعے رسائی ممکن بناتے تھے جس کے امکانات اب اور کم ہو چکے ہیں کیونکہ اس علاقہ میں بھارتی فوج کے گن شپ ہیلی کاپٹر اور طیارے تباہ ہو چکے ہیں۔

کارگل لیہہ اور لداخ میں بھارت کی قریباً تین ڈویژن فوج موجود ہے جو اب بری طرح یہاں پھنس چکی ہے۔ اگر بھارتی حکومت نے اپنی روایتی چالبازیوں سے کام لے کر اس مسئلے پر پاکستان کو میز پر پسپانہ کر دیا تو اگلے تین ماہ کے بعد بھارتی فوج کیلئے یہاں سے فرار کے راستے بھی مسدود ہو جائیں گے۔

بھارتی حکومت کو کچھ عرصہ بعد انتخابات کے میدان میں اترنا ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ وہ کارگل میں اپنی ہزیمت کا بدلہ چکائے کیونکہ بی جے پی کا ووٹ بنک سنٹرل انڈیا کی ''کاؤ بیلٹ'' ہے یہ جذباتی ہندو بصورت دیگر کانگریس پراپیگنڈہ کا شکار ہو جائیں گے۔ بظاہر کارگل میں بھارتی فوج ناکام ہے۔ اب بھارتیوں کی ممکنہ حکمت عملی میں تین آپشن دکھائی دے رہے ہیں نمبر ایک تو یہ کہ وہ پاکستانی آزاد کشمیر میں کسی تزویراتی اہمیت کی جگہ پر قبضہ کر کے صورتحال کو بیلنس کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ کارگل کے عوض اپنے زیر قبضہ علاقے کی سودابازی کر سکیں۔ اس سلسلے میں تیں اہم مقامات پر بھارتی مہم جوئی کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں بھارتی ان ''تکونی'' علاقوں توجہ دے گا جنہیں فوجی زبان میں سیلنٹ (Salient) کہا جاتا ہے۔ ایسی ایک ا

سیلنٹ جس پر بھارتی زیادہ توجہ دے رہے ہیں اوڑی، پٹوال اور پونچھ بنتی ہے جہاں بھارتی قبضہ کر کے لائن آف کنٹرول کو اپنے حق میں سیدھا کر سکتے ہیں۔ لیکن بھارتی جانتے ہیں کہ اس تکونی سیلنٹ میں پھنس کر ان کو سوائے ذلت کے اور کچھ نہیں ملے گا۔ کیونکہ یہ علاقہ ندی نالوں، گہری کھائیوں اور پہاڑی سلسلوں سے اٹا ہے جہاں وہ مجاہدین کے نشانے پر رہیں گے۔

شاید اس صورتحال سے مایوس ہو کر بھارت نے پاکستانی سول آبادی پر اندھادھند گولہ باری شروع کر رکھی ہے کیونکہ بھارتی اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اس طرح وہ پاکستانیوں کو ہراساں کر کے مطلوبہ نتائج حاصل کریں گے۔ بھارتیوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ جن بوفورس 155۔ ایم ایم توپوں پر بہت نازاں ہیں یہاں وہ ان کے کام نہیں آرہیں کیونکہ کارگل کی پاکستان پوزیشنیں ''کریسٹ لائن'' ہیں جن کو براہ راست نشانہ بنانا ناممکن ہے البتہ بھارتی گہرائی میں گولہ بارود پھونکنے کا شوق ضرور پورا کر سکتے ہیں۔ اس محاذ پر مارٹر گنیں کام آتی ہیں مجاہدین کی کامیابی میں ایسی گنوں نے زیادہ اہم کردار ادا کیا ہے لیکن مارٹر کی رینج زیادہ نہیں ہوتی اس لئے بھارتی اسے پاکستان کے خلاف استعمال نہیں کر سکتے۔ مجاہدین مارٹر کے استعمال میں اس لئے کامیاب ہیں کہ وہ اونچی پوزیشنوں پر بیٹھے ہیں اور بھارتیوں پر گولے تب پھینکتے ہیں جب حملہ آور بھارتی ان کی رینج میں آجائیں۔

صورتحال بظاہر تو ایسی ہی دکھائی دے رہی ہے جس میں بھارت چاروں طرف سے بری طرح گھیرے میں آچکا ہے اور بی جے پی الیکشن کے میدان میں بھی اترنے والی ہے ان حالات میں بھارتی حکومت کی شدید خواہش ہو گی کہ وہ اگر کارگل خالی نہ کرواسکیں تو کم از کم پاکستانی علاقہ ضرور حاصل کر لیں اس لئے عین ممکن ہے کہ وہ

چھمب جوڑیاں سیکٹر میں کوئی کارروائی کریں جہاں انہیں قدرے میدانی علاقہ ہونے کے سبب اپنے ٹینک استعمال کرنے کی سہولت میسر ہے۔ بھارت کی قریباً 36 بریگیڈ فوج مقبوضہ کشمیر میں موجود ہے اور بھارتی تین کے بجائے عموماً چار بٹالین کا بریگیڈ بناتے ہیں۔ اتنی بڑی فوج کا بھارت استعمال ضرور کرے گا۔ یہ الگ بات کہ اسے نتائج کیا حاصل ہوں۔

پاکستان پر پریشر بڑھانے کے لئے بھارتی آرمی چیف نے سرحدی فوجی اجتماع کی پرانی حکمت عملی اپنائی ہے اور گذشتہ دنوں انہوں نے پنجاب، راجستھان اور مقبوضہ کشمیر کے ہنگامی دورے کر کے وہاں صورتحال کا جائزہ اور بریفنگ بھی کی ہے۔ دوسری طرف بھارتیوں نے اپنی نیوی کو آگے بڑھانا اور اپنے دو جہاز "وکرانت اور دلی" سمندر میں اتارے ہیں۔ ایڈمرل سوشیل کمار نے بحیرہ عرب میں بھارتی نیوی کو "ریڈ الرٹ" کر دیا ہے جبکہ خلیج بنگال میں موجود بھارتی بیڑہ مشرقی ساحل سے مغربی ساحلوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔

مغربی ذرائع ابلاغ کے مطابق کارگل سیکٹر میں بھارت کے روزانہ 40 لاکھ ڈالر خرچ ہو رہے ہیں لیکن بھارتیوں نے بات چیت کے تمام دروازے بند کر رکھے ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ بھارت بزور مجاہدین کو کارگل سے نکال کر اپنی ساکھ بحال کرنا چاہتا ہے اور اس کی ہر قیمت ادا کرنے کیلئے تیار دکھائی دے رہا ہے۔ کیا مجاہدین کا قبضہ کارگل پر برقرار رہ سکے گا؟

کیا بھارتی افواج انہیں کھوئی ہوئی ساکھ بحال کریں گی؟

ان دونوں سوالات کے جوابات بہت اہم ہیں۔ مجاہدین کوئی مربوط فوج کا نام نہیں اب تک وہ اپنے جذبہ ایمانی کے بل پر لڑ رہے ہیں لیکن بھارتی جنگی حکمت عملی ہے کہ

لڑائی کو لمبا کیا جائے۔ مجاہدین کا سامان حرب وضرب اور رسد کی کیا صورتحال ہے اور کیا یہ صورتحال وہ قرار پائے گی۔ اگر اس سوال کا جواب ہاں میں ہے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں کارگل سے نہیں نکال سکتی امید کی جانی چاہئے کہ اگر کبھی ایسا وقت آیا تو مجاہدین کو یہ احساس نہیں ہوگا کہ وہ اکیلے ہیں۔ سفارتی محاذ پر بھی ہمیں تھک کر بیٹھنا نہیں چاہئے۔ خصوصاً بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ کے دورہ چین کے بعد پاکستان کا اعلیٰ سطح کے سفارتی اور دفاعی وفد کو چین کا دورہ کرنا چاہئے۔ اس بات کو کبھی مت بھولئے کہ چانکیائی ذہنیت رکھنے والا ہندو حالات کو اپنے حق میں ہموار کرنے کیلئے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔

6 مئی کو چار جاٹ رجمنٹ کا لیفٹیننٹ سورو کالیا اپنے چھ جوانوں کے ساتھ پٹیرولنگ پر نکلا اور بارہ ہزار فٹ بلندی پر اپنے جوانوں سمیت غائب ہو گیا جس کی لاش پٹیرولنگ پارٹی کے جوانوں کے ساتھ قریباً ایک ماہ بعد انڈین آرمی کو موصول ہو گئی۔

28 مئی کو فلائٹ سارجنٹ راج کشور ساہو اور عملے کے چار ارکان بھارتی ہیلی کاپٹر ایم آئی 17 کے ذریعے ٹائیگر ہلز کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے جب مجاہدین کی طرف سے فائر ہوئے ایک میزائل نے ہیلی کاپٹر سمیت ان کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے۔

یکم جون کو میجر آر ایس او میکار جس کا تعلق 18 گرینیڈرز رجمنٹ سے ہے اپنے پانچ جوانوں کے ساتھ دراس سیکٹر میں چودہ ہزار فٹ بلند مجاہدین کے زیر قبضہ پوسٹ واپس لینے کیلئے حملہ آور ہوا لیکن چند منٹ بعد ہی اس کی گولیوں سے چھلنی لاش لڑھکتی ہوئی گہری کھائی میں جاگری جہاں سے ابھی تک اس کی لاش نہیں نکالی جا سکی۔

میجر مری اپن سر اونسن کا تعلق بہار رجمنٹ سے تھا۔ ترچنا پلی کا رہنے والا میجر بٹالک سیکٹر میں اپنے چالیس جوانوں کے ساتھ مجاہدین سے پوائنٹ نمبر 4268 چھیننے کیلئے حملہ آور ہوا جہاں دست بدست لڑائی میں میجر مری اپن اپنے دس جوانوں

ساتھ مارا گیا اور بہت سے زخمی ہو کر بری طرح پسپا ہو گئے۔

لیفٹیننٹ کرنل آر وشوانا تھن کا تعلق 18 گرینیڈر سے تھا اور وہ ٹولولنگ پوسٹ دراس سیکٹر میں سیکنڈ ان کمانڈ تھا اپنے پانچ جوانوں اور جے سورو کے ساتھ وہ مجاہدین کے ہاتھوں مارا گیا۔ کیپٹن پی وی وکرم کاکسر سیکٹر میں سولہ ہزار دو سو فٹ کی بلندی پر اپنے پانچ جوانوں کے ساتھ ڈیوٹی دے رہا تھا ان کا تعلق 141 فیلڈ رجمنٹ سے تھا جب اچانک مجاہدین نے حملہ کیا اور سب کو مار ڈالا۔

ایسے درجنوں واقعات بھارتی میڈیا میں آئے روز پڑھنے کو ملتے ہیں، بھارت کے کونے کونے میں پہنچنے والی افسروں اور جوانوں کی لاشوں نے بھارتی عوام اور فوج دونوں کا مورال تباہ کر دیا ہے اور صورتحال یہ ہے کہ اب بھارتی وزیراعظم کو جگہ جگہ جلسے کر کے مارے جانے والے بھارتی جوانوں اور افسروں کے خاندانوں کی حوصلہ افزائی کرنی پڑتی ہے۔

کارگل پر مجاہدین کے قبضے نے اس علاقے کا پورا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔ بھارتی برتری کا خواب بکھر چکا ہے اور اب عملاً بھارتیوں کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ 71ء میں بھارت نے کارگل پر قبضہ کر کے جہاں اپنے لئے ایک شاندار تزویراتی برتری حاصل کر لی تھی وہاں اس نے سیاچن تک اپنی فوجوں کے لئے راستہ بھی بنا لیا تھا اور اس راستے سے ہی بھارتی پاکستان کے شمالی علاقہ جات پر جارحیت کا خواب گزشتہ کئی سالوں سے دیکھ رہے تھے۔ اگر بھارت کے پاس کارگل کی یہ پوزیشن نہ ہوتی تو شاید اس کے لئے سیاچن میں اتنی آسانی سے فوج داخل کرنا ممکن نہ تھا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ نہ صرف پاکستان نے اپنا کھویا ہوا علاقہ دوبارہ حاصل کیا ہے بلکہ بھارت کو عملاً دفاع کے حق سے بھی محروم کر رہا ہے۔

اس علاقہ میں کنٹرول لائن کے دونوں اطراف شدہ سے انیس ہزار فٹ بلند فوجی پوسٹیں موجود ہیں جہاں ستمبر کے بعد سردی ناقابل برداشت ہو جاتی ہے اور بھارتی مشورے ستمبر میں ان کی روانگی کے بعد مجاہدین نے ان کی پوسٹوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بھارتی ذرائع ابلاغ ہی کی اطلاعات کے مطابق یہ کہنا غلط ہے کہ مجاہدین نے یہاں مورچے کھودے اور وہ دو تین مہینے یہاں اپنی پوزیشن مضبوط کرتے رہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مجاہدین نے بھارتیوں کے مورچے خالی ہونے کا انتظار کیا اور اب وہ بھارتی فوج ہی کے بنے مضبوط اور محفوظ بنکروں میں بیٹھ کر بھارتیوں کیلئے عذابناک صورتحال پیدا کر رہے ہیں۔

بھارت کی طرف سے ہر ممکن کوشش کے باوجود ابھی تک کارگل پر مجاہدین کا قبضہ برقرار ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ اسی طرح سری نگر لداخ اور لیہہ کے مرکزی راستے بھارت کیلئے بالکل غیر محفوظ ہو چکے ہیں۔ بھارتیوں کیلئے کارگل پر مجاہدین کا قبضہ شاید قابل برداشت ہوتا لیکن ان کیلئے انتہائی تشویشناک بات یہ ہے کہ اس قبضے سے سیاچن میں موجود 80 ہزار بھارتی فوجی بالکل غیر محفوظ ہو کر رہ گئے ہیں۔ اگلے آٹھ دس روز کے بعد برسات کا آغاز ہونے سے بھارت کیلئے پاکستان پر بڑا حملہ کرنے کا موقعہ ہاتھ سے نکل جائے گا اور اب تک وہ اس لئے بڑا حملہ نہیں کر سکا کہ بھارت میں عارضی حکومت یہ خطرہ ہی مول نہیں لے سکتی نہ ہی بھارتی فوجیں اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ پاکستان پر جارحیت کر سکیں۔

جیسا کہ میں نے اپنے گزشتہ مضمون میں لکھا تھا کہ بھارت کارگل میں ناکامی کی صورت میں کشمیر میں کوئی متبادل محاذ کھولے گا تاکہ کسی بھی محاذ پر وہ ایسی کامیابی اچانک حملے سے حاصل کر لے جس کے عوض وہ یہاں سودے بازی کی پوزیشن میں آسکے اور

سلسلے میں ساہنی، منگلا اور چھمب متبادل سیکٹر ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگلے آٹھ دس روز کے بعد بھارت کے ہاتھ سے یہ "متبادل" بھی نکل جائے گا اور موجودہ حالات میں وہ ایسا کرنے کا تصور اس لئے نہیں کر سکتا کہ یہاں پاکستان فوج اس کی ہر کارروائی کا موثر جواب دینے کیلئے موجود ہے۔ اگر بھارت کوئی اور "گرم میدان" محاذ کھولتا ہے اور یہاں اسے معمولی کامیابی ہو بھی جاتی ہے تو بھی وہ سودے بازی کی پوزیشن حاصل نہیں کر سکتا۔ البتہ ستمبر کے بعد اس کی سپلائی لائن کٹ جانے سے بھارتیوں کیلئے سیاچن کی برفیلی قبر مزید گہری اور تاریک ہو جائے گی۔ حال ہی میں بھارت نے شمال میں موجود فوجوں کی تعداد کم کر کے وہاں سے چار ڈویژن فوج کشمیر کے محاذ پر پہنچانے کا جو منصوبہ بنایا ہے اس کا انجام بھی بھارت کو دکھائی دے رہا ہے۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ اس طرح کی کارروائی کا بھارتی فوجوں کا دفاعی ڈھانچہ تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ آسام اور ناگالینڈ سے بھارتی فوجوں کی واپسی ممکن بھی نہیں گو کہ اپنی مشرقی سرحدوں پر دباؤ کم کرنے کیلئے وہ چین سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہے ہیں لیکن وزیراعظم میاں نواز شریف کے حالیہ دورہ چین کے بعد وہ شاید ایسا نہ کر پائیں۔ ان علاقوں سے جیسے ہی بھارتی فوج باہر نکلی یہاں موجود مضبوط آزادی پسند تحریکیوں کے مسلح کارکن فوراً یہاں اپنی حکومت قائم کر کے بھارتی اقتدار اعلیٰ کیلئے لاینحل مسائل پیدا کر دیں گے۔

بھارت کی قریباً دو ڈویژن فوج بنگلہ دیش کی سرحدوں پر تعینات ہے اور بھارتی وزیراعظم کا موجودہ دورہ بنگلہ دیش ان حالات میں کہ جب وہاں شیخ مجیب الرحمٰن کی بیٹی حسینہ واجد برسر اقتدار ہے اس امر کا غماز ہے بھارتی یہاں اپنی فوجوں کو Relax دینے کے چکر میں دکھائی دیتے ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف حسینہ واجد سے دوستی کی پینگیں بڑھانے سے بھارتی یہ "ایج" حاصل کر پائیں گے۔ اسی سوال کا

جواب "دانہ" میں ہے کیونکہ بنگلہ دیش کی فوج اپنی موجودہ حکومت سے بالکل مختلف سوچ رکھتی ہے۔

اب صورتحال یہ ہے کہ کارگل پر قبضے سے کشمیر کی بند گلی میں چھ لاکھ بھارتی فوج پھنس کر رہ گئی ہے جس پر بھارتیوں کے جنگی اخراجات میں موجودہ صورتحال نے قریباً دوگنا اضافہ کر دیا ہے۔ بھارت نے کارگل سیکٹر میں 40 ہزار فوج رکی ہوئی ہے جس نے عملاً ناکامی کا اعتراف کر لیا ہے اور اس کی تعداد میں بھی اضافہ کیا جارہا ہے جو بھارتی عسکری ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس تلخ حقیقت کو بھارت کی سیاسی اور فوجی قیادت اچھی طرح جانتی ہے جیسے جیسے وہ ملک کے اندر سے فوجوں کا دباؤ کم کر کے سرحدوں پر فوجی اجتماع بڑھائیں گے بھارت کے اندر موجود آزادی اور علیحدگی پسند تحریکیں زور پکڑیں گی۔ خصوصاً الفا، جھاڑ کھنڈ، میزورام، ناگالینڈ اور خالصتان تحریک میں بھی کسی وقت شدت آسکتی ہے۔ سکھوں کی تاریخ یہی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام ضرور لیتے ہیں اور بھارتی اس بات سے آگاہ ہیں کہ ان کی فوجوں نے 84ء میں سکھوں کے متبرک ترین مقام "دربار صاحب" میں داخل ہونے کے بعد "ہرمندر صاحب" پر بھی ٹینک چڑھا دیئے تھے سکھوں کے دلوں پر لگے اس زخم سے ابھی تک خون رسنا بند نہیں ہوا۔

ان حالات میں بھارتی فوج اگر پاکستان پر حملے کیلئے سرحدی اجتماع بڑھاتی ہے یا کوئی ایڈونچر کرتی ہے تو اسے اندر سے توڑنے کیلئے یہ تحریکیں موجود ہیں اور بھارتی اندر باہر سے اتنے شدید دباؤ کو نظرانداز کرنے کی حماقت کبھی نہیں کریں گے۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستانی حکومت استقلال اور پامردی سے اپنے فیصلوں پر ڈٹی رہے۔ صرف دو ماہ کا مزید دباؤ انشاءاللہ ہمیں تاریخی کامرانیوں

سے ہمکنار کر سکتا ہے جہاں تک امریکی جنرل زینی کے دورے کا تعلق ہے تو تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے کسی ملک کو بچانے کے لئے امریکیوں نے کبھی بھی بحری بیڑہ یا فوج ان کی مدد کیلئے روانہ نہیں کی اور اب بھی ایسا ہی ہوگا۔

تاریخ نے 71ء کا قرض چکانے کا موقعہ دیا ہے اس تاریخی موقعہ کو ضائع نہ جانے دیجئے!

بھارتی حکومت مجاہدین کو کارگل سے نکالنے میں ناکام ہونے کے بعد بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرنے لگی ہے۔ جس کا ثبوت بھارتی میڈیا خصوصاً الیکٹرونک میڈیا کے وہ پروگرام میں جو بھارتی سیٹلائیٹ ٹی وی ساری دنیا میں نشر کر رہا ہے۔ ان نشریات کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بھارت ایک مرتبہ پھر عالمی سطح پر پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دلوانے کے خطرناک پروپیگنڈہ کر رہا ہے جس کا تدارک متعلقہ اداروں کا فرض ہے کیونکہ آج کی دنیا میں پروپیگنڈہ کی قوت سے انکار کرنا احمقوں کی جنت میں رہنے والی بات ہے۔

او آئی سی کے وزرائے خارجہ کی 26ویں کانفرنس منعقدہ ''برکینا فاسو'' میں کشمیری مسلمانوں کے حق میں دو مشترکہ قراردادیں منظور کی گئی ہیں۔ یہ قراردادیں پاکستانی وزیر خارجہ سرتاج عزیز نے پیش کی تھیں جنہیں شاید پہلی مرتبہ اتنی پذیرائی ملی ہے کہ پچاس سے زائد مسلمان وزرائے خارجہ نے لائن آف کنٹرول پر بھارتی جارحیت کی مذمت کی اور 26 ممالک کے وزرائے خارجہ نے اپنی تقاریر میں کشمیر کے مسئلے پر کھل کر پاکستانی موقف کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ موجودہ حالات میں کہ جب بھارت کی طرف سے خصوصاً سفارتی محاذ پر پاکستان کو نیچا دکھانے کیلئے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے اور امریکہ میں موجود بھارتی لابی نے امریکی سینیٹرز کے ایک گروپ کے ذریعے پاکستان کے خلاف قرارداد بھی منظور کروالی ہے اور اب یورپی ممالک میں پاکستان کو ایک دہشت گرد ملک قرار دلوانے کیلئے دن رات پراپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ ان نامساعد حالات میں او آئی سی کی یہ قرارداد پاکستان کیلئے بڑی حوصلہ افزا ہے اور شاید پاکستانی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ نے کشمیر کے مسئلے پر اس طرح یکجہتی کا مظاہرہ کیا ہو۔

بھارت کیلئے کارگل اب ایک ایسی اندھی کھائی بن چکا ہے جس میں اس کیلئے گر کر سوائے تباہی کے اور کچھ باقی نہیں بچا۔ بھارتی عسکری قیادت کو اس وقت کارگل سیکٹر میں جو خدشات لاحق ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔

بھارتی فوجی قیادت جانتی ہے کہ مجاہدین نے بھارت کی بہت سی موثر عسکری پوزیشنیں بالکل ''لاک'' کردی ہیں دراس کی ''رتیج لائن'' پر کاکسر، وادی مشکوہ، تور توک اور چور باٹلہ میں خصوصاً مجاہدین ایسی پوزیشن حاصل کر چکے ہیں جہاں بھارتی توپخانہ بالکل کارگر نہیں ہو رہا۔ بھارتی ماہرین عسکریات کا کہنا ہے کہ پتھریلی نوکدار اور پوشیدہ چٹانوں کے درمیان پھنسی ہوئی ان پوزیشنوں میں سے کسی ایک پوزیشن پر بھی صرف چار مجاہدین پوری ایک بٹالین کا راستہ آسانی سے روک سکتے ہیں۔ فضائی حملے بدقسمتی سے یہاں کارگر نہیں ہو سکتے۔ بھارتیوں کا خیال ہے کہ اگلے چند دنوں میں جنگ مزید شدت اختیار کر جائے گی کیونکہ سری نگر لیہہ روڈ صرف چار ماہ جون تا ستمبر کھلتی ہے جس کے بعد برفباری سے راستے مکمل بند ہو جاتے ہیں۔ اگر تب تک مجاہدین کو یہاں سے نہ نکالا جاسکا تو یہاں موجود بھارتی فوج کیلئے بے پناہ راشن اور گولہ بارود کا انبار جمع کرنا پڑے گا جس کے بعد بھی یہ ہائی وے غیر محفوظ ہی رہے گی۔ راشن یہاں پہنچانے کیلئے سویلین باربردار درکار ہوں گے۔ جن کا حصول ممکن نہیں۔ بھارتی فوج کی "Circle and choke" پالیسی کے باوجود ابھی تک اسے مطلوبہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ بھارتی انٹیلی جنس رپورٹس کے مطابق جن پوسٹوں سے بھارتی فوجوں نے مجاہدین کو بھگانے کا دعویٰ کیا ہے وہاں ابھی تک مجاہدین اپنی پوزیشنیں قائم کئے بیٹھے ہیں اور بھارتی آرٹلری کی بے پناہ گولہ باری کے باوجود مجاہدین کو سپلائی کے راستے گل تری، ٹاؤن شپ اور وادی مشکوۃ کا عقب محفوظ ہے جہاں سے بآسانی ان تک

رسد پہنچ رہی ہے۔ کارگل سیکٹر کے سامنے میاں لونگ پا اور چوربا ٹلا کے سامنے موجود پاکستانی پوسٹوں کی موجودگی میں مجاہدین کی کمک اور رسد کٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسے جیسے برفباری کا موسم نزدیک آرہا ہے مجاہدین زیادہ محفوظ ہوتے جارہے ہیں۔

اگر سری نگر لیہہ ہائی وے بند ہو گئی تو بھارتی فوج کیلئے متبادل راستہ "منہالی" ہائی وے ہے جس کا مطلب ہے تین سو کلومیٹر طویل چکر کاٹ کر دوسرا انتہائی تکلیف دہ راستہ اختیار کرنا جس کیلئے بہت سے خطرناک دروں سے گزرنا پڑے گا جن میں "زوجیلا پاس" بھی موجود ہے جس پر مجاہدین ستمبر کے فوراً بعد حملہ آور ہوں گے اور یہ راستہ بھی بھارتی فوج کے لئے غیر محفوظ ہو کر رہ جائے گا۔

سردیوں کی آمد سے بھارتی فوج کیلئے جسمانی مسائل ہی پیدا نہیں ہوں گے بلکہ اس کا مورال بھی بہت گر جائے گا۔

سردیوں کے موسم میں بھارتی جوانوں کو بار بار موسم کی تبدیلی اور موسمی سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے ان کی صحت متاثر ہو گی تیز سرد ہوائیں بھارتیوں کیلئے بڑے مسائل پیدا کریں گی جس سے فوجیوں کی کارکردگی تو متاثر ہو گی ہی سامان نقل و حمل کی استعداد بھی کم ہو جائے گی اور اتنی بلندی پر عام گرم لباس میں بھارتی فوجوں کا قیام بظاہر ممکن دکھائی نہیں دیتا۔

اونچی پوزیشنوں پر مجاہدین کے قابض ہونے سے بھارتی ٹروپس کی نقل و حرکت غیر محفوظ ہو گی اور وہ بہت قلیل تعداد میں ہی رات کے اندھیرے میں حرکت کر سکیں گے۔ منفی درجہ حرارت ہونے کی وجہ سے بھارتی جوان سامان حرب ضرب مطلوبہ وزن میں نہیں اٹھا سکتے اور وہ اپنے مکمل ہتھیاروں کے ساتھ نقل و حرکت کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔ مجاہدین یہاں کنکریٹ کے بنے بھارتی مورچوں میں مورچہ بند

ہیں جبکہ بھارتی فوج ان کے سامنے کھلے میدان میں ہو گی اور اس کی حیثیت Sitting Duck والی ہو کر رہ جائے گی۔

بھارتیوں کیلئے یہ امر بڑا ہی پریشان کن ہے کہ نہ صرف مجاہدین بلکہ مقبوضہ کشمیر کی مجاہدات بھی اس محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔ بھارتیوں کا دعویٰ ہے کہ یکم جون کو جب پاکستانی توپ کے ایک گولے نے کارگل کے ٹی وی ٹاور کو تباہ کیا تو انہوں نے وائرلیس پر ایک نسوانی آواز سنی جو کہہ رہی تھی "مبارک ہو......ایک دم ٹھیک نشانہ لگا ہے۔"

بھارتی انٹیلی جنس کا خیال ہے کہ دراس کارگل کے گرداگرد پاکستانی انٹیلی جنس نے اپنا بہت مضبوط نیٹ ورک قائم کر رکھا ہے جہاں سے اسے بھارتی فوج کی پل پل نقل و حرکت کی پورٹس ملتی ہیں۔ گولہ باری کیلئے نشانے فراہم کئے جاتے ہیں۔ یہاں موجود جاسوسوں کے پاس انتہائی حساس نوعیت کے وائرلیس موجود ہیں۔ بھارتی انٹیلی جنس کا کہنا ہے کہ ایک ایسی فضا جو وائرلیس پیغامات سے بھری ہو وہاں سے کسی مخصوص وائرلیس کو پکڑنا قریباً ناممکن ہے۔ بھارتی انٹیلی جنس کا دعویٰ ہے کہ اس علاقے میں بہت سی خواتین مجاہدہ پاکستان کیلئے کام کر رہی ہیں۔ بھارتی پریشان ہیں کہ ان وائرلیس کے ذریعے جو پیغامات پشتو، انگریزی یا اردو میں دیئے جاتے ہیں وہ تو ان کو سمجھ آجاتے ہیں لیکن پیغام رساں فارسی اور دری Dari زبانیں بھی بولتے ہیں جنہیں وہ سمجھ ہی نہیں پاتے۔

ایک سینئر فوجی کمانڈر نے اعتراف کیا کہ ان کے پاس ہر زبان کے مترجم موجود ہیں ایک پشتو مترجم ہے لیکن اس کیلئے بھی فارسی اور دری زبان سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ بالتک کی وادی بالا میں ایک مجاہد کمانڈر نے بھارتیوں کی راتوں کی نیند حرام کی ہوئی ہے "بھارتی فریکوئنسی پر ڈراؤنے پیغامات نشر کر کے اسے پریشان کرتا ہے یہ کمانڈر

بھارتیوں کیلئے مسئلہ بن چکا ہے کیونکہ اس نے بھارتی جوانوں کو خاصا ڈرا دھمکا رکھا ہے۔ ابھی تک بھارتی اس مجاہد لیڈر کا سراغ نہیں لگا سکے۔

بھارتی فوج سامان اٹھانے والے "پوٹرز" سے خوفزدہ رہتا ہے انہیں یقین ہے کہ ان میں بھی پاکستانی جاسوس موجود ہوتے ہیں یہ پورٹر انتہائی اہم اور حساس سامان حرب وضرب اوپر لے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی تلاشی لے کر انہیں ہراساں کرنے سے بھی بھارتی معذور ہیں کیونکہ یہ لوگ بھاری سامان اپنی کمر پر لاد کر اونچائی پر پہنچانے کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔

کارگل کے محاذ کو بزور فتح کرنا یا صورتحال اپنے حق میں ہموار کرنا بھارتیوں کیلئے ناممکن ہے اس کا اعتراف وہ ہر سطح پر کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھارتی حکومت دوسرا راستہ اختیار کر رہی ہے اور سفارتی محاذ پر سرگرم ہو کر اپنی عسکری ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مجاہدین کی جیتی ہوئی جنگ کو ہم میز پر ہار جائیں گے ؟ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو یہ کشمیریوں کے ساتھ انتہائی بے انصافی ہوگی اور ہمارے اس اقدام سے تحریک آزادی کشمیر کو خطرناک دھچکا لگے گا۔ پاکستان کی طرف سے "بیک چینل ڈپلومیسی" اور فنانشل ٹائمز کی تازہ خبر کہ پاکستان سے متعلق قرضوں کی ری شیڈولنگ ہو رہی ہے یا امریکی سینٹ کمیٹی کے قرار داد اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ہمارا سفارتی محاذ کمزور پڑنے لگا ہے جسے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب مرکزی سطح پر ایک کمیٹی قائم کی جائے جس میں عسکری اور خارجہ امور دونوں کے ماہرین موجود ہوں۔ ان کی مشترکہ رائے کے بعد ہی اگلی حکمت عملی اختیار کی جائے۔

15 جولائی کو "جہاد کشمیر" نے کارگل کی تازہ ترین صورتحال پر ایک تفصیلی رپورٹ شائع کی جسے عبدالہادی احمد نے لکھا تھا۔ اس رپورٹ کے مطابق کارگل میں بھارتی افواج نے مجاہدین کشمیر پر حملہ شروع کیا تو انہیں کچھ اندازہ نہیں تھا کہ مجاہدین انہیں کیسے مشکل میدان جنگ تک لے آئے ہیں۔ بھارتی قیادت کو صورت حال کا ایک فیصد اندازہ بھی ہوتا تو بھارتی وزیر دفاع یہ قطعی اعلان ہر گز نہ کرتے کہ صرف اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر ان چند سو مداخلت کار پاکستانیوں کو بھگا دیا جائے گا، مگر اب جبکہ اس جنگ کو شروع ہوئے ایک ماہ گزر چکا ہے اور یہ روز بروز شدت اختیار کر رہی ہے، بھارتی فوج کی تعداد چالیس ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے...... مگر فوج کی ہائی کمان کہہ رہی ہے---"ہنوز کارگل دور است" تازہ ترین صورت حال کے مطابق کارگل کی فوجی کمان نے بھارتی فوج کی ہائی کمان سے کہہ دیا ہے کہ صرف کنٹرول لائن پر جابجا حملے کر کے اور پاک فوج کو دوسرے محاذوں پر الجھا کر ہی کارگل پر کوئی قابل ذکر پیش رفت ممکن ہے۔

سری نگر میں بھارت کی سنٹرل کمان مجاہدین کی "مقبوضہ" پوسٹوں کو "آزاد"

کرانے کا دعویٰ کئی بار کر چکی ہے مگر ایک ماہ بعد اس کا کہنا ہے، ابھی تک 80 سے زیادہ پوسٹیں "گھس بیٹھیوں" کے قبضے میں ہیں۔ پہلے جس جنگ کو چند پہاڑیوں تک محدود سمجھا گیا تھا، اب کہا جا رہا ہے کہ وہ 180 کلو میٹر طویل محاذ پر پھیلی ہوئی ہے جس کا سلسلہ دراس سیکٹر میں مینا مرگ سے شروع ہو کر بٹالک سیکٹر میں ترتک سے آگے تک جا پہنچتا ہے۔ دراس سیکٹر میں بلند ترین پہاڑوں پر تاریخ کے چند سب سے بڑے معرکے لڑے گئے، بھارت نے بار بار کامیابیوں کے دعوے کئے، لیکن "ٹائیگر ہلز" پر قبضے کے متعدد دعووں کے باوجود آج بھی یہاں مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے۔

سری نگر لیہہ شاہراہ زوجیلا سے لے کر بٹالک تک اور سیاچن والا راستہ بٹالک سیکٹر میں ایک ہزار مجاہدین کی گنوں کے سامنے ہے اور بھارت شمالی کشمیر پر قبضہ جاری رکھنے کے لئے اپنی فوجوں کو زمینی راستے سے کمک اور رسد پہنچانے میں بری طرح ناکام ہو رہا ہے۔ پاک فوج کی دور مار توپوں نے مغرب میں وادی متاین کے دہانے پر واقع ایک بریگیڈ ہیڈ کوارٹر، کارگل میں بریگیڈ ہیڈ کوارٹر، دراس اور کارگل کے اسلحہ خانے اور لیہہ کے اندر ایک بڑے گودام اور اسلحہ خانے کو کامیابی سے نشانہ بنایا ہے۔ یہ تمام اعترافات بھارتی پریس کے ہیں، بھارتی جریدے "آؤٹ لک" کے مطابق ---

"مجاہدین نے چار چار کلو میٹر کا علاقہ آپس میں چھوٹے چھوٹے گروپوں کی شکل میں بانٹ رکھا ہے، وہ ہر وقت مستعد اور چاک و چوبند رہتے ہیں اور آسانی سے شاہراہ کشمیر پر چلتی ہوئی گاڑیوں کو دیکھتے اور نشانہ بناتے رہتے ہیں۔"

دراس کارگل اور بٹالک کا محاذ جنگ بھارتی فوج کے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہوا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ محض ہلکی مشین گنوں اور سنائپر گنوں سے اب تک ایک ہزار سے زیادہ بھارتی فوجی مارے جا چکے اور ڈیڑھ ہزار کے

قریب زخمی ہوئے ہیں۔ بھارتی حکومت فوج کا شکستہ مورال سنبھالنے کے لئے جانی نقصان کو کم سے کم کر کے پیش کر رہی ہے۔ چند دنوں سے یہ تاثر پیش کیا جا رہا ہے کہ گویا کارگل میں پاکستانی فوج اور مجاہدین کی گنوں کا نشانہ بننے والے صرف مسلمان فوجی ہیں یا سول آبادی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بھارتی فوجیوں کی لاشیں جا بجا پہاڑوں میں بکھری پڑی ہیں اور انہیں اٹھانے والا کوئی نہیں۔ ہزاروں زخمیوں کو دراس، کارگل اور لیہہ کے فیلڈ ہسپتالوں کے علاوہ کشمیر کے متعدد فوجی ہسپتالوں اور پنجاب، ہریانہ اور دلی کے بڑے ہسپتالوں میں رکھا گیا ہے۔

کارگل کی شرمناک شکست کا اصل سبب یہ ہے کہ بھارت نے ہمیشہ کشمیری مجاہدین کی قوت کا غلط اندازہ لگایا۔ غلط اندازوں کا غلط نتیجہ نکلا اور سینکڑوں بھارتی فوجی پہاڑی چوٹیوں پر پہنچنے کے ناممکن مشن کی تکمیل کی خواہش میں بے بس چڑیوں کی طرح مارے گئے۔ اس کی ذمہ داری فوجی اور سیاسی قیادت نے اپنی چمڑی بچانے کے لئے مختلف چھوٹے فوجی افسروں پر عائد کر دی، چنانچہ 121 بریگیڈ کے بریگیڈئر سریندر سنگھ اور 16 بریگیڈ کے کرنل پی ایس او بیرائے کو بطور سزا تبدیل کرنے کی خبر تو اخبارات میں آ چکی ہے، لیکن اس کے بعد فوجیوں کا مورال شکستہ ہونے سے بچانے کے لئے مزید سزاؤں کا پروگرام ترک کر دیا گیا۔ چھوٹے افسر کہتے ہیں کہ اصل غلطی تو فوجی ہائی کمان کی ہے جس نے اندازہ کئے بغیر ہی اپنی فوج کو اس سرد جہنم میں جھونک دیا۔ مجاہدین کے بارے میں افواہوں سے بھارتی فوجیوں کی لڑنے کی صلاحیت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ اونچی چوٹیوں پر دیوتاؤں کے لڑنے، ان پر گولی کا اثر نہ ہونے اور مجاہدین کے خوفناک چہروں اور مظالم کی ایسی ایسی تصاویر کشی کی گئی ہے کہ ہندو فوجی رات کو سوتے میں بھی ڈرتے ہیں۔ مجاہدین کے ایک گروہ کے بارے میں افواہ مشہور

کردی گئی ہے کہ وہ دشمن کے فوجیوں کو ذبح کر کے سر کاٹ دیتے ہیں، وغیرہ، وغیرہ۔

مجاہدین ناقابل تسخیر ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان کو شکست دینے کے لئے بار بار تجربے کئے گئے لیکن ہر بار نتیجہ وہی نکلا۔ جو گروہ یا دستہ کسی پہاڑی پر قبضہ کے لئے آگے بڑھتا ہے اسے مجاہدین کے ہاتھوں سخت جانی نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔ اب کہیں جا کر بھارتی ہائی کمان اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مجاہدین سے نمٹنے کے لئے قوت یا تعداد کافی نہیں۔ اصل چیز جذبہ، اہلیت اور شجاعت ہے جس سے ان کی فوج بری طرح محروم ہے۔ دوسری بات بھارتی فوج کے خلاف موسم اور نہایت بلند چوٹیوں کا معاندانہ رویہ ہے۔ اب واجپائی حکومت اور بھارتی فوج کی ہائی کمان کو یہ خیال بھی ستا رہا ہے کہ اگر موجودہ جنگ ستمبر تک طول کھینچ گئی تو کیا ہو گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پوری قوت صرف کر کے ستمبر تک مجاہدین کو کارگل سے نکالنا ہو گا۔

ستمبر کی ڈیڈ لائن کے پیچھے یہ خوف چھپا ہوا ہے کہ اس کے بعد برف باری جنگ بندی پر مجبور کر دے گی، پھر یہ پورا علاقہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھارت سے چھن جائے گا۔ ستمبر تک جنگ کا طول کھینچنا مسٹر ایڈوانی کے خیال میں اس لئے بھی خطرناک ہے کہ اس کے بعد پاکستان مسئلہ کشمیر کو جنرل اسمبلی کے سالانہ اجلاس میں پیش کر کے اس کو "بین الاقوامیت" تسلیم کرالے گا۔ گزشتہ چار ہفتوں کے دوران بھارتی فضائیہ مسلسل فضائی حملے جاری رکھے ہوئے ہے۔ مجاہدین پر میراج 2000 طیاروں کے ذریعے لیزر گائیڈڈ بمباری بھی کی گئی ہے اور کیمیائی بم بھی پھینکے گئے ہیں، بھارتی توپوں سے شیلنگ بھی جاری ہے اور مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان دست بدست جنگ کی نوبت بھی آئی ہے، مگر بھارتی قیادت بے بسی سے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس کے سارے اندازے غلط تھے، جنگ کئی ماہ تک طول کھینچ سکتی ہے۔ 23 جون کو بھارتی فوج

کے سربراہ وید پرکاش ملک نے اخبار نویسوں کو بریفنگ دی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ آہستہ مگر تسلسل سے کارروائی کرتے ہوئے بالآخر کارگل کی چوٹیاں خالی کرالیں گے۔ لیکن ایسا کب تک ممکن ہو گا، انہوں نے یہ بتانے سے صاف انکار کر دیا۔ دوسری طرف بیشتر بھارتی عسکری ماہرین کو یقین ہے کہ یہ بلند ترین پہاڑ اب کسی طرح بھی تسخیر نہیں کئے جا سکتے۔ بھارتی فوجی لڑنا چاہتے ہیں۔ مگر برفانی وادیوں میں سردی سے مرنا نہیں چاہتے، دوسری طرف مجاہدین لڑنا بھی جانتے ہیں، مرنا بھی اور مارنا بھی، بھارتی جریدے "انڈیا ٹوڈے" مجاہدین کی عسکری سپرٹ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"وہ لڑنا جانتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب تک ایک "دراندازـ" کو زندہ گرفتار نہیں کیا جا سکا۔" اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک پہاڑی چٹان کے پیچھے بنا ہوا بنکر صرف چار مجاہدوں، تین سنائپر گنوں اور ایک مشین گن کے ساتھ ایک بٹالین فوج کو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے سے روک سکتا ہے اور ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ فضائیہ کے ذریعے دہشت پھیلانے کی کوشش تو کی گئی لیکن فضائیہ کے طیارے چند پہاڑی چٹانوں کو توڑنے یا چند مجاہدین کو نشانہ بنانے کے سوا کچھ نہیں کر پائے۔ "انڈیا ٹوڈے" کے نمائندوں نے کارگل جا کر صورت حال کا مطالعہ کرنے کے بعد لکھا:

"ایک دراندازـ کو اس کی پوسٹ سے ہٹانے کے لئے ایک سو ماہر جنگجو بھارتی فوجیوں کی ضرورت ہے اور یہی کافی نہیں، اس کے علاوہ ایک سو جنگجوؤں کو اس مشن کی کامیابی کے لئے انفنٹری اور توپخانے کی مدد کی بھی ضرورت پڑے گی۔"

"انڈیا ٹوڈے" کے نمائندوں نے کارگل سیکٹر میں بہت سے فوجی افسروں اور مرکزی کمان سے اس جنگ کے امکانات پر سیر حاصل گفتگو کی اور پھر اپنے جریدے کی تازہ اشاعت میں تمام تفاصیل کو مختصر نکات کی شکل میں یوں بیان کر دیا:

☆ پہلے جن پوسٹوں پر کشمیری اور غیر ملکی مجاہدین قابض تھے، اب وہاں پر پاک فوج کے ریگولر جوان آ گئے ہیں۔

☆ دراندازوں کی تعداد 1000 کے قریب ہے، اس سے پہلے 300 سے 700 کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ صرف ایک ہزار مجاہدین (اور یہ اعداد و شمار بھی بھارتی فوج کے مہیا کردہ ہیں) کے مقابلے میں چالیس ہزار سے زیادہ فوجی لائے جا چکے ہیں، لیکن مجاہدین سے نمٹنا پھر بھی مشکل ہے، بھارتی فوجی افسر اپنی ناکامی کے کئی اسباب بتاتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں سے اہم ترین وجہ وہ تعداد کی کمی بتاتے ہیں۔ دوسرے وہ کہتے ہیں کہ فوجیوں کو اس خطے کی جنگ کی تربیت ہی نہیں دی گئی نہ اس بے رحم موسم کے وہ عادی ہیں اور نہ سترہ اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر جنگ لڑنے کا انہیں تجربہ ہے۔ محض تعداد بڑھانے کے لئے میدانی علاقوں کی فوج کو کارگل میں سردی سے مرنے کے لئے لا چھوڑا گیا ہے۔ جو مقامی حالات سے کسی قدر آشنا ہیں ان کا حال بھی پتلا ہے کہ ان کے پاس مناسب خوراک نہیں اور برفانی پہاڑوں میں وقت گزارنے کے لئے انہیں ضروری لباس بھی میسر نہیں۔ ان سے کہا گیا ہے کہ یہ زندگی اور موت کی جنگ ہے مار دیا مر جاؤ۔ بھارتی جریدے "انڈیا ٹوڈے" نے اپنی 21 جون کی اشاعت میں لکھا ہے۔

"نصف سے زیادہ فوج اس ملبوس سے محروم ہے جسے گلیشیئر ملبوس (Glacier Clothing) کہا جاتا ہے۔ سولہ سے اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر سرد موت سے جان بچانے کے لئے ان کپڑوں اور سامان کی ضرورت پڑتی ہے گلیشیئر کے ملبوسات تیرہ اجزاء پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں خصوصی ساخت کے برفانی بوٹ، برفانی چشمے (جو بالائے بنفشی شعاعوں سے آنکھوں کی حفاظت کرتے ہیں) اور ایک خصوصی جیکٹ بھی شامل ہوتی ہے۔ بھارتی افواج سیاچن گلیشیئر پر اس لباس کا استعمال کر چکی ہے۔

لیکن انہیں یہ امید نہیں تھی کہ کارگل میں بھی انہیں ایسے ہی علاقے سے واسطہ پڑ سکتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ایک فوجی کے لباس پر کم از کم تیس ہزار روپے کے اخراجات ہوتے ہیں۔" ان فوجیوں سے کہا گیا ہے کہ انہیں سپیشل لباس کے لئے کم از کم پندرہ دن تک مزید انتظار کرنا پڑے گا۔

دوسرے سامان کی سپلائی کا بھی یہی حال ہے۔ وائرلیس سیٹ موجود ہیں لیکن ان کی بیٹریاں موجود نہیں۔ بھارتی فوج توپوں میں استعمال ہونے والے گولوں کی بھی کمی کا شکار ہے۔ "انڈیا ٹوڈے" کے نمائندے رمیش ونائک نے لکھا ہے کہ صرف دو ہفتوں کے دوران دراس سیکٹر میں 42 ہزار شیل فائر کئے گئے جن کا وزن 32 میٹرک ٹن تھا اور ان کی کم از کم لاگت ایک سو کروڑ روپے ہے۔ مزید گولہ بارود لانے کے لئے پورے ملک کے اسلحہ خانوں سے رابطہ کیا گیا ہے لیکن بڑا مسئلہ بوفرز توپوں کے گولوں کا ہے۔ ان توپوں نے کارگل کے پہاڑوں میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن ملک میں موجود ان کے شیل پہلے ہی ختم ہو چکے ہیں۔ سویڈن سے خریدی گئی ان توپوں کے معاہدے میں تکنیک منتقل کرنا بھی شامل تھی، لیکن جلد ہی بوفرز سکینڈل سامنے آ گیا اور بھارتی قیادت پر الزام لگا کہ ان توپوں کی خریداری میں کروڑوں روپے کا کمیشن کھایا گیا ہے۔ اس سکینڈل کی وجہ سے بھارت ٹیکنالوجی منتقل کرنے پر اصرار نہ کر سکا، چنانچہ اب بھارت کی یہ مجبوری ہے کہ وہ توپوں کے گولے بھی باہر سے خریدے۔ حال ہی میں جنوبی افریقہ کی ایک کمپنی کو بوفر توپوں کے ایک لاکھ گولوں کا آرڈر دیا گیا ہے۔ بوفر توپ کا ایک گولہ ایک ہزار ڈالر (تقریباً 42000 ہندوستانی روپے) میں خریدا جا رہا ہے۔ مجموعی طور پر اس سودے پر چار ارب 20 کروڑ روپے لگیں گے۔

ان توپوں کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ درست نشانے پر فائر کرنے کے لئے انہیں خصوصی لوکیشن ریڈراز کی ضرورت پڑتی ہے۔ تین سال پہلے بھارتی فوج نے مطالبہ کیا تھا کہ تین ریڈار Antpq-37 خریدے جائیں۔ ایسے ایک ریڈار کی قیمت 200 کروڑ روپے تھی۔ وزارت دفاع نے اپنی ریسرچ آرگنائزیشن Drdo کی رپورٹ پر اعلان کیا...... یہ ریڈار مقامی طور پر تیار کئے جائیں گے۔ لیکن گزشتہ سال Drdo نے سر جھکا کر معذرت ظاہر کر دی کہ یہ کام اس سے بروقت نہیں ہو سکے گا، لہٰذا بہتر ہے کہ فوج اپنے لئے ریڈار باہر سے خریدلے---اسی دوران میں پوکھران کے دھماکوں کی وجہ سے بھارتی کے اسلحہ خریدنے پر پابندی لگادی گئی۔

آرمی کی طرف فضائیہ کو بھی کارگل میں بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ دراصل بلند پہاڑوں اور فضائی جنگ میں ایک فطری بیر ہے۔ بھارتی فضائیہ کے پاس 18000 فٹ کی بلندی پر بمباری کرنے والے طیارے موجود نہیں ہیں۔ کوئی طیارہ جو ایک ہزار کلو میٹر کی رفتار سے اڑ رہا ہو اس کے لئے دس بیس فٹ چوڑی پہاڑی ریج میں چھپے ہوئے لوگوں کو نشانہ بنانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ جبکہ یہ پابندی بھی ہو کہ حملے کے ساتھ ہی طیاروں کا رخ موڑ دیا جائے، کسی جگہ کنٹرول لائن عبور کرنے کی نوبت آجائے تو پاکستان کی متعدد توپیں اور میزائل انہیں نشانہ بنانے میں کوئی غلطی بھی نہیں کرتے۔ دو میگ طیاروں کے نشانہ بنائے جانے کے بعد میگ طیاروں کے سکوارڈن واپس بھیج دئے گئے۔ گن شپ ہیلی کاپٹر آئے مگر ان کا بھی شکار ہونے لگا۔ میراج طیاروں سے بمباری شروع کی گئی، کم از کم دو طیارے آپس میں ٹکرا گئے۔ اب پھر میراج 2000 کے ذریعے لیزر گائیڈڈ بمباری شروع کی گئی ہے۔ یہ طیارے کنٹرول لائن سے بیس کلو میٹر دور رہ کر بھی بمباری کر سکتے ہیں، مجاہدین کی قیادت

مسئلے کا بھی کوئی حل ضرور نکال لے گی۔ بیس برس سے بھارتی فضائیہ پہاڑی جنگ کے لئے موزوں طیارے خریدنے کی کوشش کرتی رہی ہے مگر اس میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

ہتھیاروں اور سامان جنگ کے علاوہ بھی بھارتی فوج کے کئی مسائل ہیں، انہیں دو وقت کا کھانا ملے نہ ملے ایک وقت شراب ضروری ہے، جبکہ کشمیری مجاہدین کی تربیت افغانستان کے سنگلاخ پہاڑی مورچوں میں ہوئی ہے، جہاں بغیر شکر کے قہوہ اور خشک روٹی کھا کر وہ برسوں لڑتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سحر دم جب مجاہدین خالق حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور تلاوت کلام مجید کے بعد اپنی اپنی گنیں سنبھال کر دشمن کے شکار کے لئے مورچوں میں آبیٹھتے ہیں تو بھارتی فوج ابھی نیند اور شراب کے نشے میں مدہوش پڑے ہوتے ہیں۔ لیکن سارے بھارتی فوجی ایسے "خوش قسمت" نہیں ہیں...... روٹی اور شراب زیادہ تر بااثر افسروں کا مقدر بنتی ہے ورنہ لداخ سکاؤٹس تو گڑ، چنے اور پانی کی بوتل کے ساتھ پورا دن پہاڑوں پر بھٹکتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔

"میں میجر اچاریہ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ایسا خوش گفتار فوجی افسر میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ میجر اچاریہ نے مجھے بتایا کہ وہ اگلے چند دنوں میں ایک بیٹے کا باپ بننے والا ہے۔ اس نے مجھے اپنا فون نمبر دیا اور کہا جب میں واپس لوٹوں تو اس کی بیوی کو فون کر کے بتاؤں کہ میجر اچاریہ اسے کتنا مس کر رہا ہے۔ اس کے بعد ہم الگ ہو گئے۔ میں نے چند روز بعد واپسی پر میجر اچاریہ کے گھر فون کیا تو اس کی ماں نے فون اٹھایا۔ میں نے اسے بتایا کہ اچاریہ ان سب کو بہت مس کر رہا ہے اور وہ واقعی ایک بہادر آفیسر ہے۔

راجپوتانہ رائفلز کے میجر اچاریہ کی ماں نے جواب میں کہا "ہاں میرا بیٹا ایک بہادر آفیسر تھا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی یہی کہا ہے۔"

میرے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا کیونکہ میجر اچاریہ کارگل کی جنگ کا ایندھن بن چکا تھا۔

یہ کہانی انڈیا ٹوڈے کے فوٹوگرافر بینرجی نے لکھی ہے اور کہانی کے اختتام پر اس رسالے کا ایڈیٹر لکھتا ہے۔

"الفاظ کے بہترین بناؤ سنگھار کے باوجود جنگ ایک احمقانہ کام ہے کیونکہ بالآخر اس

کھیل کا انجام ہے موت اور جتنی جلدی موت کا یہ کھیل ختم ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔"

سٹیٹسمین کلکتہ کے سارنجو چودھری نے کارگل میں اگلے مورچوں پر ایک بٹالین کرنل سے اپنی ملاقات کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا۔

Whatever be the case, the intruders have shown great skill. I have fought the LTTE in Sir Lanka these people are as motivated and tough though encrypts show a flogging moral. They fight to the end. Even when they are wounded, they fight on. There is no Surrender for them. They will either go back or die.

نامہ نگار لکھتا ہے میں حیرت سے بھارتی کرنل کا منہ دیکھ رہا تھا جس کا تعلق جموں کی اس مشہور رجمنٹ سے تھا جس نے دراس سیکٹر میں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس کرنل نے بتایا کہ مجاہدین مر جاتے ہیں، گرفتاری نہیں دیتے، جہازوں کی فائرنگ، توپوں کی گولہ باری کچھ بھی ہو ان کا تب تک کچھ نہیں بگاڑ سکتے جب تک کہ وہ زندہ ہیں۔

انڈیا ٹوڈے کا نامہ نگار ہریندر باویجا 12 جولائی کے شمارے میں لکھتا ہے۔

کارگل کی پہاڑیوں میں 18 گرنیڈرز نے 20 روز کی جان توڑ مشقت اور قربانیوں سے پوائنٹ نمبر 4590 خالی کروایا تھا جبکہ راجپوتانہ رائفلز نے تولونگ ٹاپ میں مجاہدین سے صرف ایک پوزیشن واپس لی تھی، وہ مجاہدین کے "اللہ اکبر" کے نعروں کا مقابلہ پہلے پہل تو "بھارت ماتا کی جے" سے کرتے رہے لیکن جب انہیں ٹائیگر ہلز کی طرف روانہ کیا گیا تو ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اب ان کا معمول روزانہ کا "ہون کھنڈ" ہے (جو موت کی اطلاع پر منعقد ہوتا ہے۔) تیرہ روز کی جنگ میں 18 گرنیڈرز کے 25 جوان مارے 42 شدید زخمی ہوئے۔ ٹور راجپوتانہ رائفلز کے 3 افسران 12 جوان مارے گئے۔ باقی یونٹوں کے جوان شامل کرنے کے بعد 207 فوجی مارے جا چکے تھے

جبکہ 389 شدید زخمی تھے۔ یہاں موجود آفیسر نے انتہائی بددلی سے کہا افسوسناک بات تو یہ ہے کہ 40 روزہ جنگ لڑنے کے بعد ہم نے بمشکل ایک تہائی کامیابی حاصل کی ہے۔

یہ اور ایسے درجنوں واقعات بھارتی میڈیا میں آئے روز پڑھنے اور سننے کو ملتے ہیں۔

بھارت کا ہر وہ ذمہ دار صحافی جس نے میدان کارزار کا دورہ کیا ہے کسی لگی لپٹی کے بغیر یہ بات لکھنے پر مجبور ہے کہ بھارتی فوج کا مورال تباہ ہو چکا ہے۔ مجاہدین سے چوٹیاں حاصل کرنے کے جنون میں بھارتی افسران مسلسل جان سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ جب ان کے جواں لاشے ان کے گھروں میں تابوتوں میں بند ہو کر پہنچتے ہیں تو ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ ان کے عزیز و اقارب کے بین آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور بھارتی میڈیا ہی نہیں بین الاقوامی میڈیا بھی ان کی بھرپور کوریج کر رہا ہے۔

صورتحال اس حد تک تشویشناک ہے کہ بھارتی صوبہ پنجاب میں باقاعدہ شہداء فنڈ قائم ہو گئے ہیں۔ پنجاب سے نکلنے والے گورمکھی اخبار "اجیت" نے اجیت کارگل شہید فنڈ قائم کر دیا ہے کیونکہ پنجاب میں کارگل سے بہت زیادہ لاشیں آ رہی ہیں۔ بھارتی حکومت کی پالیسی یہی رہی ہے کہ وہ سکھوں کو عموماً جنگ کا ایندھن بنایا کرتی ہے۔ گزشتہ باون سال سے بھارت میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ مرنے والے سکھ جوانوں کے پریوار عموماً غریب اور بے آسرا ہوتے ہیں جن کا مرنے والے کی معمولی ماہانہ پنشن سے گزارہ ممکن نہیں ہے۔ یوں بھی بھارتی حکمرانوں نے پنجاب میں سکھوں کا بہت بری طرح کریا کرم کیا تھا اور ایک اندازے کے مطابق نوجوانوں کو زیادہ تر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

خالصتان نواز سکھوں کا کہنا ہے کہ ہزاروں سکھ نوجوان نے بے موت مرنے کے بجائے بھارتی فوج اور پیرا ملٹری فورسز میں بھرتی ہو گئے تھے۔ اب ان بے چاروں ک

قربانی کے بکرے بنایا جا رہا ہے۔ یہ وہ نوجوان تھے جن میں سے ہر ایک اپنے کنبے کا واحد کفیل رہ گیا تھا۔ اب ان کے خاندان بالکل بے آسرا ہو کر رہ گئے ہیں۔

یہ صورتحال ہے جس سے بھارتی معاشرہ دوچار ہے۔ صرف کارگل میں معرکہ برپا ہوا تو سارا بھارت چیخ اٹھتا ہے۔ وہ لوگ جو بھارت کی طرف سے پاکستان پر حملے کا شور مچاتے ہیں اگر وہ بھارت کے اندر کی ایک تصویر دیکھ لیں تو شاید ان کے خیالات بدل جائیں اور انہیں سمجھ آ جائے کہ دن رات پاکستان پر حملے کی دھمکیاں دینے والے بھارتی حکمران اندر سے کتنے کمزور اور خوفزدہ ہیں۔

حال ہی میں بھارتی حکومت کی طرف سے ایک عجیب و غریب بیان جاری ہوا ہے جس کے مطابق پاکستان انٹیلی جنس ایجنسی آئی ایس آئی نے نیپال میں تباہ کن مواد پہنچا دیا ہے جو بھارت میں تخریب کاری کیلئے استعمال کیا جائے گا۔ اس سے پہلے بھارت کی طرف سے مجاہدین کے ہاتھوں کارگل میں ہزیمت اٹھانے کے بعد سے مسلسل پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ پاکستان ایک دہشت گرد ملک ہے جو نہ صرف بھارت بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی دہشت گردی پھیلا رہا ہے۔ اس سلسلے میں بھارتی حکام اپنے ملک سے موجود علیحدگی اور آزادی پسند تحریکوں کو بھی آئی ایس آئی کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں اور یہ الزام لگاتے ہوئے شاید بھارتی خود شرمندگی محسوس نہیں کرتے کہ ایک طرف تو وہ پاکستان کو "کھدیڑنے" کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے ملک میں برپا ہر مصیبت کو پاکستان کے گلے کا ہار بنا رہے ہیں۔

اس دوعملی اور منافقانہ رویئے کو گو کہ دنیا کا ہر باشعور شخص اچھی طرح سمجھتا ہے لیکن بھارتی "راج نیتی" کا کمال یہ ہے کہ وہ بڑی ڈھٹائی سے خود کو مظلوم اور پاکستان کو ظالم ثابت کر رہا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ مغربی پریس پر جو بھارتی ڈگڈگی پر بندر کی

طرح ناچتا چلا جا رہا ہے۔

کارگل کا معرکہ اپنے منطقی انجام کو پہنچ چکا ہے اور بھارتیوں کو اس بات کا شدت سے احساس ہونے لگا ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر پر آدھی جنگ ہار گئے ہیں کیونکہ پاکستان نے اس مسئلے کو مقامی سے بین الاقوامی بنا دیا ہے۔ گو کہ ہماری اپوزیشن اس بات کو تسلیم نہیں کرتی اور تصویر کا ایک ہی رخ دیکھ رہی ہے لیکن بھارتی پریس نے اس "خطرے" سے اپنی سرکار کو "صاحب دان" کر دیا ہے کہ پاکستان نے بڑی چالاکی سے بھارتی "بائی لٹرل ٹاک" والی تھیوری غلط ثابت کر دی ہے اور صدر کلنٹن کی طرف سے اس مسئلے پر ثالثی کے اعلان نے بھارتیوں کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا ہے۔ بھارتی حکومت کی طرف سے اس حملے کو کاؤنٹر کرنے کیلئے پاکستان کے خلاف جو حربہ استعمال کیا جائے گا وہ گو کہ نیا نہیں لیکن اس مرتبہ اس کی شدت میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔ اب بھارتی ایجنسیاں ایک طرف تو اپنے ملک میں پھیلی انارکی کو بیلنس کرنے کیلئے پاکستان میں دہشت گردی کا طوفان لائیں گی اور دوسری طرف سطح پر پاکستان کے خلاف ایک دہشت گرد ملک ہونے کا پراپیگنڈہ بھی زور شور سے کیا جائے گا تاکہ دنیا کی توجہ بھارتی دہشت گردی سے ہٹی رہے۔ اس مرحلے پر اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ کچھ عرصہ کیلئے ہی سہی اپوزیشن اور حکومت اپنے اختلافات فراموش کر کے کوئی ایسا لائحہ عمل اختیار کریں کہ اگلے کچھ دنوں میں پاکستان کے خلاف عالمی اور ملکی سطح پر جو شورش برپا ہونے والی ہے اس کا ازالہ کیا جائے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب باہمی اعتماد کی فضا قائم کی جائے۔

کارگل کے محاذ پر چند روز کے عنوان سے ماہنامہ شہادت میں ایک ایمان افروز سفر نامہ خالد سیال نے لکھا ملاحظہ فرمائیں۔

یہ کارگل سیکٹر ہے، جہاں پاکستان اور بھارت کی مسلح افواج جدید ترین اسلحہ سمیت ایک دوسرے کے مقابل کھڑی ہیں اور گاہے گاہے دونوں جانب سے گولہ باری کا سلسلہ جاری ہے...... اوپر بلند پہاڑی چوٹیوں پر مجاہدین کا قبضہ ہے۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور مدارس سے نکل کر میدان جہاد کا رخ کرنے والے ان مجاہدوں کا مقابلہ ایک ایسی فوج سے ہے جو ظلم و بربریت اور دہشت گردی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی...... ان نیم مسلح پانچ چھ سو مجاہدوں نے بھارت کی سات لاکھ تربیت یافتہ فوج کو نیم پاگل کر دیا ہے، بھارتی فوجی کارگل، دراس اور بٹالک کا رخ کرنے سے گھبراتے ہیں، مجاہدین کا خوف ان کے اعصاب کو شل کر چکا ہے۔ کارگل دراس اور بٹالک میں توپیں 24 گھنٹے آتش و آہن برسا رہی ہیں۔ اس تمام صورتحال کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے شہادت کی ایک ٹیم سوئے کارگل روانہ ہوئی، شاکر بن عبداللہ، احمد شاہ فاضل اور راقم الحروف پر مشتمل یہ ٹیم کارگل محاذ تک کیسے پہنچی یہ ایک طویل داستان ہے......

اسلام آباد کے انٹر نیشنل ایئرپورٹ سے پی آئی اے کے بوئنگ طیارے کے ذریعے جب ہم سکردو روانہ ہوئے تو ہمیں کچھ علم نہ تھا کہ ہم نے منزل تک کیسے پہنچنا ہے اور راستے میں کن کن مشکل مقامات سے گزرنا ہے...... ہمیں صرف اتنا معلوم تھا کہ پاکستان سے کارگل کے محاذ تک جانے کے لئے سکردو کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اسلام آباد سے سکردو بذریعہ طیارہ 40 منٹ کی مسافت پر ہے جبکہ بذریعہ سڑک یہی فاصلہ 25 گھنٹوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ ہمیں واپسی پر پتہ چلا کہ سکردو کے لئے طیارے کا مل جانا بھی کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔ بسا اوقات موسم کی خرابی کے باعث ہفتوں پی آئی اے مسافروں کو لٹکائے رکھتی ہے...... سکردو کو بلتستان کا صدر مقام قرار دیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات بلتستان اور گلگت پر مشتمل ہیں۔ بلتستان کے دو اضلاع ہیں، سکردو اور گانچھے جبکہ گلگت کے تین اضلاع ہیں، گلگت، دیامر اور غذر...... سیاچن ضلع گانچھے میں معروف تفریحی مقامات چلاس ضلع دیامر میں اور وادی ہنزہ ضلع غذر میں واقع ہیں۔ کارگل کا شہر بھارت میں ہے لیکن ضلع سکردو کے آخری سرحدی گاؤں برسیل سے صرف پانچ چھ کلو میٹر پر واقع ہے اور یہی وہ علاقہ ہے جو اس وقت پوری دنیا کے لئے فلیش پوائنٹ (Flash Point) بنا ہوا ہے...... کارگل سے کنٹرول لائن کے ساتھ ساتھ اگر ہم شمال کی جانب بڑھتے جائیں تو پندرہ بیس کلو میٹر کے فاصلے پر بٹالک چھاؤنی ہے۔ تھوڑا سا آگے بڑھیں تو پندرہ بیس کلو میٹر پر چھوربٹ کا علاقہ آجاتا ہے، یہاں بھی دونوں جانب سے گولہ باری کا سلسلہ جاری ہے۔ مزید شمال کی جانب بڑھتے جائیں تو سیاچن کا علاقہ آجاتا ہے۔ دراس سیکٹر کارگل سے جنوب مشرق میں تقریباً ساٹھ ستر کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ مجاہدین نے جن پہاڑی چوٹیوں پر قبضہ کیا ہوا ہے وہ دراس، کارگل، بٹالک اور چھوربٹ کے اردگرد واقع ہیں...... یہاں

یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ 1971ء کی پاک بھارت جنگ سے قبل ان میں سے اکثر علاقہ جات پاکستان کے پاس تھے۔ 1971ء میں چونکہ پاکستان بنگلہ دیش اور پنجاب کے میدانی علاقوں کے محاذوں پر مصروف تھا اور دفاعی حوالے سے یہاں پاکستان کی پوزیشن کمزور تھی، اس لئے صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے زبردستی دس بارہ دیہات اور کئی پہاڑی چوٹیوں پر قبضہ کر لیا اور بعد میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مقولے پر عمل کرتے ہوئے یہ علاقہ پاکستان کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ پاکستان نے کئی بار ان علاقوں کی واپسی کا مسئلہ بھارت کے ساتھ اٹھایا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھارت نے یہ موقف اختیار کر لیا کہ یہ علاقہ جات ہمیشہ سے ہی اس کا حصہ ہیں، چنانچہ پاکستان نے بھی کسی مناسب وقت تک خاموشی اختیار کر لی......

سکردو میں ہمارے میزبان المرکز السلامی کے مدیر مولانا محمد علی جوہر تھے...... مولانا محمد علی جوہر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فاضل ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے ہیں اور اب پنجاب یونیورسٹی سے ہی پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ چند ماہ تک آپ باقاعدہ ڈاکٹر بن جائیں گے کیونکہ پی ایچ ڈی کا مقالہ تیار کر چکے ہیں اور چند روز تک اسے Submit کرنے والے ہیں...... مولانا محمد علی جوہر ایک خوش اخلاق اور متحرک شخصیت ہیں۔ مقامی انتظامیہ، سیاسی و مذہبی جماعتوں اور اہم شخصیات کے ساتھ قریبی روابط رکھتے ہیں اور روابط کو دین اسلام کی اشاعت کے لئے استعمال میں لا رہے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر 1981ء سے المرکز الاسلامی کے امیر چلے آرہے ہیں۔ جہاد کشمیر میں سرگرم تمام عسکری تنظیموں سے آپ کے گہرے روابط ہیں...... ہنستے مسکراتے مولانا محمد علی جوہر عقیدہ و نظریہ کے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر اس جماعت کو خوش آمدید کہتے ہیں جو جہاد کشمیر میں کسی بھی حوالے سے کوئی کردار

بھارتی ذرائع ابلاغ کے مطابق کارگل میں پاکستان کا گیم پلان بشکریہ انڈیا ٹوڈے

ادا کر رہی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام سیاسی و عسکری جماعتوں کے سربراہان اور انتظامیہ کے ذمہ داران کا آپ سے مشاورت کے لئے المرکز الاسلامی میں تانتا بندھا رہتا ہے...... المرکز الاسلامی سکردو شہر کے وسط میں وسیع و عریض رقبے پر مشتمل ایک ایسا ادارہ ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ المرکز الاسلامی جامعہ دار العلوم غواڑی بلتستان کی ایک ذیلی شاخ ہے جو جدید خطوط پر اسلام کی تعلیمات کو عام کر رہا ہے، اس وقت تقریباً ساڑھے تین سو کے لگ بھگ طلباء و طالبات مرکز میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مختلف کالجوں کے تقریباً ڈیڑھ سو طلباء کالج میں رہائش پذیر ہیں جن کے قیام و طعام کے اخراجات مرکز برداشت کر رہا ہے۔ یہ طلباء دن کو مختلف کالجوں میں جدید تعلیم حاصل کرتے ہیں اور شام کو المرکز الاسلامی میں قرآن و سنت کی تعلیمات سے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

مقامی طلباء اور طالبات کو بھی مرکز میں اسلامی تعلیمات دی جاتی ہیں۔ ان کو گھروں سے لانے اور لے جانے کے لئے مرکز نے گاڑیوں کا انتظام کر رکھا ہے اور یہ سب کچھ کسی قسم کی فیس کے بغیر خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے کیا جا رہا ہے۔ مرکز میں ایک خوبصورت مسجد، ایک وسیع لائبریری اور ایک مہمان خانہ ہے۔ جہاں مہمانوں کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ مہمان خانہ جدید خطوط پر استوار ہے جہاں وی آئی پی شخصیات کو بھی ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

المرکز الاسلامی کے مدیر مولانا محمد علی جوہر سے ہماری یہ پہلی ملاقات تھی، انہوں نے جس خلوص اور محبت کے ساتھ ہمیں مرکز میں ٹھہرایا اور ہمیں منزل تک پہنچانے کے لئے رہنمائی اور عملی تعاون کیا، اسے بھلایا نہیں جا سکے گا۔ ہم نے جب مولانا سے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا تو انہوں نے نہ صرف متعلقہ اداروں سے رابطہ کروایا

بلکہ جامعہ دار العلوم غواڑی رابطہ کر کے ہمارے لئے گاڑی کا بھی بندوبست کر دیا۔ اگلے روز جمعۃ المبارک تھا، ہم سکردو سے غواڑی کے لئے روانہ ہوئے جہاں سے ہم نے اپنی منزل مقصود کی طرف جانا تھا۔ ہم سکردو سے غواڑی جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم ایک طالب علم غلام اللہ المرکز الاسلامی آئے۔ وہ غواڑی کے رہنے والے تھے اور ابھی ابھی براہ راست مدینہ منورہ سے سالانہ چھٹیاں گزارنے آئے تھے، انہیں جب ہماری آمد کا پتہ چلا تو انہوں نے اصرار کر کے اپنی گاڑی میں ہی غواڑی لے جانے کے لئے بٹھا لیا۔ غواڑی سکردو سے کوئی ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے، یہ سفر غلام اللہ کی رفاقت میں گزرا، انہوں نے دوران سفر نہ صرف اس علاقے بلکہ مدینہ منورہ اور سعودی عرب کے بارے میں بھی بڑی مفید معلومات دیں، وہ خالصتاً عربوں کے انداز میں بار بار اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے کہ انہیں مجاہدین کی رفاقت نصیب ہوئی۔ غواڑی پہنچ کر غلام اللہ اصرار کر کے ہمیں اپنے گھر لے گئے، ان کا پورا خاندان انہیں ملنے کے لئے امڈ آیا تھا، غلام اللہ کی پر تکلف دعوت کے بعد ہم نے جامعہ دار العلوم غواڑی میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز جمعہ کے بعد جمعیت اہلحدیث بلتستان اور جامعہ دار العلوم غواڑی کے ناظم اعلیٰ مولانا عبد الواحد عبد اللہ سے ملاقات ہوئی۔ مولانا ایک انتہائی متحرک اور منصوبہ ساز شخصیت ہیں جن کی قیادت میں جمعیت اہل حدیث نے بلتستان میں ایک اہم مقام حاصل کر لیا ہے اور جامعہ کی ترقی و تعمیر کا بھی بہت کام ہوا ہے...... جامعہ دار العلوم غواڑی کی اس وقت 44 شاخیں پورے بلتستان کے طول و عرض میں قرآن و سنت کی دعوت عام کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اس کے علاوہ تین پبلک سکول بھی چلائے جا رہے ہیں جن میں جدید مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور ان کا تمام تر انتظام و انصرام جامعہ کے

ذریعے ہی چلایا جارہا ہے، جسے ایک مرکزی کمان کنٹرول کرتی ہے اور مولانا عبدالواحد صاحب اس کے سربراہ ہیں...... غواڑی میں مولانا محمد موسیٰ نے 1318ھ کو اپنے گھر میں ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی جو آج ترقی کرتے کرتے جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی کے نام سے نہ صرف پورے شمالی علاقہ جات میں جانا پہچانا جاتا ہے بلکہ بیرون ملک میں بھی اس کے معیار تعلیم کا شہرہ ہے۔ مولانا محمد موسیٰ برصغیر کے نامور محدث مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا موسیٰ کے بعد مدرسہ کا انتظام و انصرام شیخ کریم بخش کے ہاتھوں میں رہا، ان کی وفات کے بعد شیخ عبدالرحمٰن خلیق کو دارالعلوم کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ شیخ عبدالرحمٰن خلیق نے اس مدرسہ کو کافی وسعت دی۔ 19 ستمبر 1991ء کو شیخ عبدالرحمٰن خلیق بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ یوں گیارہ اکتوبر 1991ء کو جمعیت اہلحدیث نے ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالواحد جو جمعیت اہلحدیث بلتستان کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا اور جامعہ کے انتظامات کی ذمہ داریاں بھی ان ہی سونپ دی گئیں...... مولانا عبدالواحد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ التحصیل ہیں، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری بھی حاصل کر رکھی ہے۔ یوں جدید وقدیم علوم ان کی ذات میں یکجا ہوگئے ہیں۔ مولانا عبدالواحد عرب ممالک میں بڑی احترام نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔

عربوں سے ان کے روابط کی بناء پر جامعہ دارالعلوم بلتستان اب باقاعدہ اس نیونیورسٹی کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔ جامعہ میں اس وقت گیارہ سو کے لگ بھگ طلبہ طالبات زیر تعلیم ہیں۔ طلباء کے لئے اب دریائے سندھ کے کنارے خوبصورت مناظر میں 120 کنال رقبے پر محیط ایک الگ کیمپس زیر تعمیر ہے، جس میں اس کے آخر تک کلاسیں شروع ہوجائیں گی، تب جامعہ کی موجودہ عمارت صرف طالبات

کے لئے مختص کر دی جائے گی......

جامعہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد مولانا عبدالواحد سے ملاقات ہوئی، ہم نے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا تو انہوں نے بڑی شفقت اور خلوص کے ساتھ فرمایا کہ ہمارا سب کچھ آپ کے لئے حاضر ہے۔ مولانا نے ہمیں اپنی ذاتی گاڑی میں بٹھایا اور ڈرائیور کو ایک جانب چلنے کا اشارہ کیا، کوئی دس منٹ بعد ہم دریائے سندھ کے کنارے چیری اور سیب کے باغات کے درمیان میں واقع ایک خوبصورت گیسٹ ہاؤس میں کھڑے تھے۔ یہ 650 کنال پر محیط جامعہ دارالعلوم کے نام سے ایک زرعی فارم ہے۔ جس کی تمام تر آمدن جامعہ کے بیت المال میں جاتی ہے...... زرعی فارم ابھی تکمیل کے مراحل میں ہے۔ فارم میں چیری کے ایک ہزار، سیب کے گیارہ سو اور خوبانی و بادام کے کوئی ڈیڑھ سو پودے لگائے گئے ہیں چیری کے پودے پھل سے بھرے ہوئے تھے، درخت سے توڑ کر چیری کھانے کا اپنا ہی مزہ ہے۔ سیب کے پودے بھی سیبوں سے لدے پڑے تھے لیکن ابھی یہ سیب کھانے کے قابل نہیں۔ زرعی فارم سے آلو، جو اور گندم کی فصل کے علاوہ تازہ سبزیاں بھی حاصل کی جاتی ہیں، جب سے یہ فارم بنا ہے جامعہ کے گیارہ سو طلباء کے لئے سبزی وغیرہ خریدنے کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف آلو کی فصل سے گذشتہ سال ساڑھے تین لاکھ روپے کی آمدن ہوئی، 400 کنال کے ایک زرعی فارم پر ابھی کام ہو رہا ہے۔ جہاں ڈیری فارم، پولٹری فارم اور نرسری لگانے کا منصوبہ ہے۔ یہ سب مولانا عبدالواحد کے ذہن رسا کے منصوبے ہیں، جن کا بڑا مقصد جامعہ دارالعلوم کی آمدن میں اضافہ کے ساتھ ساتھ علاقہ کے عوام کو سستے داموں ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے۔ عوام کے ساتھ مولانا کا قریبی رابطہ ہے اور وہ علاقہ کے ہر دلعزیز شخصیت ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کسی سیاسی مفاد کے بجائے خالصتاً

لوجہ اللہ عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ اس انتہائی اہمیت کے حامل قصبہ میں ابھی تک بجلی نہیں پہنچی حالانکہ دور دراز کے چھوٹے چھوٹے دیہات تک بجلی پہنچائی جاچکی ہے۔ غواڑی کو نظرانداز کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں زیادہ تر اہل توحید کی آبادی ہے۔ مولانا عبدالواحد نے اپنے طور پر جنریٹر کا بندوبست کر رکھا ہے جس سے عام لوگوں کو بھی سپلائی دی گئی ہے۔ اب مولانا نے کویت کی مدد سے واپڈا سے بجلی خریدنے کا منصوبہ بنایا ہے جس پر اندازاً 43 کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ اس منصوبہ پر ابتدائی کام ہو رہا ہے۔

زرعی فارم کے درمیان تین چار کمروں پر مشتمل ایک خوبصورت گیسٹ ہاؤس بنایا گیا ہے، جس کے عقب میں دریائے سندھ بہہ رہا ہے۔ دریائے سندھ کے اس بلند و بالا پہاڑ ہیں۔ گیسٹ ہاؤس سے دو چار منٹ میں دریا کے پانی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ یہ بڑا ہی دلفریب منظر ہے۔ گیسٹ ہاؤس کے اس سہانے منظر میں چیری کا تازہ پھل کھاتے ہوئے مولانا سے بڑی مفید گفتگو ہوئی، جس سے علاقہ کی صورت حال جغرافیائی پس منظر اور سیاسی و مذہبی جماعتوں کی سرگرمیوں سے آگاہی حاصل ہو اسی دوران میں زرعی فارم سے ہی مرغیاں ذبح کر کے زرعی فارم کے کارکنوں کھانا تیار کر دیا، جس کا اپنا ہی مزہ تھا...... اب مولانا کی ڈبل کیبن ٹویوٹا گاڑی ہمیں منزل تک لے جانے کے لئے تیار تھی۔ مولانا صاحب نے ڈرائیور عبدالحکیم کے علاوہ تین ساتھی سیف اللہ، کلیم اللہ اور فاروق عبداللہ کو بھی ہمارے ساتھ کر دیا جو علاقہ کی صورت حال اور راستوں سے آگاہ تھے۔

مولانا عبدالواحد نے مسنون دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ ہمیں رخصت کیا، اب ہم کنٹرول لائن کی جانب بڑھنے لگے، ہماری منزل وادی چھوربٹ کا آخری

تھی، جہاں مجاہدین کے زیر قبضہ چوکیوں کو راستہ جاتا ہے...... دریائے شوک کے کنارے کنارے ہم اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ سکردو سے غواڑی جاتے ہوئے کریس نامی ایک قصبہ آتا ہے جو خوبصورت وادی ہے، یہاں دریائے شوک اور دریائے سندھ کا سنگم ہے۔ دریائے سندھ کارگل کی جانب جاتا ہے جبکہ دریائے شوک خپلو سے ہوتا ہوا کنٹرول لائن کی طرف بڑھتا جاتا ہے، کوئی دو گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ہم خپلو پہنچ گئے۔ خپلو ایک خوبصورت تفریحی مقام ہے، ضلع گانچھے کا ضلعی ہیڈ کوارٹر ہے اور ضلعی انتظامیہ کے دفاتر بھی اسی شہر میں ہیں، یہیں سے ایک راستہ سیاچن کی طرف جاتا ہے۔ یوں تو پورے بلتستان کا موسم جون کی گرمی میں بڑا سہانا ہوتا ہے، رات کو کمبل اوڑھنا پڑتا ہے لیکن خپلو میں موسم زیادہ ہی دلفریب ہے۔ شہر کے قریب دریائے شوک کا دھانہ کچھ زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں خوبصورت وادیاں شہر کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔ موسم گرما میں خپلو سیاحوں کا مرکز بنا رہتا ہے۔ ہم خپلو میں رکے بغیر آگے بڑھتے گئے کیونکہ ہمارے پاس وقت کم تھا، ہمیں مغرب سے پہلے پہلے زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کرنا تھا، خپلو میں چلتے چلتے ایک مجاہد جہانگیر سے چند منٹ گفتگو ہوئی جو ابھی ابھی مجاہدین کی زیر قبضہ چوٹیوں سے واپس لوٹے تھے اور مجاہدین کے قبضہ کے پہلے روز سے اب تک کے ہر ہر لمحہ سے آگاہ تھے، جہانگیر لداخ (مقبوضہ کشمیر) کے رہنے والے ہیں، ان سے بڑی مفید معلومات حاصل ہوئیں، کریس ل سے لے کر کنٹرول لائن کے آخری گاؤں سیاری تک کا یہ پورا علاقہ وادی چھوربٹ کہلاتا ہے، جو دیکھنے کے قابل ہے۔ مغرب کے اندھیرے چھا رہے تھے کہ ہم پیون نامی قصبہ میں پہنچ گئے۔ راستہ میں کئی خطرناک مقام بھی آئے لیکن مجاہدین سے ملنے کے اشتیاق کے سامنے یہ سب خطرات ہیچ تھے۔ ایک

دو مقامات تو ایسے بھی تھے کہ پہاڑ سے ایک بڑا سا پتھر باہر نکلا تھا، جس کے نیچے دریا بہہ رہا ہے اور پتھر کے اوپر سے گاڑیاں گزر رہی ہیں، اگر کسی بھاری گاڑی سے پتھر ٹوٹ جائے تو گاڑی کسی رکاوٹ کے بغیر دریا کی موجوں کا لقمہ بن جائے......

پیون پہنچ کر ہم نے مغرب کی نماز ادا کی۔ یہاں ایک فوجی چھاؤنی ہے، اس لئے حساس علاقہ ہے جو بھارتی گولہ باری کا نشانہ بنا رہتا ہے۔ ہم نے رات پیون میں ہی گزارنے کا فیصلہ کیا کیونکہ آگے جو علاقہ تھا وہ براہ راست بھارتی فوج کی گولہ باری کی زد میں تھا، اس لئے لائٹیں جلا کر چلنا خطرے سے خالی نہ تھا، ہم نے رات ایک خفیہ مقام پر گزاری، یہ تجربہ دلچسپ بھی تھا اور معلومات افزا بھی......اگلے روز ہم سیکورٹی کے ذمہ دار اداروں کو اعتماد میں لے کر آگے بڑھنے لگے۔ اب ہم جس علاقہ میں سفر کر رہے تھے، وہاں کی نقل و حرکت بھارتی فوج دیکھ رہی تھی، جگہ جگہ پاک فوج کے جوان مستعد کھڑے تھے، پندرہ بیس منٹ کے بعد ہم سکسہ میں تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو بھارتی فوج کی گولہ باری کے سبب اکثر و بیشتر تباہ ہو چکا ہے اور اس کی زیادہ تر آبادی یہاں سے نقل مکانی کر چکی ہے تاہم اب بھی کچھ لوگ فصلوں کی دیکھ بھال کے لئے گاؤں میں نظر آ رہے ہیں، انہوں نے بتایا کہ یہاں روزانہ بھارتی فوج کی گولہ باری ہوتی ہے اور کسی بھی وقت کوئی گولہ یا میزائل آ کر آپ کا کام تمام کر سکتا ہے۔ لیکن یہ اللہ کی خاص رحمت ہے کہ ابھی تک بھارت کے اکثر گولے ایسے علاقوں میں ہی گرے ہیں جہاں جانی نقصان بہت کم ہوا ہے......سکسہ سے دو تین کلومیٹر پر چھوار نامی گاؤں ہے اور اس کے ساتھ ہی کوئی دو تین کلومیٹر پر سیاری ہے جو پاکستان کے زیر کنٹرول علاقہ میں آخری گاؤں ہے، اس سے آگے کنٹرول لائن ہے۔ سیاری نامی گاؤں مکمل طور پر خالی ہو چکا ہے جبکہ چھوار میں ابھی چند گھرانے مختلف بنکروں میں پناہ لئے

ہوئے ہیں......سکسہ، چھوار اور سیاری پہاڑوں کے دامن میں خوبصورت وادیوں اور گھنے درختوں کے درمیان واقع سرحدی دیہات ہیں، ہم نے گاڑی چھوار میں ہی کھڑی کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اب ہمیں چھپ چھپا کر آگے بڑھنا تھا، ہم دشمن کی دوربینوں کی زد میں تھے، بھارتی فوج کی گولہ باری مسلسل ہو رہی تھی۔ چھوار میں ہم نے بنکروں کا دورہ کیا، جہاں خواتین، بچے اور کچھ مرد حضرات پناہ لئے ہوئے تھے اور پھر ہم درختوں کے درمیان چھپتے چھپاتے آگے بڑھتے گئے۔ چھوار میں داخل ہوتے ہی ہماری ملاقات عبداللہ نامی ایک نوجوان سے ہوئی جو تمام راستوں سے آگاہ تھا، اس نے نہ صرف ہمیں بڑی مفید معلومات دیں بلکہ آخر تک برستے گولوں میں ہمارے ساتھ رہا۔ ہم پہاڑی راستوں پر چڑھتے چلے گئے، اب سیاری نامی گاؤں ہمارے نیچے تھا اور پھر ہم وہاں تک گئے، جہاں تک جا سکتے تھے، چھوار کے مقامی باشندوں سے آتے اور جاتے ہوئے سرحدی صورت حال پر بات چیت ہوئی۔

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ 1971ء کی جنگ میں بھارت نے پاکستان کے زیر قبضہ کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا اس سیکٹر میں سیاری نامی گاؤں سے تھوڑے ہی فاصلے پر کنٹرول لائن ہے اور لائن آف کنٹرول کے اس جانب چار دیہات ہیں جن پر بھارت نے 1971ء میں قبضہ کیا تھا، طورتک، ٹیکسی، چولونکھا اور دوے تھنگ نامی ان دیہات کے کچھ باشندے بلتستان میں آباد ہو گئے تھے اور کچھ بھارت کے زیر قبضہ علاقوں میں ہی رہ گئے۔ یوں بہت سے خاندان تقسیم ہو گئے جو آج تک اس غم کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں...... چھوربٹ کی وادی کو کراس کرتے ہوئے ہم کہاں کہاں گئے، اس کی تفصیلات بتانا مناسب نہ ہو گا لیکن ہم نے کیا دیکھا یہ آئندہ صفحات میں بتانے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔

چھوار کے مشرقی جانب ایک پہاڑی نالہ بہتا ہے...... چشموں، آبشاروں اور برف کے پگھلنے سے ان دنوں یہ نالہ بڑے زور و شور سے بہہ رہا ہے۔ پہاڑوں کی ہریالی اور چھوار کے ہرے بھرے درختوں کے درمیان اس نالے کا صاف و شفاف پانی ایک خوبصورت منظر پیش کر رہا ہے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ یہاں بیٹھ کر اس خوبصورت منظر کو نظارہ کرتے رہیں، ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ بھارت کی جانب سے ایک گولہ آکر ہم سے تھوڑی دور پھٹا، گولے سے اٹھنے والا دھواں اس خوبصورت منظر کو دھندلا گیا...... نالے کے اس پار پہاڑوں کے دامن میں چھوار کے کچھ مکین بنکر بنا کر وہاں سر چھپائے ہوئے تھے، ہماری خواہش تھی کہ ان مجاہد خواتین و حضرات سے بھی ملاقات کر لی جائے اور ان کی ہجرت کی اس زندگی کا بھی نظارہ کیا جائے۔ ہم نالہ پار کر کے جب پناہ گزینوں کی اس مختصر سی بستی میں پہنچے تو وہاں عجیب منظر تھا...... بلند و بالا پہاڑ کے دامن میں چند درجن خواتین، مرد و بچے اپنے اپنے بنکروں میں گھسے بیٹھے تھے۔ بنکروں کے باہر کھلی فضا میں بیٹھا ایک بوڑھا شخص لکڑی کے صندوق بنا رہا تھا، کچھ بچے دنیا و مافیہا سے بے خبر کھیل کود میں مصروف تھے۔ موت ان کے قریب کھیل رہی تھی لیکن مستقبل کے ان مجاہدوں کو اس کا کوئی خوف نہ تھا...... صندوق بنانے والے بوڑھے شخص کا نام محمد علی ہے۔ اس کا ایک نوجوان بیٹا غلام حیدر بھی اس کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔

"باباجی! آپ یہ صندوق کس کے لئے بنا رہے ہیں؟

بوڑھے شخص نے نگاہیں اوپر اٹھائیں اور بڑے اعتماد کے ساتھ گویا ہوئے "آپ تشریف رکھیں، آپ لوگ چل کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ میں پہلے چائے لاتا ہوں پھر بیٹھ کر سکون سے باتیں کریں گے۔"

"آپ لوگ حالت جنگ میں ہیں، یہاں کچھ نظر نہیں آتا، آپ چائے کہاں سے لائیں گے"؟

"اللہ کی راہ میں نکلنے والوں کی ذمہ داری اللہ نے خود لے رکھی ہے، اللہ کا فضل ہے، ہمارے پاس سب کچھ ہے، اللہ تعالیٰ مجاہدوں کے رزق کا خود سامان کرتا ہے"......

محمد علی مسلسل ایمان افروز باتیں کرتا چلا جا رہا تھا۔

"کیا آپ بھی جہاد کر رہے ہیں؟"

"جی بالکل، میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کا ہر فرد مجاہد ہے، جو اتنی شدید گولہ باری کے دوران بھارتی فوجیوں کے سامنے ڈٹے ہیں وہ کیا مجاہد نہیں؟"

"لیکن آپ تو کاروبار میں مصروف ہیں۔"

"کاروبار کرنا بھی کوئی جرم نہیں، بشرطیکہ جذبہ جہاد کے اندر موجزن ہو، لیکن میں کاروبار نہیں کر رہا، ہم دونوں باپ بیٹا روزانہ ایک صندوق بناتے ہیں اور فوج کو دے دیتے ہیں۔"

"آپ کو اس کا کتنا معاوضہ ملتا ہے۔"

"ہم معاوضے کے لئے نہیں، اپنے فوجی بھائیوں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہے ہیں، ان کو ایک صندوقوں کی ضرورت ہے، مجھے اللہ نے ہنر دیا ہے۔ مجھے بنا کر دے دیتا ہوں، میں نے کبھی مطالبہ نہیں کیا لیکن مجھے اس صندوق کی مزدوری دو سو روپے مل جاتی ہے۔ تمام سامان ان کا ہوتا ہے۔ اگر وہ ہمیں کچھ بھی نہ دیں تو ہم کام کرتے رہیں گے، یہ ہمارے وطن کے محافظ ہیں، عوام جتنا ان کا ساتھ دیں گے وہ اتنے ہی جذبے کے ساتھ وطن کا دفاع کریں گے۔"

محمد علی مسلسل بولتے چلے جا رہے تھے، ان کے انداز گفتگو سے خلوص اور حب

الوطنی ٹیک رہی تھی...... انہوں نے چائے کے لئے بہت اصرار کیا لیکن ہمارے پاس وقت کم تھا، اس لئے معذرت کر کے آگے بڑھ گئے...... اب ہم ایک بنکر میں داخل ہو رہے تھے، دو چارپائیوں کے برابر جگہ پر دس بارہ افراد دریاں بچھا کر بیٹھے تھے۔ لمبی داڑھی والے ایک معمر بزرگ ان کے درمیان تھے۔ ہم بنکر میں داخل ہوئے تو سب نے کھڑے ہو کر ہمارا استقبال کیا۔ معمر شخص کا نام حاجی اخون محمد ہے، ان کی عمر اسی برس ہے۔ اس بڑھاپے میں بھی ان کے جذبے جوان ہیں، انہوں نے موجودہ صورت حال کے ساتھ اپنی جوانی کے بھی کئی واقعات سنائے...... بنکروں کا معائنہ کرنے اور اس کے مکینوں کی حالت زار کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہم واپس گاؤں کی طرف جانے لگے، جہاں ہماری گاڑی درختوں کے جھرمٹ میں کھڑی تھی جونہی ہم لوگ گاؤں کی مسجد کے قریب پہنچے، بھارت کی طرف سے پھینکا گیا ایک میزائل ہم سے تقریباً سو ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر آکر پھٹا...... عبداللہ جو ابھی تک ہمارے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، نے مشورہ دیا کہ جلدی جلدی کسی قریبی بنکر میں گھس جائیں، لگتا ہے سامنے پہاڑیوں سے بھارتی فوجیوں نے ہماری نقل و حرکت کو دیکھ لیا ہے، ابھی وہ مزید گولے پھینکیں گے۔ ہم چند منٹ کے لئے مسجد میں رکے اور پھر درختوں کے پیچھوں پیچ چھپتے چھپاتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگے۔ اب ہم تین چار ٹولیوں میں بٹ چکے تھے۔ وقفے وقفے سے بھارتی پوسٹوں کی طرف سے گولے داغے جا رہے تھے جو چھوار۔ کے خوبصورت مناظر کو گدلا کر رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد سب ساتھی گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے اور اس کے ساتھ ہی ڈرائیور نے برستے میزائلوں کے درمیان سے گاڑی کو بڑی مہارت سے نکال کر واپس بھگا دیا...... بھارت کی طرف سے گرائے جانے والے میزائلوں اور گولوں کا سلسلہ جاری تھا جو ہمارے پردہ سماعت سے ٹکرا رہا

تھا۔ ڈرائیور پتھریلے راستوں پر گاڑی بھگا رہا تھا، کوئی آدھ گھنٹے بعد ہم واپس پیون پہنچ گئے اور وہاں تھوڑی دیر رکنے کے بعد غواڑی پہنچے تو مولانا عبدالواحد نے ہمیں دیکھتے ہی مسکراتے چہرے کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہم لوگ بخیریت واپس پہنچ گئے۔ مولانا کے ساتھ ہم ان کے دفتر میں بیٹھے تھے کہ البرق کے سربراہ مولانا فاروق قریشی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں تشریف لے آئے، مولانا فاروق قریشی ابتدائی ایام سے جہاد کشمیر میں سرگرم عمل ہیں اور ایک متحرک شخصیت ہیں۔ فاروق قریشی سے جہاد کے مختلف پہلوؤں اور کارگل کی صورت حال پر گفتگو ہوئی، وہ ابھی کارگل سے ہی واپس لوٹے تھے اور ہمیں اب کارگل سیکٹر کی جانب روانہ ہونا تھا، اس لئے ان سے ہونے والی گفتگو ہمارے اگلے سفر کے لئے کافی مفید ہو سکتی تھی۔ مولانا عبدالواحد کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہم تھوڑی دیر کے لئے جامعہ کے نظم و نسق کا جائزہ لینے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک طالب علم مولانا صاحب کا پیغام لے کر آیا کہ ڈپٹی کمشنر گانچھے مولانا کے پاس تشریف لائے ہیں، مولانا کی خواہش ہے کہ آپ لوگ بھی چائے میں شریک ہو جائیں۔ گانچھے کے ڈی سی خان بہادر صاحب ایک دیندار شخص ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ حکومت نے کارگل اور چھوربٹ کے سرحدی علاقوں کے متاثرین کے لئے امداد دی ہے، جس کی آج ہی پہلی قسط موصول ہوئی ہے۔ اب متاثرین کو ماہانہ ہزار روپے اور ایک بوری گندم ملتی رہے گی۔ ڈی سی خان بہادر صاحب کا کارگل کی صورتحال پر یہ تبصرہ بڑا خوبصورت تھا کہ مقبوضہ کشمیر میں اب بھی وہی صورتحال پیدا ہو گئی ہے جو 1971ء میں مشرقی پاکستان میں تھی...... اب مقبوضہ کشمیر کے عوام پاکستانی فوج کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہیں اور بھارتی فوجیوں کو مار مار کر بھگا رہے ہیں۔ اس موقع پر اگر پاکستان کسی مصلحت کا شکار ہو گیا تو شاید ہمیں کبھی ایسا

سنہری موقع نہ ملے۔ مغرب کی نماز جامعہ میں ادا کرنے کے بعد ہم نے مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا اور سکردو کے لئے روانہ ہو گئے جہاں سے ہمیں اگلی صبح کارگل کی جانب روانہ ہونا تھا...... ایک بار پھر ہم المرکز الاسلامی کے مہمان تھے، مولانا محمد علی جوہر کی کوششوں سے ہم جلد ہی اگلی صبح کارگل کی طرف روانہ ہو گئے۔

سکردو سے ایک لینڈ کروزر جیپ کے ذریعے ہم اولڈنگ کی جانب روانہ ہوئے جو کارگل کے محاذ پر آخری قصبہ ہے جہاں تک ہم بذریعہ گاڑی جا سکتے تھے۔ ہمایوں پل تک ہم پہلے بھی آ چکے تھے جہاں سے ایک راستہ غواڑی سے ہوتا ہوا کنٹرول لائن کی طرف جاتا ہے، جہاں سے ہم کل واپس لوٹے تھے، اب ہم دریائے شوک اور دریائے سندھ کے سنگم سے دریائے سندھ کے کنارے کنارے اولڈنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سکردو سے اولڈنگ کا راستہ کوئی 130 کلو میٹر پر محیط ہے جو جیپ میں پانچ چھ گھنٹے کا سفر ہے۔ ہمایوں پل سے اولڈنگ تک کی وادی کو وادی کھرمنگ کہا جاتا ہے اس جانب خشک پہاڑ ہیں اور کھرمنگ نامی قصبہ کے سوا کوئی خوبصورت وادی نہیں۔ کھرمنگ کا قصبہ بہت خوبصورت وادی میں گھرا ہوا ہے جو سکردو سے کوئی ستر اسی کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ سکردو سے مہدی آباد، طولتی، کھرمنگ کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ہم اولڈنگ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ طولتی تک پختہ سڑک ہے کیونکہ یہاں اے سی اور کچھ دیگر انتظامیہ کے دفتر ہیں۔ طولتی سے آگے کچی سڑک کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ ایک گاڑی بمشکل اس راستہ سے گزر سکتی ہے، کھرمنگ کے قصبہ سے ہم تھوڑا آگے نکلے تو بابچہ نامی گاؤں کے قریب سے دریا کے کنارے ایک خیمہ بستی نظر آئی۔ وہاں کچھ دیر رک کر ہم نے ان بادیہ نشینوں سے کچھ گفتگو کی یہ برسیل کے مہاجرین تھے جو بھارتی فوج کی گولہ باری سے تنگ آ کر اپنا علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ برسیل

کنٹرول لائن سے کوئی ڈیڑھ دو سو گز کے فاصلے پر واقع ہے...... ان مہاجرین سے بات چیت کے بعد ہم پھر جیپ میں سوار ہو گئے، اب بھوک کی شدت سے ہمارا برا حال ہو رہا تھا، لیکن یہاں نہ کوئی ہوٹل تھا، نہ ہی خورد و نوش کا کوئی سامان۔ ہمیں کوئی اندازہ نہ تھا کہ راستے میں ہوٹل وغیرہ نہ ہو گا...... راستہ اب مزید خطرناک ہوتا جا رہا تھا، البتہ کہیں کہیں فطرت کی صناعی اور خوبصورتی ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کرا رہی تھی، خوبصورت آبشاروں، بہتے چشموں اور خطرناک راستوں پر بکھرے پتھروں پر اچھلتی کودتی ہماری گاڑی آگے بڑھ رہی تھی، نیچے دریائے سندھ اپنی پوری طغیانی کے ساتھ رواں دواں تھا، ڈرائیور کی ذرا سی بے احتیاطی ہمیں دریا کی شوریدہ سر موجوں کے سپرد کر سکتی تھی، اس لئے وہ بڑی احتیاط کے ساتھ گاڑی چلا رہا تھا۔

پانچ گھنٹے کے تھکا دینے والے سفر کے بعد ہم ایسے مقام پر پہنچ چکے تھے، جسے حساس علاقہ قرار دیا جاتا ہے اور جہاں گاڑیوں کی نقل و حرکت بھارتی فوج ایک پہاڑ کی چوٹی سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں فوج کے جوانوں نے کچھ ایسا اہتمام کر دیا ہے کہ گاڑیاں چلتی پھرتی نظر نہ آئیں۔ پندرہ بیس منٹ بعد ہم اولڈنگ کے قصبہ میں داخل ہو چکے تھے۔ جہاں کچھ خورد و نوش کا سامان میسر تھا، سو لذت کام و دہن سے فارغ ہو کر ہم نے خداوند قدوس کے حضور حاضری دی اور قصبہ کی تباہی دیکھنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اولڈنگ میں پاکستانی فوج کی ایک چھاؤنی بھی ہے۔ اولڈنگ کا قصبہ بھارتی فوج کی گولہ باری سے کھنڈرات بن چکا ہے۔ ہائی سکول کی عمارت جا بجا شیل لگنے سے منہدم ہو چکی ہے۔ کوئی ایک گھر بھی سلامت نہیں بچا، فصلیں تباہ ہو چکی ہیں، ہر چوتھے پانچویں قدم پر کوئی نہ کوئی گولہ گرا پڑا ہے، قدم قدم پر گولوں کا سکریٹ پڑا ہے، لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ اپنے گھروں میں ڈٹے ہوئے ہیں، وہ اس بات پر یقین

رکھتے ہیں کہ موت کا ایک دن متعین ہے، راہ فرار اختیار کرنے سے موت سے نہیں بچا جاسکتا۔ اولڈنگ میں ہماری ملاقات ڈسٹرکٹ کونسل کے رکن صوبیدار (ر) غلام حیات سے ہوئی جنہوں نے پورے علاقے کا دورہ کرانے میں ہماری کافی معاونت کی۔ اولڈنگ سے کنٹرول لائن چند کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور یہیں سے کچھ ایسے راستے بھی نکلتے ہیں جو مجاہدین کے زیر قبضہ چوٹیوں تک پہنچتے ہیں۔ ان خطرناک اور دشوار گزار راستوں پر چلنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں یہ وہ راستے ہیں جو مجاہدوں اور غازیوں سے آشنا ہیں۔ انہیں خوش آمدید کہتے ہیں مگر دنیاداروں کو اپنے سے دور پٹخ دیتے ہیں۔ اولڈنگ سے کارگل کوئی تیرہ چودہ کلو میٹر دور ہے جبکہ بٹالک کا محاذ بھی تقریباً اتنے ہی فاصلے پر ہے۔ اولڈنگ کے قریب کنٹرول لائن کے اس پار بھارت نے 1971ء میں جن دیہات پر قبضہ کیا ان میں ٹرگیت، ھندرمو، گن گنی، برولمو اور ککسر کے علاقے شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر علاقے مجاہدین نے بھارتی فوج کے قبضہ سے واپس حاصل کر لئے ہیں۔

مجاہدین نے جن پہاڑی چوٹیوں پر قبضہ کیا ہے، ان میں سے بیشتر علاقے وہ ہیں جو 1965ء تک پاکستان کے پاس تھے، 1965ء کی جنگ میں بھارت نے زبردستی ان علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں معاہدہ تاشقند کے تحت دونوں ممالک کو 1949ء کی جنگ بندی لائن کا احترام کرنا پڑا یوں ایک بار پھر یہ علاقہ جات پاکستان کے کنٹرول میں آگئے...... 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں ایک بار پھر بھارت نے ان علاقوں پر قبضہ جمالیا اور اب کی بار اس نے اس علاقہ کو واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اس قبضے کو برقرار رکھنے کے لئے سیز فائر لائن کا نام تبدیل کر کے لائن آف کنٹرول رکھ دیا اور بھارت نے یکطرفہ طور پر یہ اعلان کر دیا کہ جو علاقہ جس کے پاس

ہے وہ اس کا رہے گا۔ بھارت کی ہوس ملک گیری اب بھی پوری نہیں ہوئی۔ اپریل 1984ء میں اس نے سیاچن پر قبضہ جمالیا، تب سے سیاچن کی برف پوش پہاڑیوں پر دنیا کی سب سے مہنگی اور سب سے مشکل اور بلند ترین جنگ لڑی جا رہی ہے...... 1971ء کے بعد پہلی بار مجاہدین نے ان بلند ترین چوٹیوں پر قبضہ کیا ہے...... مجاہدین نے ان بلند ترین چوٹیوں پر قبضہ کیسے کیا ﷺ یہ بات پوری دنیا کے لئے وجہ حیرت بنی ہوئی ہے۔ دراصل موسم سرما کی آمد کے ساتھ ہی یہ علاقہ جات خالی کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ موسم سرما کی شدت، شدید برفباری اور برفانی ہواؤں کے باعث وہاں زندگی مفقود ہو جاتی ہے۔ سردیوں کے اختتام پر دونوں ممالک کے فوجی اپنی اپنی پوسٹوں پر واپس آجاتے ہیں۔ اس دفعہ مجاہدین نے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ جونہی بھارتی فوجیوں نے یہ پکٹیں خالی کیں، تھوڑے ہی عرصے بعد مجاہدین ان میں داخل ہوگئے اور انہوں نے 1971ء میں بھارت کے قبضہ میں جانے والی ان اہم دفاعی پکٹوں پر قبضہ کر کے سری نگر سے کارگل اور سیاچن جانے والے سڑک پر فوجی نقل و حرکت کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ موسم سرما کے اختتام پر جب بھارتی فوجی واپس آئے تو مجاہدین نے ان کو واصل جہنم کر دیا...... بھارت کو مجاہدین کی کارروائی کا علم اس وقت ہوا جب بھارتی وزیراعظم واجپائی بذریعہ بس لاہور یاترا کے بعد واپس گئے تھے۔ ڈیلی ٹیلیگراف کلکتہ میں بھارت کے ایک سابق میجر جنرل کو ڈانڈا کا ایک تجزیہ شائع ہوا ہے۔ ڈیلی ٹیلیگراف کے مطابق بھارتی وزیراعظم واجپائی ایک محفل موسیقی میں مہمان خصوصی تھے اور موسیقی کی دھن پر سر ہلا رہے تھے کہ ان کے ملٹری سیکرٹری نے انہیں ایک چٹ لا کر دی، اس چپ کو پڑھتے ہی ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، انہوں نے منتظمین سے معذرت کی کہ انہیں ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا ہے......

اس چٹ میں وزیراعظم واجپائی کو کارگل کی پہاڑیوں میں مجاہدین کے قبضے کی خبر دی گئی تھی۔ جسے پڑھتے ہی وزیراعظم محفل سے اٹھ کر چلے گئے۔

بھارت کے دفاعی ادارے الزام لگا رہے ہیں کہ کارگل کی چوٹیوں پر قبضہ اچانک نہیں ہوا بلکہ ایک طویل منصوبہ بندی کے بعد ایسا ممکن ہو سکا ہے اور اس منصوبہ بندی میں پاکستانی فوج، آئی ایس آئی اور جماعت اسلامی شامل ہیں۔ بھارتی اخبارات کے مطابق اس منصوبہ بندی کو اتنا خفیہ رکھا گیا کہ دونوں ممالک کی حکومتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکا۔ ڈیلی ٹیلیگراف کے مطابق جب پاکستانی وزیراعظم لاہور میں بھارتی وزیراعظم واجپائی کا استقبال کر رہے تھے، عین اسی وقت مجاہدین کارگل کی چوٹیوں پر قابض ہو چکے تھے۔

کارگل کی بلند و بالا چوٹیوں پر مجاہدین کا پہلا گروپ کب پہنچا اس بارے میں شہادت کو اپنے ذرائع سے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ان کے مطابق مجاہدین نے نومبر 1998ء میں ہی ان چوٹیوں پر سامان خورد و نوش اور سامان حرب پہنچانا شروع کر دیا تھا۔ اکتوبر میں ہر سال دونوں ممالک کی فوجیں ان بلند و بالا چوٹیوں سے واپس آجاتی ہیں۔ اس بار جب بھارتی فوجی سردیاں گزارنے کے لئے اکتوبر 1998ء میں گر مقامات کی طرف گئے تو مجاہدین نے اہم عسکری نوعیت کی چوٹیوں پر قبضہ کرنے مشکل ترین فیصلہ کیا اور پھر اپنی جانوں کو موت کے منہ میں دھکیل کر برفانی تودوں او انسانی جسم کے لئے ناقابل برداشت سردی کا مقابلہ کرتے ہوئے تقریباً پورے پانچ تک مسلسل تگ و دو کے بعد پانچ سو کے لگ بھگ مجاہدین ان فوجی پکٹوں پر بٹھا دیئے۔ آج بھارت کی شہ رگ پر اپنے آہنی پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔ مجاہدین نے پندرہ ہزار فٹ بلند ان چوٹیوں پر پہنچنے کے لئے خود ہی راستے تیار کئے اور اس مقصد کے لئے ایسے

ایسے طریقے اختیار کئے جو بھارتی فوجیوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے...... ان پہاڑی چوٹیوں پر چڑھنا عام حالات میں بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، موسم سرما میں شدید برف اور برفانی تودوں کے درمیان سے گزرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن مجاہدین شوق شہادت میں یہ سب کچھ کر گزرے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی کامیابی دی جو ظاہری اسباب پر نظر رکھنے والوں کی سمجھ اور سوچ سے بالاتر ہے...... مجاہدین نے اپنے لئے برفانی تودوں اور پہاڑی چٹانوں کا سینہ چیر کر راستے بنائے اور قدم بقدم آگے بڑھتے چلے گئے، راہ شوق کے ان دیوانوں نے زیادہ تر سفر رات کے اندھیروں میں کیا کیونکہ دن کی روشنی میں لائن آف کنٹرول پر نصب جدید ترین دوربینوں اور ریڈاروں سے بچ کر چلنا انتہائی مشکل تھا...... مجاہدین نے انتہائی مایوس کن اور صبر آزما لمحوں میں اپنا سفر جاری رکھا اور بالآخر وہ اپنے پانچ چھ سو ساتھیوں کے ہمراہ ان فوجی پکٹوں پر قابض ہو گئے جہاں سے بھارتی فوجیوں کو بآسانی نشانہ بنایا جا سکتا تھا اور سری نگر کارگل شاہراہ پر فوجی نقل و حرکت پر نظر رکھی جا سکتی تھی...... جب مئی 1999ء میں بھارتی فوجی ان پکٹوں پر واپس آئے تو انہیں مجاہدین کی طرف سے بچھائی گئی بارودی سرنگوں کا سامنا کرنا پڑا، اوپر سے مجاہدین نے بھارتیوں فوجیوں کو چن چن کر نشانہ بنایا اور اس کے ساتھ ہی جب کارگل کی ان چوٹیوں پر مجاہدین کے قبضہ کی خبر باہر آئی تو پوری دنیا میں بھونچال سا آ گیا...... بھارت گذشتہ دو ماہ سے اپنے تمام عسکری اور مکارانہ حربے استعمال کر چکا ہے، اس کے فضائی حملے بھی ناکام ہو گئے ہیں، الٹا وہ اپنے تین جنگی طیارے بھی ضائع کروا چکا ہے، جن کا ملبہ ابھی تک ان پہاڑیوں کے ارد گرد بکھرا پڑا ہے مگر وہ مجاہدین سے ایک انچ بھی زمین واپس حاصل نہیں کر سکا۔

مجاہدین کے زیر قبضہ علاقوں میں پہنچ کر بڑے تلخ حقائق سامنے آتے ہیں جن

بھارت کے حکمران اور عسکری ماہرین نظرانداز کر رہے ہیں۔ کارگل، دراس اور بٹالک سیکٹر میں جابجا بھارتی فوجیوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں اور ان سے اٹھنے والی بدبو اور تعفن کی وجہ سے وہاں کھڑے ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ بھارت ابھی رائے عامہ کے خوف سے اپنے ہلاک ہونے والے فوجیوں کی صحیح تعداد عوام کو نہیں بتا رہا اور نہ ہی میدان جنگ میں اپنے فوجیوں کی پڑی ہوئی لاشوں کو اٹھا رہا ہے، اسے خطرہ ہے کہ جب یہ لاشیں بھارت پہنچیں گی تو حکومت اور فوج کے خلاف عوامی رد عمل کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا اور بھارت کی فوج کا مورال مزید گر جائے گا...... اس وقت تک ایک محتاط اندازے کے مطابق چار ہزار بھارتی فوجی میدان جنگ میں واصل جہنم ہو چکے ہیں جن میں سے تین چار سو فوجیوں کی لاشیں بھارتی فوج اٹھا سکی ہے جبکہ باقی مردار فوجیوں کی لاشیں جنگلی جانور، گیدڑ اور کوے نوچ رہے ہیں۔ بھارتی فوجیوں کو شراب کے نشے میں دھت کر کے کارگل کے محاذ پر دھکیل دیا جاتا ہے اور جب ان کا نشہ اترتا ہے تو وہ مجاہدین کی گولیوں کا نشانہ بن کر گر رہے ہوتے ہیں۔ ابھی تک بھارت جن فوجیوں کو کارگل کے محاذ پر لایا ہے، ان میں سے بہت کم ہیں جو بچ کر واپس گئے ہیں..... مجاہدین جب گیدڑوں اور کووں کو بھارتی فوجیوں کی لاشوں پر جھپٹتا دیکھتے ہیں تو وہ اس مکافات عمل کو دیکھ کر خداوند قدوس کے ہاں سربسجود ہو جاتے ہیں، جس نے اپنی کمال مہربانی سے مجاہدین کو اتنی بڑی فتح سے ہمکنار کیا...... پندرہ ہزار فٹ کی بلندیوں پر بیٹھے مجاہدین پرامید ہیں کہ وہ انشاءاللہ بھارت کو اسی انجام تک پہنچا کر دم لیں گے جو سوویت یونین کا ہوا ہے...... ادھر پاک فوج بھی کنٹرول لائن پر پوری طرح مستعد کھڑی ہے اور وہ بھارت کو کوئی رعایت دینے پر تیار نہیں...... اگر یہی صورت حال چند ماہ اور برقرار رہی تو انشاءاللہ مشرقی پاکستان کا بدلہ مقبوضہ کشمیر میں چکا لگا جائے گا...... اور لگتا ہے کہ مجاہدین اسلام یہ بدلہ لینے کا تہیہ کر چکے ہیں اللہ ان کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

امریکی جرنیل زینی پاکستان تشریف لائے تو حسب سابق اپنے ساتھ دھمکیوں کا ایک سلسلہ بھی لے کر آئے تھے۔ ویسی ہی دھمکیاں جو ہمیں ایٹمی دھماکہ کرنے سے پہلے دی جارہی تھیں۔ اس دورے کا اختتام کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھا جنرل زینی ایک طرح ناکام واپس گئے جس پر روزنامہ نوائے وقت نے یکم جولائی کو اداریہ لکھا اور کہا۔

پاک فوج کے ترجمان نے کہا ہے کہ امریکی سنٹرل کمان کے کمانڈر انچیف جنرل انتھونی زینی پاکستان کو سمجھانے کیلئے نہیں بلکہ خود سمجھنے کیلئے آئے تھے کہ مسئلہ کیا ہے ہم نے انہیں کارگل کی صورتحال کے بارے میں اچھی طرح سمجھا کر بھیجا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ امریکی انتظامیہ پاکستان کے نقطہ نظر سے اچھی طرح آگاہ ہو گئی ہے۔ کارگل میں پیدا شدہ صورتحال نے ایک طرف تو پاکستان اور بھارت کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا ہے دوسری طرف مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر اجاگر کیا ہے اور دنیا پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ اگر مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی قراردادوں، تقسیم برصغیر کے فارمولے اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل نہ کیا گیا تو جنوبی ایشیا میں ایک اور جنگ کے خطرے کو ٹالا نہیں جا سکتا اور چونکہ دونوں متحارب فریق ایٹمی قوت سے لیس ہیں اس لئے ایٹمی جنگ بھی بعید از امکان نہیں۔

اس صورتحال سے نمٹنے کا منطقی تقاضہ یہ ہے کہ اقوام متحدہ عالمی برادری اور امریکہ مسئلہ کشمیر حل کرائیں تاکہ جنگ کی نوبت ہی نہ آئے لیکن اب تک کسی طرف سے بھی زمینی حقائق کا اعتراف نہیں کیا گیا اور یکطرفہ طور پر پاکستان پر دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے کہ وہ مجاہدین کو واپس بلائے۔ تاہم یہ خوش آئند پیش رفت ہے کہ بھارتی پروپیگنڈے کا سحر ٹوٹ رہا ہے اور دنیا پر اصل صورتحال واضح ہو رہی ہے یہی وجہ ہے کہ امریکی ذرائع ابلاغ بھی کارگل کے معاملے کو مسئلہ کشمیر کیساتھ جوڑنے اور بھارت کی باون سالہ مجرمانہ غفلت کا جو اس نے رائے شماری کے سلسلے میں روا رکھی تذکرے کرنے لگے ہیں۔ امریکہ کی طرف سے اب واضح الفاظ میں یہ کہا جا رہا ہے کہ اس نے مجاہدین کی واپسی کیلئے پاکستان پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا، نہ آئی ایم ایف کو مجبور کیا ہے کہ وہ پاکستان کیلئے دس کروڑ ڈالر قرضے کی قسط روک لے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان امریکہ پر اپنا نقطہ نظر واضح کرنے میں کسی حد تک کامیاب رہا ہے اور اب اگر صدر کلنٹن پاکستان آ کر یا امریکہ میں نواز شریف سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ یہ سب کچھ بھارت کے نقطہ نظر سے کر رہے ہیں بلکہ جنوبی ایشیا کے امن واستحکام کے حوالے سے کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان کی طرف سے فرانس کے ساتھ میراج طیارے خریدنے کا سودا اور فرانس کی طرف سے پندرہ دن میں کچھ طیارے فراہم کرنے کا وعدہ بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ جہاں جنگ کا خطرہ بڑھ چکا ہے جس سے نمٹنے کیلئے پاکستان نے اپنی تیاریاں تیز کر دی ہیں وہاں روایتی طور پر بھارت سے ہمدردی رکھنے والے ممالک بھی پاکستان کے نقطہ نظر کو اہمیت دینے لگے ہیں اور انہیں پاکستان کو اسلحہ فراہم کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اہم ترین پیش رفت وزیراعظم کا دورہ چین ہے جس میں چینی قیادت نے کھل کر مشکل وقت میں پاکستان کو تنہا نہ چھوڑنے کا اعلان کیا ہے ان حالات میں پاکستان کے

تین نکاتی فارمولے کو تسلیم کرنے سے انکار بھارت کی اس ہٹ دھرمی کا غماز ہے جس کا مظاہرہ وہ مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کے سلسلے میں گزشتہ پچاس سال سے کرتا چلا آ رہا ہے اور جو جنوبی ایشیا میں عدم استحکام و کشیدگی کی اصل بنیاد ہے۔ بنابریں امریکہ کا فرض ہے کہ وہ بھی چین کی طرح پاکستان کے نقطہ نظر کو کشادہ دلی سے قبول کرے اور مسئلہ کشمیر کے دیرپا حل کیلئے اپنی عالمی ذمہ داریاں پوری کرے۔

پاکستان کے نہ تو جارحانہ و توسیع پسندانہ عزائم ہیں اور نہ آج تک اس نے بھارت کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی ہے حالانکہ بتیس کروڑ مسلمانوں کا تحفظ لیاقت نہرو پیکٹ کی رو سے پاکستان کی ذمہ داری ہے جہاں تک مسئلہ کشمیر کا تعلق ہے تو یہ برصغیر کے نامکمل ایجنڈے کا حصہ ہے رائے شماری کے ذریعے کشمیر عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنیکا موقع فراہم کر کے پاکستان اور بھارت اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں بھارت کا رائے شماری سے انکار ہی اس امر کا مظہر ہے کہ وہ کشمیری عوام کے متوقع فیصلے سے خوفزدہ ہے اور خطے میں ایک نئی جنگ کا آغاز کر کے نئے مسائل پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ مسئلہ کشمیر پس منظر میں چلا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس نے مسئلہ کشمیر کو اہمیت دینے کے بجائے کارگل سے مجاہدین واپس بلانے اور پاکستان کو ان کی سرپرستی ترک کرنے کی دہائی دے رہا ہے اس مقصد کیلئے وہ جھوٹ اور فریب کا ہر ہتھکنڈا استعمال کر رہا ہے۔ اسے کارگل میں کبھی تو کشمیری مجاہدین نظر آتے ہیں کبھی افغان مجاہدین اور کبھی اسامہ بن لادن کے ساتھی، ایک ہی سانس میں وہ پاکستانی فوجیوں کی موجودگی کا انکشاف بھی کرتا ہے جو اس کی بدحواسی اور جھوٹ کا آئینہ دار ہے۔ جس طرح کہ پاک فوج کے ترجمان نے کہا ہے اگر امریکہ کو یہ سمجھ آ گئی ہے کہ کارگل کا تعلق مسئلہ کشمیر سے ہے اور امریکی خواہش کے مطابق پاکستان مذاکرات کے ذریعے مسئلہ حل کرنا چاہتا ہے جب کہ بھارت مذاکرات سے انکار کر رہا ہے تو پھر صدر کلنٹن کا

فرض ہے کہ وہ مزید وقت ضائع کئے بغیر بھارت پر واضح کریں کہ وہ مسئلہ کشمیر پر پاکستان سے بامقصد مذاکرات کا آغاز کرے۔ وگرنہ عالمی رد عمل کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہے۔ امریکہ کے اس واضح موقف کو اگر بھارت نے قبول نہ بھی کیا تو کم از کم اس کا یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ عالم اسلام اور پاکستانی و کشمیری عوام امریکہ کے بارے میں جن شکوک و شبہات کا شکار ہیں اور چین بھی یہ سمجھتا ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر اور کارگل کے بہانے خطے میں مداخلت کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے ان کا ازالہ ہوگا اور چین کی طرح امریکہ کا کردار بھی نکھر کر سامنے آئے گا۔ پاکستان عراق یا یوگوسلاویہ نہیں کہ اسے یکطرفہ دباؤ کے ذریعے ایسی شرائط ماننے پر مجبور کر دیا جائے جن کے نتیجے میں مسئلہ کشمیر پھر سرد خانے کی نذر ہو جائے اور بھارت کی علاقائی بالادستی کو تسلیم کر لیا جائے۔ کوئی بھی پاکستانی حکومت مسئلہ کشمیر حل کرنے کے بارے میں واضح، دو ٹوک یقین دہانی کے بغیر نہ تو کارگل سے واپسی کی شرط قبول کر کے برسر اقتدار رہ سکتی ہے اور نہ مجاہدین کی کامیابی کو مذاکرات کی میز پر رکھ کر عوام کا سامنا کر سکتی ہے اس لئے امریکہ حقیقت پسندانہ طرز عمل اختیار کرے تاکہ جنگ کے خطرات کو ٹالا جا سکے۔

○

اس دوران اچانک یہ خبر آئی کہ پاکستان کی طرف سے سابقہ سیکرٹری خارجہ جناب نیاز۔ اے۔ نائیک خصوصی سفارتی مشن پر بھارت گئے ہیں گو کہ پہلے حکومت نے اسے ان کا ذاتی دورہ بتایا لیکن بعد میں اسے سرکاری دورہ بنا دیا گیا، یہ دورہ خاصا متنازعہ اور نہ سمجھ آنے والا تھا اس صورتحال پر "نوائے وقت" نے 2 جولائی 1999ء کو لکھا۔

برطانوی نشریاتی ادارے کی رپورٹ کے مطابق حال ہی میں بھارت کا دورہ کرنیوالے پاکستان کے سابق سیکرٹری خارجہ نیاز اے نائیک نے کہا ہے کہ دونوں

ممالک کے سینئر فوجی حکام کے درمیان ملاقات کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ کشمیر میں کارگل کی صورتحال سے پیدا شدہ تنازعہ دور کیا جا سکے۔ نیاز اے نائیک نے کہا کہ بھارتی وزیراعظم واجپائی سے ملاقات میں یہ تجویز بھی سامنے آئی کہ دونوں ملکوں کے ڈائریکٹر ملٹری آپریشنز کے درمیان ملاقات ہو اور کشیدگی کے علاقہ سے انخلا کا سمجھوتہ کیا جائے۔ بین الملکی معاملات میں سفارت کاری اور پرکاری خاص اہمیت رکھتی ہے بھارت ایسے عیار، مکار اور جارحانہ و توسیع پسندانہ عزائم رکھنے والے ہمسائے کے ساتھ معاملہ فہمی کے لئے محض رسمی سفارت کاری کافی نہیں، اس لئے حکومت نے اگر بیک چینل ڈپلومیسی کا راستہ اختیار کیا ہے تو اسے بدگمانی کی نذر کرنا موزوں نہیں لیکن بیک چینل ڈپلومیسی ہو یا ٹریک ٹو پالیسی، سب کا مقصد اور مدعا اپنے حق و انصاف پر مبنی موقف کو منوانا اور فریق مخالف کو ہٹ دھرمی ترک کر کے دوطرفہ معاملات کو پرامن طریقے سے حل کرنے پر آمادہ ہونا چاہئے۔ یہ مقصد اس صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے کہ بیک چینل ڈپلومیسی کے لئے جن لوگوں کا انتخاب کیا جائے ان کی قومی اور تاریخی موقف سے کمٹ منٹ کسی شک و شبہ سے بالاتر ہو اور وہ اپنے ذاتی نظریات کی پذیرائی کے لئے سرگرم عمل ہو کر نادانستہ طور پر قومی موقف اور مفادات کو نقصان پہنچانے کا باعث نہ بنیں۔

ابھی تک یہ طے نہیں ہو سکا کہ نیاز اے نائیک کس حیثیت میں بھارت گئے اگر وہ ذاتی حیثیت میں وہاں گئے تو انہیں فالکن طیارہ استعمال کرنے کی سہولت کیسے ملی اور بھارتی وزیراعظم سے ملاقات کا اہتمام کس طرح ہو گیا۔ بیک چینل پالیسی کے حوالے سے ڈاکٹر مبشر حسن کا نام بھی لیا جا رہا تھا مگر ڈاکٹر صاحب نے اس سارے معاملے سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ ان کے بقول وہ پہلے کی طرح بھارت ضرور گئے لیکن بنگلہ دیش میں مصروفیات کے باعث ان کی واجپائی وغیرہ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ اس کے

برعکس ایک طرف تو نیاز اے نائیک اس دورے کو ذاتی قرار دیتے ہیں، دوسری طرف یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ واجپائی سے ملاقات میں دونوں ممالک کے فوجی کمانڈروں کی ملاقات اور کارگل سے انخلا کی تجویز بھی زیر بحث آئی۔ سوال یہ ہے کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ جس کی کوئی سرکاری یا نیم سرکاری حیثیت نہیں، بھارتی وزیر اعظم، ڈائریکٹر ملٹری آپریشنز کی ملاقات اور کارگل سے انخلا کی تجویز پر بات کیوں کریں گے اور موصوف کس کی طرف سے اور کس بنا پر عالمی ذرائع ابلاغ کو باور کرا رہے ہیں کہ یہ ملاقات ہو جائے گی درآنحالیکہ چند روز قبل امریکی سفیر متعینہ اسلام آباد بھی ایسی ہی ایک تجویز کے بارے میں بعض لوگوں کو بتا چکے ہیں۔

پاکستان کا کوئی صحیح الدماغ شخص بھی موجودہ حالات میں مجاہدین کے کارگل کی چوٹیوں سے انخلا اور کنٹرول لائن سے پاک فوج کی واپسی کی حمایت نہیں کر سکتا کیونکہ کارگل کی صورتحال سے اگرچہ جنگ کے خطرات میں اضافہ ہوا ہے اور اسکا ذمہ دار بھارت ہے لیکن اس بنا پر مسئلہ کشمیر بھی عالمی سطح پر اجاگر ہوا ہے اور عالمی برادری میں یہ احساس بڑھا ہے کہ اگر یہ مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل نہ کیا گیا تو جنوبی ایشیا میں ایٹمی جنگ کو روکنا مشکل ہو گا۔ اس کے علاوہ بھارت پہلی بار فوجی سطح پر دباؤ میں ہے اور اسکی بری اور فضائی فوج اپنے نقصانات کا اعتراف کر رہی ہے۔ بھارتی فوج کے ترجمان کرنل بکرم سنگھ نے برملا یہ کہا ہے کہ "بمباری سے اپنے ہی فوجی مر رہے ہیں ہم کارگل کی چوٹیاں مجاہدین سے واپس نہیں لے سکتے کیونکہ مجاہدین جذبہ سے سرشار اور بہادر ہیں جبکہ ہمارے فوجی ان کی گولیوں کا نشانہ بن رہے ہیں" ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ کامیابیوں کو مستحکم کرنے کے لئے مجاہدین اور کنٹرول لائن پر موجود پاک فوج کے جوانوں کی ممکن حوصلہ افزائی کی جائے اور سیاسی و سفارتی محاذ پر بھی اسی طرح جارحانہ پیش رفت

جاری رکھی جائے جس کا مظاہرہ کارگل میں ہوا جو لوگ جنگ کا خوف پیدا کر کے پاکستان کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدلنے کے درپے ہیں وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اسے کوئی بھی شخص خواہ وہ سیاسی حکمران ہو یا فوجی سربراہ پسپائی کا فیصلہ کر کے اپنے منصب پر برقرار نہیں رہ سکتا۔ پاکستان جنگ نہیں چاہتا اور اس کی سفارتی سرگرمیوں کا مقصد جنگ کے خطرات کا سدباب کرنا ہے لیکن اگر کارگل میں شکست سے خائف بھارت کوئی حرکت کرتا ہے تو ہم ایک آزاد اور خود مختار قوم کی طرح اس کا سامنا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے ہم نے نیوکلیئر صلاحیت حاصل کی ہے اور سینٹ میں قائد حزب اقتدار راجہ ظفر الحق نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اگر بھارت نے ہم پر جنگ مسلط کی تو ہم ایٹمی ہتھیار اور میزائل استعمال کرنے سے دریغ نہیں کریں گے کیونکہ یہ ہتھیار ہم نے محض نمائش یا دراز میں رکھنے کیلئے نہیں بنائے۔

بنابریں قوم کو حوصلہ رکھنا چاہئے اور بھارت کی گیدڑ بھبکیوں یا امریکہ کے مخاصمانہ بیانات سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ بھارت جب خود ہی اپنی ناکامی کا اعتراف کر رہا ہے تو پھر ہمیں خواہ مخواہ انخلا کی باتیں کر کے اپنے موقف کی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ پاکستان نے ابتدا میں سفارتی سطح پر جو کمزوری دکھائی وہ بھی برقرار نہیں رہی اور وزارت خارجہ کے ترجمان نے درست کہا ہے کہ اسلامی وزرا خارجہ کانفرنس کا مشترکہ اعلامیہ سامنے آنے کے بعد واضح ہو جائے گا کہ اسلامی برادری ہمارے ساتھ ہے۔ اگر بھارت کسی فوجی یا سفارتی محاذ پر کوئی کامیابی حاصل کر چکا ہوتا تو وہ مذاکرات سے انکار نہ کرتا اور بھارتی وزیر اعظم واجپائی کو یہ اعلان کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ ہم کنٹرول لائن کو عبور نہیں کریں گے لہٰذا بیک چینل ڈپلومیسی خواہ جاری رہے لیکن حکومت کسی شخص کو یہ حق نہ دے کہ وہ مجاہدین کے انخلا کا شوشہ چھوڑے یا پاکستان کی کمزوری کا تاثر پیدا کرے۔

بھارتی فوج نے دعویٰ کیا ہے کہ مغربی بنگال کے علیحدگی پسندوں کے پاکستان سے رابطے ہیں اور وہ پاکستان کی ایک خفیہ تنظیم کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔ یہ بات بھارتی مشرقی کمان کے چیف آف سٹاف لیفٹننٹ جنرل سریش چوپڑا نے کلکتہ میں اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہی ہے۔ مغربی بنگال کے علیحدگی پسندوں کی تنظیم "الفا" نے اسکی تردید کی ہے۔ آئی ایس آئی کے ساتھ رابطوں کی یہ کہانی پہلی بار نہیں گھڑی گئی بلکہ بھارت میں کام کرنے والی علیحدگی کی اکثر تحریکوں کا سلسلہ پاکستان کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ بھارت میں اس وقت مقبوضہ کشمیر کی تحریک آزادی نے مصنوعی وفاق کو شدید خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ بھارت کے اکثر علاقے وہاں کے عوام کی خواہشات کے برعکس وفاق میں رکھے گئے ہیں اور اس مصنوعی انتظام کا وہی حشر ہوگا جو سوویت یونین کا ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت میں کئی قومیں اور نسلیں آباد ہیں، وہاں کے اصل باشندوں کو آدھی باسی قرار دے کر انسانیت کی سطح سے بھی نیچے گرا دیا گیا ہے۔ جو قومیں بھارتی وفاق میں زبردستی اور جبر کے ساتھ رکھی گئی ہیں وہ اپنی آزادی کے لئے مسلح تحریکیں شروع کئے ہوئے ہیں۔ جھاڑکھنڈ، میزورم، ناگا اور دوسری کئی تحریکوں کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ انہیں آزاد کیا جائے۔ کشمیر تو شروع سے ہی مسلمانوں کا علاقہ ہے اور بھارت نے اسے سات لاکھ سے زائد فوج کے بل بوتے پر اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے، کشمیری حریت پسند ہی نہیں دوسری آزادی پسند تحریکوں نے بھی بھارتیوں کو عاجز کر دیا ہے اور جب وہ میدان جنگ میں مار کھا جاتے ہیں تو پاکستان کے ساتھ رابطوں کا واویلا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح بے مقصد شور و غوغا کرنے سے بہتر ہے کہ بھارت ان علاقوں کی آزادی اور خود مختاری کا مطالبہ تسلیم کر لے جہاں یہ تحریکیں برپا ہیں۔ اس طرح وہ اپنی فوج مروانے سے بھی بچ جائے گا اور مصنوعی بھارتی وفاق کو قائم رکھنے کے لئے جو خرابیاں ہو رہی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی۔ بھارتی قیادت جس قدر جلد اس حقیقت کا اعتراف کر لے گی اسی قدر بہتر ہوگا۔

چین اور پاکستان کی دوستی مثالی رہی ہے تاریخ گواہ ہے کہ چین نے ماضی میں کبھی پاکستان کو مایوس نہیں کیا۔ کارگل کے مسئلے پر چین کی پالیسی سے متعلق کچھ غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی تھیں جن کا نوٹس چین نے لیا اور چینی دفتر خارجہ نے پاکستان کو حمایت کا یقین دلایا جس پر 3 جولائی کو نوائے وقت نے لکھا۔

چینی دفتر خارجہ کی ترجمان مسز ژانگ نے کہا ہے کہ ان کا ملک جنوبی ایشیا کے علاقہ میں امن و امان کے قیام میں سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہے، تنازعہ کشمیر تاریخ کا چھوڑا ہوا پیچیدہ مسئلہ ہے، جسے دونوں ممالک حتمی طور پر مذاکرات کے ذریعے حل کریں۔

چین نے بھارت کو انتباہ کیا ہے کہ وہ امن تباہ کرنے سے باز رہے اور امن و استحکام کے بارے میں چین کے مفادات اور دلچسپی کا غلط اندازہ نہ لگائے۔ پاکستان اور بھارت کے مابین حالیہ کشیدگی کی اصل وجہ اگرچہ مسئلہ کشمیر ہے جو گزشتہ باون سال سے بھارت کی ضد کا شکار بنا ہوا ہے اور پاکستان کے علاوہ کشمیری عوام کی طرف سے اس کے پرامن حل کی ہر کوشش کو بھارت نے اپنی ہٹ دھرمی اور جارحانہ طرز عمل سے سبوتاژ کیا ہے۔ بھارت کے اس رویئے کی وجہ سے برصغیر عرصہ دراز سے کشیدگی اور عدم استحکام کا شکار چلا آ رہا ہے اور اس کے اثرات دونوں ممالک کے علاوہ دیگر

ممالک کی معیشت، اقتصادیات اور سلامتی پر بھی مرتب ہو رہے ہیں۔ بھارت کے تھانیداری کے شوق کی وجہ سے علاقے کے تمام ممالک کو اپنے وسائل کا بیشتر حصہ دفاعی مقاصد کے لئے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یہ بھارت ہی ہے جس کی ہمسائیگی سے خوف کھاتے ہوئے بنگلہ دیش کو مگ 29 طیارے خریدنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے اور سری لنکا کو بھی گوناگوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بد قسمتی سے امریکہ اور یورپ نے محض اپنی اسلام اور مسلمان دشمنی، چین کی ابھرتی ہوئی قوت سے خائف ہو کر اور جنوبی ایشیا میں اپنی عریاں تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے کے لئے نہ صرف اب تک بھارت کے عزائم اور اقدامات سے چشم پوشی برتی ہے بلکہ بوقت ضرورت اس کی پیٹھ بھی ٹھونکی ہے۔ کارگل کے مسئلہ پر بھارت کی جارحیت سے باز رکھنے اور اسے مسئلہ کشمیر مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی ترغیب دینے کے بجائے پاکستان پر مجاہدین کے انخلا کے لئے دباؤ ڈالنے کی امریکی و یورپی پالیسی سے بھارت کا حوصلہ بڑھا ہے اور اس نے اب تک مذاکرات کی ہر پیشکش کو ٹھکرا کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ مسائل طاقت کے زور پر حل کرنے پر یقین رکھتا ہے۔ اس طرح ایٹمی جنگ کے خطرات میں اضافہ ہوا ہے اور پاکستان کے سامنے اپنا دفاع کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا اس بنا پر سینٹ میں قائد ایوان راجہ ظفر الحق کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ اگر پاکستان پر جنگ مسلط کی گئی تو ہم ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے سے گریز نہیں کریں گے کیونکہ ہم نے یہ بم دراز میں رکھنے کیلئے نہیں بنائے۔

ان حالات میں چین کی طرف سے پاکستان کے موقف سے ہم آہنگ رائے کا اظہار خوش آئند ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت کے دفتر خارجہ، ذرائع ابلاغ اور پاکستان میں اس کے ہم نواؤں نے ڈس انفارمیشن کا جو طوفان بد تمیزی برپا کر رکھا ہے وہ سراسر بے سروپا ہے۔ چین آج بھی وہیں کھڑا ہے جہاں وہ 1965ء میں تھا جب اس

نے بھارت کو انتباہ کیا تھا کہ وہ اپنے آپ میں رہے۔ چین کی طرف سے علاقائی امن و امان اور استحکام کو تباہ نہ کرنے کا مشورہ اور مسئلہ کشمیر پر امن مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی خواہش واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ اس خطے کی اہم ترین قوت پاکستان کے ساتھ ہے اور وہ کوئی ایسی حرکت برداشت نہیں کرے گی جس سے علاقے میں قوت کا توازن درہم برہم ہو۔ اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کانفرنس کا جو اعلامیہ سامنے آیا ہے اسمیں بھی مسئلہ کشمیر پر پاکستان کے موقف کی حمایت کی گئی ہے اس طرح سفارتی محاذ پر پاکستان نے جو کمزوری دکھائی تھی آہستہ آہستہ اس کا ازالہ ہو رہا ہے۔ بنا بریں اب پاکستان کی سیاسی قیادت اور وزارت خارجہ کا فرض ہے کہ وہ چین اور عالم اسلام کی حمایت کو اپنے لئے قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے اس خوف سے نجات حاصل کرے جو امریکہ نے بھارت سے مل کر بڑی جنگ اور ہماری متوقع اقتصادی بدحالی کے حوالے سے مسلط کر رکھا ہے اور جس کی وجہ سے "بیک چینل ڈپلومیسی" کے نام پر ایسی تجاویز سامنے آ رہی ہیں جو پاکستان اور کشمیری عوام کے عظیم مفادات سے متصادم ہیں۔

امریکہ کے بارے میں یہ خوش فہمی دور ہو چکی ہے کہ وہ ہمارا قابل اعتماد دوست ہے کیونکہ اس نے کارگل کے مسئلہ کو کشمیر سے الگ کر کے بھارت کے مفادات کو تقویت پہنچائی ہے جبکہ مسئلہ کشمیر اور بھارتی ظلم و ستم کا شکار کشمیری عوام کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ حالانکہ کشمیر کے حل کا یہ بہترین موقع ہے جسے امریکہ بھارت کو بیل آؤٹ کر کے ضائع کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اس کے برعکس وہ اس صورتحال کو کسی نئے کیمپ ڈیوڈ معاہدے کی وجہ جواز بنانے کے لئے ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے۔ چین نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اسلامی برادری نے بھی بعد از خرابی بسیار پاکستان کے موقف کے حق میں آواز بلند کی ہے۔ ان دوستوں کی طرف سے جو تاخیر ہوئی اس کا ذمہ دار ہمارا دفتر خارجہ ہے جس میں امریکی سوچ ہمیشہ غالب رہی ہے، تاہم اب جبکہ

معاملات صحیح سمت کی جانب چل پڑے ہیں اور بھارت کی کمزوری روز بروز عیاں ہوتی جا رہی ہے، بکرم سنگھ کے بعد اب ایڈوانی نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مجاہدین سے نمٹنا خاصا مشکل ہے۔ کارگل، دراس اور بٹالک میں بھارتی فوجیوں کی بکھری ہوئی یخ بستہ لاشیں بھی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ بھارت جنگ جیتنا تو درکنار باعزت واپسی کا راستہ بھی گم کر بیٹھا ہے، اس لئے کارگل کے بجائے سیاچن اور اس طرح کے کسی فارمولے پر غور کرنے کے بجائے اس علاقے کے عظیم جرنیل "موسم" پر انحصار کرنا چاہئے جو بھارت کے کس بل نکالنے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے اور دو تین ہفتے بعد جس کا سامنا کرنا بھارت کے لئے مشکل بلکہ ناممکن ہو گا۔ بیک چینل پالیسی اور امریکہ کی دوسری کوششیں بھارت کے مفاد میں ہیں لہٰذا انہیں صرف اور صرف وقت گزاری کیلئے بروئے کار لایا جائے، کسی ایسے سمجھوتے کا باعث نہیں بنی چاہئیں جو مسئلہ کشمیر کو ہمیشہ کے لئے سرد خانے کی نذر کر دے اس طرح ہم اپنے دوستوں کو خدانہ کرے یہ کہنے کا موقع دیں گے۔

وہ ناداں گر گیا سجدے میں جب وقت قیام آیا

○

امریکہ کو ہمیشہ کی طرح اس مرحلے پر بھی بھارت کی فکر دلگیر ہوئی اور اس کی طرف سے پاکستان کے خلاف عجیب و غریب زبان استعمال کی جانے لگی اس کا نوٹس لینے فوج اور حکومت کے درمیان معاملات کار کو مزید بہتر بنانے کے لئے وزیراعظم کی صدارت میں دفاعی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس پر 4 جولائی کو نوائے وقت نے لکھا۔

گزشتہ روز وزیراعظم نواز شریف کی صدارت میں ہونے والے وفاقی کابینہ کی دفاعی کمیٹی کو بتایا گیا کہ بھارتی فوج شدید جانی و مالی نقصان کے باوجود کارگل سیکٹر میں

مجاہدین کا قبضہ مکمل طور پر ختم نہیں کرا سکی اور نہ ہی دراس کارگل روڈ کھلوائی گئی ہے۔

اجلاس میں اس مہمل موقف کا اعادہ کیا گیا کہ پاکستان کشمیر کے موجودہ بحران کا حل اعلان لاہور کے مطابق چاہتا ہے لیکن اگر جارحیت کی گئی تو مسلح افواج اور قوم اس کا جواب دینے کے لئے تیار ہے۔ کارگل کو مسئلہ کشمیر سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت پاکستان کی طرف سے یہ اعلان حوصلہ افزا ہے کہ بھارت مجاہدین کا کارگل کی چوٹیوں سے قبضہ ختم کرانے اور دراس کارگل روڈ کھلوانے میں ناکام رہا ہے چونکہ دراس کارگل روڈ کھلنے کی اطلاع قوم کو ایک سرکاری ادارے کے بے وردی سربراہ سے ملی جو ماضی میں آئی ایس آئی کے سربراہ بھی رہ چکے ہیں اور جو اپنے فوجی پس منظر کے ساتھ میاں صاحب سے قربت کی شہرت بھی رکھتے ہیں اس لئے قومی سطح پر مایوسی اور بے اطمینانی پیدا ہونا فطری تھا۔ کابینہ کی دفاعی کمیٹی کی طرف سے قوم کو اس امر کی یقین دہانی بھی کرائی گئی ہے کہ اگر بھارت کی طرف سے جارحیت کی گئی تو منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔

کابینہ کی دفاعی کمیٹی کی طرف سے ان حوصلہ افزا یقین دہانیوں کے باوجود چونکہ مسئلہ کے موجودہ بحران کو حل کرنے کے لئے اعلان لاہور کی پخ بھی لگائی گئی ہے جو شملہ معاہدے کی توسیع ہے، اس لئے پہلے سے موجود شکوک و شبہات میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے اور ہر محب وطن شہری کا ذہن فوراً ان امریکی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی طرف چلا جاتا ہے جو وہ اپنا لچ تلنے کے لئے مسئلہ کشمیر کو سرد خانے کی نذر کرنے اور بھارت کو ہر موقع پر بیل آؤٹ کرنے کے لئے گزشتہ پچاس سال سے جاری ہیں کیونکہ صدر، وزیراعظم، وزیر خارجہ اور آرمی چیف کے قومی امنگوں سے ہم آہنگ بیانات کے علی الرغم پاکستان میں متعین امریکی سفیر ولیم بی میلام نے گزشتہ روز سینئر صحافیوں سے ملاقات میں یہ "میلارامی" دعویٰ کیا ہے کہ امریکی سنٹرل کمان کے کمانڈر انچیف جنرل زینی انتھونی کے دورہ پاکستان کے دوران ہی محسوس کیا گیا ہے کہ

پاکستان نے کارگل کے مسئلہ پر لچکدار رویئے کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے جنرل زینی کے دورے کو مفید قرار دیا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ امریکی سفیر کا یہ دعویٰ حقیقت حال پر مبنی ہے یا اسی طرح کی ڈس انفرمیشن ہے جو امریکہ اپنے دوستوں کو مشکل صورتحال میں مبتلا کرنے کے لئے پھیلانے کا عادی ہے کیونکہ جنرل زینی کے دورے پر تبصرہ کرتے ہوئے پاک فوج کے ترجمان نے تو قوم کو یہ بتایا تھا کہ امریکی جنرل پاکستان کو کچھ سمجھانے نہیں بلکہ خود سمجھنے کے لئے آئے تھے اور انہیں بخوبی سمجھا دیا گیا ہے مگر اب امریکی سفیر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہوں نے پاکستان کے لچکدار رویے کا مشاہدہ کیا۔ اگر پاکستان کی طرف سے مذاکرات پر آمادگی کو لچکدار رویئے کا مظہر قرار دیا جا رہا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ پاکستان ہمیشہ مذاکرات کا حامی رہا ہے لیکن اگر امریکی سفیر یا امریکی حکومت کو یہ یقین ہے کہ پاکستان بھارت کو کارگل میں کوئی رعایت دینے پر آمادہ ہو جائے گا تو یہ اس کی خوش فہمی ہے اور اگر کسی سیاسی یا فوجی قائد نے بھارت کی ایسی کوئی رعایت دینے کے بارے میں سوچا تو قوم اس کا کیا حشر کرے گی؟ امریکی سفیر کی طرف سے اس طرح کا تاثر پیدا کرنا کسی حکمت عملی کا حصہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ کشمیری مجاہدین کے علاوہ پاکستان میں ان کی حامی تنظیموں کی طرف سے بار بار انتباہ کیا جا رہا ہے کہ اگر حکومت نے امریکی دباؤ قبول کیا تو وہ اسے برداشت نہیں کریں گی۔ اس طرح کا کوئی اقدام اپنے گلے میں مصیبت ڈالنے اور پاکستان کو انتشار و انارکی کے سپرد کرنے کے مترادف ہو گا۔

اس لئے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ پاکستان کسی بامعنی لچک کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے تو وہ ماضی کی طرح اب بھی بھارت کا ساتھ دے رہا۔ امریکی کانگرس کی خارجہ تعلقات کمیٹی نے گذشتہ روز ایک قرارداد منظور کی ہے جسمیں کارگل کے تنازعہ کا ذمہ دار پاکستان قرار دیا گیا ہے، صدر کلنٹن پر زور دیا گیا ہے کہ جب

تک کارگل سے پاکستان کی حمایت یافتہ فورسز واپس نہیں چلی جاتیں وہ آئی ایم ایف کو پاکستان کیلئے قرضے کی قسط جاری نہ کرنے کا اہتمام کریں، قرارداد میں کشمیر پر رائے شماری کی تجویز بھی مسترد کر دی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ اپنے طے شدہ موقف سے ہٹ رہا ہے اور یہ اعلان لاہور کا شاخسانہ ہے۔ مسئلہ کشمیر کے چار (1) پاکستان (2) بھارت (3) کشمیری عوام (4) اقوام متحدہ اور عالمی برادری فریق ہیں جبکہ اعلان لاہور اور شملہ معاہدہ اسے پاکستان اور بھارت تک محدود کرتے ہیں کیونکہ دو طرفہ بنیادوں پر حل کرنے کا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں۔ اس سے شہ پا کر بھارت کشمیر کو کارگل سے الگ قرار دے رہا ہے اور اس کیوجہ سے امریکہ اب رائے شماری سے پیچھے ہٹ کر بلکہ ایک لحاظ سے مسئلہ کشمیر کو ہمیشہ کیلئے نظر انداز کر کے کشیدگی کے خاتمے کی واحد شرط کارگل سے مجاہدین کا انخلا پیش کر رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کشمیری رہنما ہی سرزمین کیوں چھوڑیں اور امریکہ و بھارت کے علاوہ خود پاکستان کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ مجاہدین کو امریکی خواہش کے مطابق اپنی سرزمین چھوڑنے کی تلقین کرے۔

ان حالات میں ہم نہ تو امریکہ پر اعتبار کر سکتے ہیں ورنہ اس کی طرف سے پیش کردہ کسی تجویز کی پذیرائی ہمارے قومی مفاد میں ہے۔ امریکہ مجاہدین کی واپسی کے ریعے کئی مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ بھارت کو یہ موقع فراہم کرنا چاہتا ہے کہ وہ خری وار کر کے کشمیری جدوجہد کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے، وہ پاکستان اور کشمیری وام کے مابین غلط فہمیاں پیدا کر کے الحاق پاکستان کے نعرے میں کمزوری پیدا کرنا چاہتا ہے اور کلنٹن کے پانچ فون سن کر ایٹمی دھماکہ کرنے والے وزیراعظم نواز شریف کے ف جہادی قوتوں کو انگیخت کرنا چاہتا ہے، اس لئے ضر ت اس امر کی ہے کہ یکہ کے کسی جال میں پھنسنے کے بجائے ہم اپنے آزمودہ دوستوں پر انحصار اور جنگ

کی تیاری کریں کیونکہ بھارت کے سارے اقدامات جنگ کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے ہیں۔ برجیش مشرا، واجپائی اور ایڈوانی سب ہی کنٹرول لائن پار کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ کسی خوش فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیئے۔ جنگ مسلط ہو چکی ہے، بھارتی ذرائع ابلاغ اپنے عوام کو جنگ کے لئے تیار کر رہے ہیں اور سفارتی سطح پر بھی بھارت کی کوشش کا مقصد یہی ہے۔ اس کے برعکس ہمارے الیکٹرانک میڈیا پر ابھی تک ٹھمری اور ٹھمکا کا راج ہے۔ وزیراعظم سیاسی لیڈروں کو تو درکنار سینئر ایڈیٹروں سے مل کر انہیں اصل صورتحال سے آگاہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے، جو جماعتیں جہاد کشمیر میں براہ راست حصہ لے رہی ہیں انہیں اعتماد میں لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جا رہی اور دنیا بھر میں جو ایلچی اب بھیجے گئے ہیں ان کی کارکردگی سے بھی قوم کو آگاہ کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اگرچہ ان سے بہتر لوگوں کو باہر جانا چاہیئے تھا۔ لہٰذا حکومت کو اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ امریکہ ہمیں اقتصادی مشکلات سے دوچار کر سکتا ہے لیکن اقتصادی مسائل سے گھبرا کر غیرت و وقار کا سودا کرنا اور ملکی انتشار کو دعوت دینا دانشمندی نہیں۔ قوم، پاکستان مسلم لیگ کی حکومت اور ملک کو نیوکلیئر قوت بنانے والے وزیراعظم سے توقع کرتی ہے کہ وہ ڈٹے رہیں گے اور قوم کو ساتھ لے کر ان مسائل، مصائب، مشکلات اور دباؤ کا مقابلہ کریں گے۔ اندر خانے کسی سودے بازی میں شریک نہیں ہوں گے اور امریکہ کی یہ خوش فہمی دور کر دیں گے کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں اور جو چاہیں منوا سکتے ہیں۔ پاکستان ثابت کرنا ہو گا کہ وہ اب امریکی گھڑے کی مچھلی نہیں اور لچک کا جو رویہ امریکہ یا بھارت کو نظر آتا ہے وہ صرف نظر کا فریب ہے۔

4 جولائی کی صبح پونے تین بجے اچانک وزیراعظم میاں نواز شریف امریکہ روانہ گئے۔ ان کی پراسرار روانگی اور اس اچانک فیصلے نے ایک مرتبہ تو صحافتی حلقوں کو ٹکا کر رکھ دیا جس پر 5 جولائی کو نوائے وقت نے لکھا۔

وزیراعظم نواز شریف صدر بل کلنٹن کی دعوت پر اتوار کی صبح پونے تین بجے ای طور پر واشنگٹن روانہ ہو گئے۔ اس سے قبل صدر کلنٹن اور نواز شریف میں ٹیلی ن پر رابطہ ہوا جس کے بعد واشنگٹن روانگی کا فیصلہ کیا گیا۔ جنرل زینی کے دورہ اسلام اد کے بعد امریکی صدر اور پاکستان وزیراعظم میں ملاقات کی توقع کی جا رہی تھی، ی چیف جنرل پرویز مشرف نے بھی اس طرف اشارہ کیا تھا۔ تاہم امریکی سفیر عینہ پاکستان میلام اور وہائٹ ہاؤس کے ترجمان جیمز روبن اپنی بے خبری یا سفارتی کاری کی بنا پر بار بار یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ مستقبل قریب میں ایسی کسی ملاقات کا کان نہیں۔ امریکہ اور پاکستان کے سربراہان حکومت کی ملاقات ایک ایسے موقع پر رہی ہے جب بھارت نے ٹائیگر ہلز پر شدید ترین حملہ شروع کر رکھا ہے۔ بھارتی ی ترجمان نے ایک چوٹی پر قبضے کے دعوے کے ساتھ 23 فوجیوں کی ہلاکت کا تراف کیا ہے جبکہ بھارتی وزیر دفاع نے امرتسر میں دعویٰ کیا ہے کہ ٹائیگر ہلز پر قبضہ

مکمل ہو گیا ہے جس کے بعد کنٹرول لائن صرف ڈیڑھ کلو میٹر کے فاصلے پر رہ گئی ہے۔

اس دعوے میں کہاں تک صداقت ہے؟ ابھی تک غیر جانبدار ذرائع نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا لیکن ماضی کے تجربے کے پیش نظر بھارتی وزیر دفاع کے اس دعوے پر یقین کرنا مشکل ہے کیونکہ اس طرح کے دعوے گزشتہ دو ہفتوں سے کیے جا رہے ہیں جبکہ مجاہدین کی طرف سے ان دعوؤں کی تردید بالآخر درست ثابت ہوتی رہی ہے۔ صورتحال خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وزیراعظم کا دورہ واشنگٹن ہر لحاظ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے اور اس دورے کی کامیابی یا ناکامی کشمیری عوام ہی نہیں پاکستان کے مستقبل پر بھی اثرانداز ہو گی اور خود میاں نواز شریف کی سیاست اور اقتدار کو بھی اس کے مثبت اور منفی نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس میں شک نہیں کہ کشمیری مجاہدین نے 1948ء کے بعد پہلی بار بھارت کی گردن پر ہاتھ ڈالا ہے اور خود بھارت یہ اعتراف کر رہا ہے کہ اسے 1965ء اور 1971ء کی جنگوں سے زیادہ مالی اور جانی نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ کشمیری مجاہدین کی ان کامیابیوں کی وجہ سے نہ صرف بھارت سراسیمہ ہے اور وہ مرضی کا محاذ کھولنے میں دقت محسوس کر رہا ہے بلکہ کشمیری عوام کے حوصلے بلند ہوئے ہیں اور وہ اپنی آزادی والحاق پاکستان کی منزل قریب محسوس کر رہے ہیں اب بھارت کے پاس جنگ کا دائرہ وسیع کرنے کے علاوہ واحد آپشن یہ رہ گئی ہے کہ امریکہ کے ذریعے پاکستان کو جنگ سے خوفزدہ کر کے میدان جنگ میں ہاری ہوئی باز مذاکرات کی میز پر جیتنے کی کوشش کرے۔

بدقسمتی سے بھارت روسی کیمپ میں ہونے کے باوجود امریکہ کی کمزوری رہا۔ اور اس نے ہمیشہ اسے بیل آؤٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ 1962ء میں کشمیر کو آزاد کرانے کا موقع بھی امریکہ کی وجہ سے ضائع ہوا اور اب بھی امریکہ حق و انصاف ساتھ دینے کی بجائے ظالم بھارت کے غلط موقف کا دفاع کر رہا ہے، حالانکہ بھارت

اپنی ہٹ دھرمی سیاسی معاملات کو مذاکرات کے بجائے فوجی طاقت کے ذریعے حل کرنے کی روش کی وجہ سے نہ صرف مقبوضہ جموں و کشمیر میں عوامی سطح پر بلکہ کارگل اور دراس میں فوجی سطح پر بھی جنگ ہار چکا ہے۔ اس کا پالم ائرپورٹ تابوتوں کا جنکشن بن چکا ہے اور اس کی سات لاکھ فوج بھی کشمیری عوام کو دبانے میں ناکام ہو چکی ہے۔ کشمیری عوام نے یہ سب کچھ کسی بیرونی طاقت کی مادی امداد کے بغیر کیا ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ امریکن ترجمان نے بھی کارگل میں پاک فوج کے لڑنے کو خارج از امکان قرار دیا ہے حالانکہ جموں و کشمیر کے تنازعہ کے ایک اہم فریق کے طور پر پاکستان مجاہدین کی ہمہ قسمی امداد کا پابند ہے۔ اگر بھارت مکتی باہنی کی امداد کے بہانے پاکستان کے مشرقی حصے میں داخل ہو سکتا ہے اور امریکہ و یورپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تو پاکستان کو اس کا کیوں حق نہیں۔ اس کے باوجود پاکستان کنٹرول لائن کو جسے کوئی تقدس کی حوالے سے حاصل نہیں اور پاکستان اس کے احترام کا پابند نہیں، عبور کرنے سے گریز کر رہا ہے اور آج تک بھارت یہ ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے کہ پاکستان نے کنٹرول لائن کی کوئی خلاف ورزی کی ہے مگر امریکہ یک طرفہ طور پر سارا دباؤ پاکستان پر ڈال کر کشمیری عوام کی قربانیوں کو رائیگاں کرنا چاہتا ہے اور یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ اور کسی طور پر کسی خطے کے مسلمانوں کی کسی کامیابی پر خوش نہیں ہو سکتا اور اس کی ساری کدوکاوش دنیا کی واحد نیوکلیئر مسلم ریاست کو مشکلات سے دوچار کرنے کے لیے ہے۔

ان حالات میں اہل پاکستان کو وزیراعظم کے دورہ واشنگٹن سے کوئی خوش فہمی لاحق نہیں بلکہ وہ تشویش کا شکار ہیں۔ انہیں وزیراعظم پر پورا اعتماد ہے کہ جس شخص نے صدر کلنٹن کے پانچ ٹیلی فون سن کر بھی ایٹمی تجربات کا فیصلہ کرنے میں جھجک کا مظاہرہ نہیں کیا، وہ اب بھی امریکی دباؤ برداشت کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ امریکہ کے پاس پاکستان کو دبانے کے حربے دو ہی ہیں۔ ایک بھارت کے فوجی حملے کا

خوف اور دوسرا عالمی مالیاتی اداروں کی طرف سے عدم تعاون کے ذریعے پاکستان کو اقتصادی مشکلات سے دوچار کرنے کی دھمکی، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایٹمی تجربات کے بعد پاکستان اقتصادی مشکلات کا کامیابی سے سامنا کر چکا ہے جبکہ موجودہ صورتحال میں پانچ سو مجاہدین سے خائف، بھارت اول تو کسی بڑی جنگ کا متحمل نہیں ہو سکتا: دوسرے اگر اس نے ایسی کوئی حرکت کی تو پاکستان اس کا منہ توڑ جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ کشمیر، آسام، میزورام، ناگالینڈ میں اس کی فوج بری طرح پھنسی ہوئی اور اس کی سٹرائیکنگ پاور کسی صورت میں بھی پاکستان پر برتری نہیں رکھتی۔ اس لیے پاکستان دونوں طرح کے دباؤ کا مقابلہ کر سکتا ہے، لہٰذا پاکستان سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ امریکی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر کر کارگل سے پسپائی کا کوئی فارمولا قبول کر لے اور مسئلہ کشمیر پر ایسے مذاکرات میں جال میں پھنس جائے جو پہلے کی طرح بے فائدہ ثابت ہوں اور بھارت کو طویل عرصہ تک سنبھلنے کا موقع فراہم کریں۔

کارگل میں چند سو مجاہدین کے مقابلے میں بھارتی فوج نے جو مایوس کن کارکردگی دکھائی ہے اسکے پیش نظر امریکہ اور غرب کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ وہ جس بودی پہلوان کو 1962ء سے چین کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہے ہیں آیا وہ اس قابل بھی ہے کہ اسے علاقے کی تھانیداری سونپی جائے اور اس کی خاطر نہ صرف پاکستان کی دوستی سے ہاتھ دھوئے جائیں بلکہ جنوبی ایشیا کو مستقل کشیدگی کی نذر کیا جائے۔ جہاں تک عالمی رائے عامہ کا تعلق ہے تو یہ صرف جی سیون اور امریکہ ہی نہیں پانچ درجن اسلامی ممالک نے بھی مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی حمایت کی ہے، چین کھل کر ساتھ دے رہا ہے، فرانس نے بھی جی ایٹ کے برعکس پاکستان کے موقف کو سراہا ہے اور میراژ طیارے فراہم کرنے کا اعلان اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ امریکہ اسے نہ تو نظرانداز کرے اور نہ اسلامی ممالک کا یہ تاثر پختہ کرے کہ وہ اسلام اور عالم اسلام کو ہر قیمت پر نیچا دکھا

چاہتا ہے۔ بنابریں نواز کلنٹن ملاقات میں امریکہ صدر کسی ایسے مؤقف پر اصرار نہ کریں جو اقوام متحدہ کی قراردادوں، کشمیری عوام کے حق خودارادیت، جنوبی ایشیا میں امن وسلامتی کے تقاضوں اور پاکستان کی آزادی، خودمختاری اور سلامتی کے منافی ہو اور جس کی وجہ سے ایٹمی جنگ کے خطرات میں اضافہ ہو۔ جنوبی ایشیا میں قیام امن اور نتیجہ کے طور پر غربت کے خاتمہ اور خوشحالی کی کنجی مسئلہ کشمیر کا منصفانہ حل ہے جو اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عملدرآمد سے مشروط ہے۔ میاں صاحب کو اپنے اس تاریخی اصولی موقف پر زور دینا چاہیئے اور صدر کلنٹن کو اپنی عالمی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے اس کی راہ ہموار کرنی چاہیئے۔ صرف اسی صورت میں نواز کلنٹن ملاقات بارآور ہو سکتی ہے اور جنگ کے خطرات کو مستقل بنیادوں پر ٹالا جا سکتا ہے۔ مسئلہ کشمیر کا پائیدار حل ہی کارگل کی صورتحال میں بڑی تبدیلی لا سکتا ہے۔ وقتی فارمولے کشیدگی میں اضافے کا باعث بنیں گے۔

اس وقت کشمیر میں پوری لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ بالعموم اور کارگل اور دراس کے محاذ پر بالخصوص بھارت کے ساتھ عملی طور پر جنگ جاری ہے اور مجاہدین نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں، ان سے بھارت نہ صرف خوفزدہ ہے بلکہ امریکہ کی معاونت سے حالات میں توازن و اعتدال پیدا کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہا ہے۔ اس ہزیمت کا تاثر الٹانے اور بھارتی عوام کا "مورال" قائم رکھنے کے لئے بھارتی اخبارات، سیاسی جماعتیں اور ٹیلی ویژن میڈیا نے "ڈس انفرمیشن" کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ لیکن یہ بات افسوس سے کہنی پڑتی ہے کہ پاکستان میں ابھی تک یہ تاثر شدومد سے پیدا نہیں کیا گیا۔ ہم ایک منافق، مکار اور عیار دشمن سے جنگ میں مبتلا ہیں، لیکن حکومت کی طرف سے عوام کو حالت جنگ کا سامنا کرنے کی تربیت و ترغیب تا حال نہیں دی گئی۔ تمام جنگی امور وزیراعظم نواز شریف اور ان کی کابینہ کے چند قریبی

وزیروں نے اپنے دست قدرت میں رکھے ہوئے اور عوام کو اس بارے میں اعتماد میں لینے یا حالات کے مقابلہ میں تیار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جارہی۔ اپوزیشن کی جماعتوں کا اجلاس بلا کر انہیں حالات کی سنگینی سے آگاہ کرنے سے گریز کیا جارہا ہے جبکہ اپوزیشن کی کئی جماعتیں حکومت کو اپنے غیر مشروط تعاون کا یقین دلا رہی ہیں۔ بد قسمتی سے ہماری سیاسی و مذہبی جماعتیں بھی اس نازک مرحلے پر پریشان کن بیگانگی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ جماعت اسلامی ایک فعال جماعت ہے لیکن اس کے سربراہ قاضی حسین احمد امریکہ تشریف لے گئے ہیں۔ واجپائی کی آمد پر منظم مظاہرے کرنے والی جماعتیں بھی اس وقت رسمی بیان ہی جاری کر رہی ہے حالانکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ عوامی مظاہرے، جلسے اور جلوس وسیع پیمانے پر منظم کئے جاتے اور امریکہ کے یک طرفہ رویے پر پورے پاکستان کا احتجاج بین الاقوامی کانوں تک پہنچایا جاتا۔ خاص طور پر امریکی رائے عامہ کو پاکستانی عوام کے جذبات واحساسات سے آگاہ کیا جاتا۔ مسلم لیگ یوتھ ونگ بھی اپنے قائد کے ہاتھ مضبوط کرنے کیلئے میدان میں نہیں اتری حالانکہ امریکہ کو باور کرانا ضروری ہے کہ وہ بھارت کا ساتھ دے کر پاکستانی عوام اور اسلامی دنیا کو ناراض نہ کرے۔ عالمی سطح پر تحریک پیدا کرنے کا کام پاکستان کا ٹیلی ویژن نیٹ ورک بڑی خوبی سے کر سکتا تھا، لیکن وہ بھی نہ صرف تساہل اور تغافل کا شکار ہے بلکہ پوری قوم کو ایک لمبے عرصے تک "کرکٹ فوبیا" میں مبتلا رکھنے کے بعد اب بے ہودہ ناچ گانوں اور اچھل کود اور معاشرہ شکن ڈراموں کی افیون سے بہلا دیا ہے۔ عالم یہ ہے کہ اکثر رات کا خبرنامہ محاذ جنگ کی خبروں سے خالی ہوتا ہے۔ ٹیلی ویژن پر مجاہدین کی کامیابیوں کی خبر تک نشر کرنے سے گریز کیا جارہا ہے جبکہ بھارت میں حکومت، فوج اور سیاسی جماعتوں کے علاوہ مختلف ٹی وی چینلز بھی لڑائی میں شامل ہیں۔ ہر نصف گھنٹے کے بعد ایک چینل ڈس انفرمیشن پھیلانے میں مصروف ہے۔ ملک کے

دانشوروں، سیاستدانوں اور اہل الرائے سے تجزیے کرائے جارہے ہیں جن میں پاکستان کو ہدف بنایا جاتا ہے اور بھارت کو مظلوم ثابت کیا جارہا ہے۔ اس وقت قوم عدم آگہی کی وجہ سے شدید اضطراب میں مبتلا ہے۔ اور حکومت سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے کہ اسے حالات کی صحیح نوعیت سے نہ صرف آگاہ رکھا جائے بلکہ ہر قسم کے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر قومی یک جہتی کی فضا پیدا کی جائے۔ اگلے مورچوں پر لڑنے والے مجاہدین اور فوج کو جب تک عقب میں مضبوط قومی حمایت اور یک جہتی کا یقین نہیں ہوگا اس وقت تک حالات کا پانسہ پلٹنا ممکن نہیں ہوگا۔

کلنٹن نواز شریف مشترکہ اعلامیہ پر نوائے وقت نے 6 جولائی کو لکھا۔

امریکہ کے صدر بل کلنٹن اور پاکستان کے وزیر اعظم میاں محمدؐ نواز شریف نے واشنگٹن میں تین گھنٹے کے مذاکرات کے بعد جاری کئے گئے مشترکہ بیان میں اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ "کشمیر کے علاقہ کارگل میں جاری جنگ خطرناک ہے اور اس کے نتیجے میں وسیع تر تصادم بھڑک سکتا ہے۔ دونوں لیڈروں کے درمیان اس بات پر بھی اتفاق رائے پایا گیا کہ شملہ معاہدہ کے تحت لائن آف کنٹرول کی بحالی کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ صدر کلنٹن نے کہا کہ ان اقدامات کے بعد محاذ آرائی اور دشمنی کا فوری خاتمہ کر دیا جائے۔ دونوں لیڈر اس بات پر متفق تھے کہ لاہو میں شروع ہونے والے دوطرفہ مذاکرات پاکستان اور بھارت کے درمیان مسئلہ کشمیر سمیت تمام متنازعہ امور کو حل کرنے کیلئے اعلان لاہور بہترین فورم ہے۔ صدر کلنٹن نے کہا کہ ان اقدامات کے بعد محاذ آرائی اور دشمنی کا فوری خاتمہ کر دیا جائے۔ دونوں لیڈر اس بات پر متفق تھے کہ لاہور میں شروع ہونے والے دوطرفہ مذاکرات پاکستان اور بھارت کے درمیان مسئلہ کشمیر سمیت تمام متنازعہ امور کو حل کرنے کے لئے اعلان لاہور بہترین فورم ہے۔ صدر کلنٹن نے کہا کہ جب لائن آف کنٹرول کا تقدس پوری طرح

بحال ہو جائے تو پھر وہ ان دوطرفہ مذاکرات کی تیز بحالی کی حوصلہ افزائی میں ذاتی دلچسپی لیں گے۔ وزیراعظم نواز شریف کا یہ دورہ امریکی صدر بل کلنٹن کی دعوت پر عمل میں آیا جس کے بارے میں ابتدائی اطلاع پاکستان کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف نے دی تھی۔ گزشتہ سنیچر کے روز صدر کلنٹن سے ٹیلی فون پر گفتگو کے بعد میاں صاحب اسی شب امریکہ روانہ ہو گئے۔ کارگل کی صورت حالات اور وزیراعظم نواز شریف کے دورہ امریکہ کے حوالے سے صدر کلنٹن نے بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کو بھی امریکہ آنے کی دعوت دی تھی لیکن واجپائی نے یہ دعوت قبول نہ کی کیونکہ بھارت کو خدشہ تھا کہ اس سے مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی حیثیت مل جائے گی اور پاک بھارت مذاکرات میں تیسرے فریق کی شمولیت کا امکان بڑھ جائے گا۔ چنانچہ بھارت کے ایک ڈنگ ٹپاؤ بڈھے کھوسٹ وزیراعظم نے جسے کارگل کے محاذ سے ہر روز اپنے فوجیوں کی لاشوں کے تابوت دہلی میں موصول ہو رہے تھے، اپنی ہٹ دھرمی قائم رکھی لیکن قوم سے بھاری منڈیٹ حاصل کرنے اور دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت بن جانے والے ملک کے جواں سال وزیراعظم نے اس دعوت کا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے آناً فاناً امریکہ پہنچ کر امریکی صدر سے ہنگامی ملاقات کی اور مذاکرات کے بعد مشترکہ اعلامیہ بھی جاری کروا دیا جس میں زیادہ زور 1972ء کے شملہ معاہدے اور اس دور میں طے پا جانے والی کنٹرول لائن پر ہے۔ جبکہ صحیح صورت یہ ہے کہ کارگل سیکٹر میں لائن آف کنٹرول کی حد بندی عمل میں ہی نہیں آئی، کارگل کشمیر کے شمالی علاقہ جات کا حصہ ہے اور اس پر ابتدا سے پاکستان کا قبضہ رہا ہے۔ 1965ء کی جنگ میں بھارت نے اس پر دسترس حاصل کر لی تھی لیکن معاہدہ تاشقند کے بعد اسے پاکستان کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ 1971ء کی جنگل میں بھارت نے دوبارہ اس پر قبضہ کر لیا۔ 1972ء میں شملہ معاہدہ طے پایا تو بھارت نے بے جواز طور پر اپنا قبضہ کارگل پر قائم

رکھا اور پاکستان نے بھی دباؤ کے تحت اس پر کچھ زیادہ اعتراض نہ کیا۔ شملہ معاہدے میں سیز فائر لائن کی بجائے "لائن آف کنٹرول" کی اصطلاح وضع کی گئی تھی لیکن اس لائن کا احترام بھی خود بھارت نے 1984ء میں شکستہ کیا اور موقع پاتے ہی سیاچین گلیشیئر پر قبضہ کر لیا۔ یہی عمل 1999ء میں مجاہدین کشمیر نے دہرایا اور کارگل کی چوٹیوں پر قبضہ کر لیا تو بھارت نے شور و غوغا برپا کر دیا اور بڑی بے رحمی سے ان پر زمینی اور فضائی حملے شروع کر دیئے۔ بھارت نے صورت حال اس حد تک کشیدہ کر دی کہ اس عملی جنگ میں ایٹمی طاقت کے استعمال کی دھمکیاں بھی دی جانے لگیں۔ کلنٹن نواز اعلامیہ میں جنگ کے پھیل جانے کا واضح اشارہ موجود ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ امریکہ جیسی "سپرپاور" نے بھی فساد کی اصل جڑ کو پکڑنے اور اس بنائے نزاع کو رفع کرانے کی بجائے اپنی توجہ صرف کارگل اور "لائن آف کنٹرول" تک محدود کر دی ہے۔ اس اعلامیے میں کشمیر کا ذکر نہ صرف ضمنی ہے بلکہ اس کے حل کو "وعدہ فردا" پر ٹال دیا گیا ہے۔ "شملہ معاہدہ" کے حوالے سے بھی بھارت کو سیاچن سے "بیل آؤٹ" ہونے کا موقع فراہم کر دیا گیا ہے، جس سے جان چھڑانے کی خود بھارت عرصے سے خواہش کر رہا تھا۔

پاکستان اس سے پہلے تمام مواقع پر اس مضبوط موقف کا اظہار کرتا رہا ہے کہ کارگل کو مسئلہ کشمیر سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ صورت اب بھی قائم ہے اور مجاہدین کشمیر اقوام متحدہ کی منظور شدہ قراردادوں کے مطابق استصواب رائے کرانے اور اپنی مرضی کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل کئے بغیر کسی اور فیصلے کو قبول نہیں کر سکتے۔ بھارت نے ان کے اس حق کو تشدد، ظلم، کلاشنکوف اور خاک و خون کے زور سے دبانے کے لئے سات لاکھ سے زائد فوج کشمیر میں متعین کر رکھی ہے اور یہ سلسلہ گزشتہ پچاس برس سے جاری ہے۔ اس مسئلہ کو بین الاقوامی حیثیت تو 1948ء میں ہی حاصل ہو گئی

تھی جب پنڈت نہرو مجاہدین کی یورش کی تاب نہ لا کر اقوام متحدہ میں دوڑے چلے گئے تھے اور مستقبل میں کشمیریوں کو اپنا فیصلہ خود کرنے کے لئے قرارداد منظور کروا لائے تھے۔ حالیہ اعلامیہ میں "شملہ معاہدہ" اور "اعلان لاہور" کا حوالہ اس لئے بے معنی ہے کہ اس سے اقوام متحدہ کی منظور شدہ قراردادوں کی نفی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی یہ قرارداد پورے عملدرآمد کے بغیر اقوام متحدہ کے ایجنڈے سے موقوف کی جا سکتی ہے۔ شملہ معاہدے کے تحت طے پا جانے والی لائن آف کنٹرول کو قبول کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہدین نے کارگل میں جو کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ ان سے دستبردار ہو جائیں تاکہ مبینہ امن کی فضا قائم ہو سکے۔ منطقی طور پر شاید یہ بات درست نظر آئے لیکن کیا مجاہدین اپنی کامیابیوں کی قربانی دینے اور مسئلہ کشمیر کو پھر صدہا سیاسی الجھنوں اور بکھیڑوں کا شکار بنانے پر آمادہ ہوں گے؟ نوبت اب یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مجاہدین دنیا کی کسی طاقت کو خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر انہیں کارگل کی چوٹیاں خالی کرنے پر زبردستی مجبور کیا گیا تو داخلی طور پر پاکستان میں فسادات شروع ہو جائیں گے اور میاں نواز شریف ایک ایسی خطرناک صورت حال سے دوچار ہوں گے جس کا سامنا کرنا مشکل ہو گا اور اس طرح وہ قوم کے غیظ و غضب کی نذر ہو جائیں۔ امریکی صدر نے پاکستان کے ایٹمی طاقت بن جانے کے بعد مسئلہ کشمیر میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے لیکن انہوں نے انصاف سے کام لینے کی بجائے اپنی ہمدردیوں کا رخ بلاواسطہ طور پر اپنے دوست بھارت کی طرف کر رکھا ہے۔ انہوں نے بھارت کے وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کے استرداد دعوت کو بھی اہمیت نہیں دی اور نہ اس قتل و غارت گری کو ملحوظ نظر رکھا ہے جو گزشتہ پچاس برسوں سے بے گناہ اور معصوم کشمیری مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ پاکستان نے ہر مرحلہ پر امن دوستی کا ثبوت دیا اور اقوام عالم کے مشوروں کو کبھی مسترد کرنے کی ضرورت تک نہیں سمجھی۔ میاں نواز شریف کا

صدر کلنٹن کی حالیہ دعوت کو فوراً قبول کر لینا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ پاکستان اس خطے میں امن اور صرف امن کے قیام و ثبات کا آرزو مند ہے۔ چنانچہ اصل مسئلہ لائن آف کنٹرول کی بحالی کا نہیں بلکہ کشمیر کا مسئلہ ہے جسے حتمی طور پر اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں حل کرنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے کہ اس خطے کا امن بھارت کی ہٹ دھرمی سے تباہ ہو رہا ہے۔ اگر حالات کی کشیدگی اسے ایٹمی جنگ کی طرف لے جائے تو یہ بھارت کی بے جا ضد اور غیر منصفانہ رویئے کا ہی نتیجہ ہو گا۔ نواز کلنٹن اعلامیہ اس بڑے خطرے کو ٹال نہیں سکتا۔ بھارت اس اعلامیے میں شریک نہیں ہے لیکن اس کے منفی ردعمل کا اندازہ لگانا کچھ مشکل بھی نہیں۔ کیونکہ اس نے ہر مرحلہ پر پاکستان کو مذاکرات کی دعوت کو ٹھکرایا ہے۔ اس لئے امریکہ کو چاہئے کہ وہ بھارت کو کشمیر کے فیصلے کی طرف لائے۔ اگر وہ یوگوسلاویہ سے اپنی شرائط منوا سکتا ہے تو بھارت سے کیوں نہیں؟ کلنٹن آخر نواز شریف کو ایٹمی دھماکے کی سزا دینے پر کیوں تلا ہوا ہے؟ امریکی صدر کیوں نہیں سمجھتا کہ نواز شریف اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کے کسی مستقل حل کی شرط اور وہ بھی کسی ٹائم فریم کے ساتھ منوائے بغیر، صرف کارگل کو خالی کرنے کے لئے کہہ سکے۔

○

7جولائی کو بھی نوائے وقت کا موضوع یہی دورہ امریکہ تھا۔ اخبار نے لکھا۔

واشنگٹن سے آمدہ اطلاعات کے مطابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اس بات پر رضامند ہیں کہ وہ کارگل کی چوٹیوں پر بیٹھے مجاہدین کو جنگ بند کرنے اور واپس چلے آنے کی اپیل کریں گے۔ اس ضمن میں پاکستان اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے گا۔ دفتر خارجہ کے ترجمان طارق الطاف نے اتوار کی شب اخبار نویسوں کو بریفنگ دیتے ہوئے

کہا کہ مجاہدین نے مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر ابھارنے کا اپنا ٹارگٹ حاصل کر لیا ہے اب کارگل میں مزید جنگ کی ضرورت نہیں۔ وزیر اعظم نواز شریف نے واشنگٹن جا کر صدر کلنٹن سے ملاقات میں جو جلد بازی دکھائی اس پر اندرون اور بیرون ملک تعجب کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اب تک فوج اور حکومت کی طرف سے قوم کو جو کچھ بتایا جاتا رہا ہے اور جس کی تصدیق آزاد ذرائع سے بھی ہوتی تھی اس کے مطابق نہ صرف پاکستان فوج کنٹرول لائن پر بہتر پوزیشن میں تھی بلکہ کارگل میں مجاہدین بھی اپنی عددی کمزوری کے باوجود بھارت کی فوج کیلئے ناقابل تسخیر حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ بھارت عالمی سطح پر جو واویلا مچا رہا تھا اس سے بھی اس کی بے چارگی ظاہر ہوتی تھی اور علاقائی بدمعاش نے بڑے بدمعاش سے بھی گلو خلاصی کی درخواست کی ہو گی کہ دادا اس شریف آدمی کو لڑی لگاؤ ورنہ اپن کی ذرا پت نہیں رہے گی۔ ٹائیگر ہلز کے نام سے جس چوٹی کو سر کرنے کا پروپیگنڈا ہوا اس کے بارے میں پاک فوج کے ترجمان اور مجاہدین یہ واضح کر چکے ہیں کہ اس نام کی کوئی چوٹی ہی موجود نہیں بھارت ایک خود ساختہ فتح کے نام پر اپنے عوام کو بے وقوف بنا رہا ہے۔

کشمیری عوام اور مجاہدین کارگل کی صورتحال سے نہ صرف خوش ہیں بلکہ وہ اپنی فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے جموں و کشمیر کی بھارت سے آزادی اور الحاق پاکستان کی منزل کو حاصل کر لینے کی توقع کر رہے ہیں لیکن حکومت پاکستان نے اچانک یہ اعلان کر کے انہیں حیران اور ششدر کر کے رکھ دیا ہے کہ مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کا ٹارگٹ حاصل کر لیا گیا ہے اس لئے مجاہدین واپس آ جائیں۔ گویا پاکستان نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ جموں و کشمیر میں دس سال سے جاری مسلح جدوجہد اور باون سال سے دی جانے والی قربانیوں کا مقصد صرف اور صرف امریکہ سے یہ وعدہ حاصل کرنا تھا کہ "جب پاکستان کارگل سے مجاہدین کو واپس بلالے گا اور کنٹرول لائن مکمل طور

پر بحال ہو جائے گی تو صدر کلنٹن تنازعات کے حل کیلئے دو طرفہ کوششوں کو دوبارہ شروع کرنے کیلئے ذاتی دلچسپی لیں گے" مشترکہ اعلامیہ کے اس بے مقصد جملے کا اس کے علاوہ کیا مطلب لیا جا سکتا ہے کہ پاکستان کو نہ صرف کارگل سے مجاہدین اور کنٹرول لائن سے اپنے فوجی واپس بلانے ہوں گے بلکہ امریکہ و بھارت کی تسلی کے مطابق کنٹرول لائن بھی بحال کرنی ہوگی جس کے بعد "سرکار دولت مدار" ازراہ کرم اس امر میں دلچسپی لیں گے کہ تنازعات کے حل کے لیے دو طرفہ کوششیں شروع ہو سکیں اور وہ بھی شملہ معاہدہ اور اعلان لاہور کے تحت!

سوال یہ ہے کہ پاکستان اور امریکہ کے اس اعلامیہ میں بھی نہ تو بھارت شریک ہے نہ فریق اور نہ اس نے امریکہ یا عالمی برادری کو کسی قسم کی یقین دہانی کرائی ہے جبکہ پاکستان نے یہ پابندی قبول کر لی ہے کہ وہ مجاہدین کو واپس بلائے، طارق الطاف نے تو ایک لحاظ سے مجاہدین سے اپیل کر بھی دی ہے اور یہ دلیل بھی سامنے لائے ہیں کہ جو مقصد حاصل کرنا تھا وہ حاصل ہو گیا ہے اب واپسی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اس طرح امریکہ و بھارت کے اس پروپیگنڈے کو بھی درست تسلیم کر لیا گیا ہے کہ پاکستان مداخلت کار ہے اور کنٹرول لائن کا تقدس بحال کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان کی طرف سے کنٹرول لائن کے ضمن میں سیاچن سے بھارتی فوجوں کی واپسی کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے رعونت بھرے انداز میں کہہ دیا ہے کہ سیاچن کنٹرول لائن کا حصہ نہیں۔ مجاہدین کو نکالنے کیلئے جنگ جاری رہے گی اور ضرورت ہوئی تو ایٹمی ہتھیار بھی استعمال کریں گے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ نے اپنا سارا وزن بھارت کے پلڑے میں ڈال کر پاکستان سے یہ شرط منوالی ہے کہ پہلے بھارتی خواہش کے مطابق کارگل خالی کرو پھر مذاکرات کا آغاز ہوگا۔ اس طرح نہ تو جنگ بندی کی ایسی صورت سامنے آئی ہے جس میں پاکستان یا مجاہدین کا پلڑا بھاری

ہو اور نہ عالمی برادری کے سامنے امریکہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ برصغیر میں کشیدگی کی اصل بنیاد مسئلہ کشمیر حل کرنے کیلئے اپنی بین الاقوامی ذمہ داریاں پوری کرے گا۔ اول تو یہ ممکن نہیں کہ مجاہدین پاکستان کی اپیل پر اپنی قربانیاں ضائع کر کے کارگل کو خوشی سے بھارت کے حوالے کر دیں لیکن اگر بالفرض محض پاکستان کی خوشنودی کی خاطر وہ اس پر آمادہ ہو بھی جائیں تو یہ ضمانت کون فراہم کرے گا کہ اس کے بعد بھارت مسئلہ کشمیر کے بارے میں بامقصد مذاکرات کا آغاز کرے گا اور وہی وطیرہ اختیار نہیں کرے گا جو گزشتہ پچاس سال سے اس کا طرہ امتیاز ہے۔

نواز کلنٹن اعلامیہ سے نہ صرف اقوام متحدہ کی قراردادیں غائب ہیں اور امریکی عہدیدار نے اس حوالے سے کیے گئے سوال کا جو جواب دیا ہے اس سے بھی یہی تاثر ملتا ہے کہ امریکہ اب ان قراردادوں کو بھارت کی طرح قصہ ماضی سمجھتا ہے اور اس کیلئے اہمیت مسئلہ کشمیر کی نہیں صرف موجودہ اور حاضر مسئلہ کارگل کی ہے جہاں بھارت مشکلات کا شکار ہے اور امریکہ و مغرب نے اسے چین کے مقابلے کی طاقت بنانے کیلئے جو کوششیں کی تھیں وہ رائیگاں ہوتی نظر آتی ہیں۔ عام خیال یہی تھا کہ امریکہ پاکستان اور بھارت کے مابین تنازعات سنجیدگی سے حل کرانا چاہتا ہے لیکن نواز کلنٹن ملاقات کے بعد یہ واضح ہو گیا ہے کہ اسے برصغیر کے تنازعات کا نہ تو گہرا شعور ہے اور نہ وہ مسئلہ کی بنیاد ختم کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے وہ صرف اور صرف واحد اسلامی نیوکلیئر پاور سے انتقام لینا چاہتا ہے جس نے امریکی دباؤ مسترد کرتے ہوئے ایٹمی قوت بننے کا فیصلہ کیا اور بن کر دکھایا۔ کیونکہ پاکستان کو ایک ایسا فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے جس پر عملدرآمد نہ تو حکومت کے بس میں ہے اور نہ وہ عملدرآمد پر اصرار کر کے ملک کو انتشار و افراتفری کی نذر کرا سکتی ہے بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے بھی واضح الفاظ میں یہ تاثر دیا ہے کہ نواز کلنٹن مشترکہ اعلامیہ کی روشنی میں کارگل سے مجاہدین کی واپسی پر

اصرار حکومت پاکستان اور نواز شریف کیلئے مشکلات کا باعث بنے گا اور اس مسئلہ پر حکومت اور فوج میں اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔ مشترکہ اعلامیہ سامنے آنے کے بعد کم و بیش تمام سیاسی جماعتوں (بینظیر کی پی پی سمیت) نے جن میں کشمیری سیاسی تنظیمیں اور جہادی تنظیمیں بھی شامل ہیں اسے مسترد کر دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ نے ہوشیاری کے ساتھ نہ صرف بھارت کے مجاہدین سے جان چھڑانے کا اہتمام کیا ہے بلکہ جہادی تنظیموں کا رخ نواز شریف حکومت کی طرف کر دیا ہے کہ وہ ایک ایسی حکومت کے خلاف آواز بلند کریں جس نے محاذ کی کامیابیاں میز پر ہارنے کی حماقت کی ہے۔ واقعتاً صورتحال اتنی مایوس کن نہیں ہو گی جتنی نظر آ رہی ہے لیکن حکومت مخالف عناصر کو تو پروپیگنڈے کیلئے مضبوط ایشو چاہیے جو امریکہ نے کارگل سے پسپائی کی صورت میں فراہم کر دیا ہے اور جسے امریکہ و بھارت کے خیر خواہ ذرائع ابلاغ خوب اچھالیں گے۔

ان حالات میں میاں نواز شریف کو وطن واپسی پر انتہائی دور اندیشی اور احتیاط کا مظاہرہ کرنا ہو گا اور فی الفور پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلا کر یا قومی اسمبلی میں گزشتہ ڈیڑھ پونے دو ماہ کے واقعات، پس پردہ ڈپلومیسی کے مراحل، امریکہ کے سیاسی، اقتصادی دباؤ اور واشنگٹن کی ملاقات کے اسباب کی تفصیل بیان کرنی چاہیے۔ اس اجلاس کی کارروائی ریڈیو ٹی وی پر براہ راست نشر کی جائے، اگر اس مشترکہ اعلامیہ کے علاوہ بھی کوئی وعدے وعید ہوئے ہیں تو ان سے بھی قوم کو آگاہ کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ کسی کو غلط فہمیاں پیدا کرنے کا موقع نہ ملے۔ وزیراعظم نے پہلے کوتاہی برتی ہے اب وہ ان تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں سے مل کر انہیں اعتماد میں لیں جو جہاد کشمیر میں عملاً حصہ لے رہی ہیں یا حکومت کے موقف کی تائید و حمایت کر رہی ہیں تاکہ کارگل کا سارا ملبہ ملک کے سیاسی استحکام پر نہ آ پڑے اور ملک کسی نئے انتشار کا شکار نہ

ہونے پائے قوم امریکہ پر کسی قسم کا اعتبار کرنے کیلئے تیار نہیں وہ 1962ء، 1965ء، 1971ء اور 1988ء میں دھوکہ کھا چکی ہے اب بھی پاکستان پر سب سے زیادہ دباؤ امریکہ نے ڈالا ہے اور پاکستان کو ایسی صورتحال میں مبتلا کیا ہے جس سے نکلنے کیلئے غیر معمولی دانش اور بصیرت کے علاوہ حکمت و تدبر کی ضرورت ہے۔ وزیراعظم قوم کو بتائیں کہ وقت حاصل کرنے کیلئے انہوں نے جو حکمت عملی وضع کی ہے وہ واقعتاً مفید ثابت ہو سکتی ہے اور وہ اپنے دعوؤں کے مطابق بھارت یا امریکہ کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے کشمیر پر ایسی کسی سودے بازی میں ملوث نہیں ہوں گے جو مسئلہ کشمیر کو ہمیشہ کیلئے سرد خانے کی نذر کر دے اور پاکستان کو کیمپ ڈیوڈ کی طرز کے کسی سمجھوتے کی ذلت برداشت کرنا پڑے۔ ستمبر میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے حوالے سے بھی اب مزید گومگو پالیسی اور خاموشی کی کوئی گنجائش نہیں اور وزیراعظم کو وطن واپسی پر چپ کا روزہ توڑ کر اپنی واشنگٹن یاترا کے قومی فوائد آگاہ کرنا چاہیے ورنہ یہ ثابت کرنا مشکل نہیں رہے گا کہ وہ واقعی کوئی نیا تاشقند یا شملہ معاہدہ کر آئے ہیں۔

8جولائی کو چیف آف آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف کے فوجی افسران سے خطاب پر نوائے وقت نے 9جولائی کو لکھا۔

آرمی چیف جنرل پرویز مشرف نے گزشتہ روز لاہور اور اوکاڑہ میں کور کمانڈرز گیریژن افسروں اور دیگر سینئر حکام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بھارت اندرونی عدم استحکام اور اپنی فوج کے گرتے ہوئے مورال کے باعث کوئی بھی غیر متوقع اور انتہائی قدم اٹھا سکتا ہے پاکستان امن اور دوستی کا خواہاں ہے مگر ہماری اس خواہش کو کمزوری نہ سمجھا جائے۔ آرمی چیف نے فوجی افسروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنی تیاریوں میں کوئی خلا نہ چھوڑیں اور متحد ہو کر دشمن کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں قوم کسی بھی ہنگامی صورت حال میں فوج کے شانہ بشانہ ہو گی۔ آرمی چیف نے بھارت کے عزائم، سرگرمیوں اور موجودہ سرحدی صورت حال پر جو تبصرہ کیا ہے وہ بڑی حد تک مناسب ہے بھارت اس وقت واقعی اندرونی عدم استحکام کا شکار ہے اور واجپائی حکومت اگلا الیکشن جیتنے کے لئے قوم کے سامنے کوئی لائحہ عمل پیش کرنے میں ناکام رہی ہے کارگل کی صورت حال نے اس کی رہی سہی مقبولیت بھی ختم کر دی ہے اور اس نے جنگی جنون پیدا کر کے جو فوائد حاصل کرنے چاہے تھے وہ بھی تاحال اس کا مقد

نہیں بن سکے۔ بنابریں جس طرح اس نے کارگل کے تنازعہ کو زندگی موت کا مسئلہ بنایا ہے اسی طرح وہ مزید آگے بڑھ کر کوئی بھی غیر متوقع اور انتہائی اقدام کر سکتی ہے۔

یہ محض مفروضہ نہیں بلکہ نواز کلنٹن مشترکہ اعلامیہ جسے اعلان واشنگٹن کا نام دیا جا رہا ہے سامنے آنے کے باوجود وہ امریکی ذرائع ابلاغ کے اس پروپیگنڈے کے باوجود کہ پاکستانی وزیراعظم مجاہدین کی واپسی کا "ٹائم فریم" بھی دے آئے ہیں۔ بھارتی وزیراعظم واجپائی کارگل سے آخری مجاہد کی واپسی تک فوجی کارروائی جاری رکھنے کا اعلان کر رہے ہیں جبکہ بھارتی وزیر داخلہ ایل کے ایڈوانی نے پاکستان سے کارگل کا بدلہ لینے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ گزشتہ روز بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے انتہائی رعونت کے ساتھ یہ کہا تھا پاکستان بھارت کے ساتھ رہنا سیکھے جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ خدانخواستہ نیپال اور بھوٹان کا سٹیٹس قبول کرے۔ ظاہر ہے کہ پاکستان کے عوام، حکومت اور مسلح افواج کے لیے یہ صورت حال قابل قبول نہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ محض حکومت پاکستان کی ایک اپیل پر مقبوضہ جموں و کشمیر کے عوام اور مجاہدین امریکی خواہش کے مطابق اپنی جدوجہد ترک کرنے اور لاحاصل مذاکرات کے منعقد ہونے اور ان کے مشکوک نتائج کا انتظار کریں۔ خدشہ یہ ہے کہ شرق اوسط کی طرح امریکہ نے برصغیر میں بھی ایک نئے فتنے کی بنیاد ڈال دی ہے جس طرح یاسر عرفات کے مجاہدانہ کردار کی نفی کے لئے حماس کو اس کے خلاف کر دیا گیا ہے اور اب فلسطینی مجاہدین اسرائیل کی بجائے یاسر عرفات کی سربراہی میں قائم ہونے والی فلسطینی اتھارٹی کے خلاف سرگرم عمل ہیں اسی طرح مجاہدین کا رخ بھارت کے بجائے اسلام آباد کی طرف کرنے کی سعی کی گئی ہے اب یہ مجاہدین اور حکومت پاکستان کا امتحان ہے کہ وہ اس صورت حال سے کس طرح حکمت و دانش کے ساتھ عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

ماضی کا تجربہ بھی گواہ ہے کہ بھارت نے پاکستان کو کبھی معاف نہیں کیا اور کشمیری

عوام کی حمایت کا مزہ چکھانے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیا۔ 1965ء کا بدلہ اس نے 1971ء میں لیا تھا جبکہ کارگل میں اسے جس ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، وہ ماضی سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ صرف پانچ سو مجاہدین نے چھ سو بھارتی فوجیوں کو ہلاک، سینکڑوں کو زخمی کرنے کے علاوہ 1971 اور 1965ء کی جنگ سے زیادہ گولے بارود کا نقصان کیا ہے، بھارت کے کئی فوجی طیارے اور ہیلی کاپٹر تباہ ہوئے ہیں اور علاقے میں اس کا امیج تباہ ہو گیا ہے، اس لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ محض ہماری امن کی خواہش اور امریکہ کے درمیان میں پڑ جانے سے خوش ہو کر جنگ کا ارادہ ترک کر دے اور کارگل کی شکست کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لے۔ زیادہ سے زیادہ بی جے پی الیکشن جیتنے کا انتظار کرے گی اور حالیہ لڑائی میں فوجی سطح پر اسے جن کمزوریوں کا احساس ہوا ہے اسے دور کرنے کی کوشش کرے گی یہ بھی بعید از قیاس بات نہیں کہ بھارت ماضی کی طرح پاکستان میں ایک بار پھر دہشت گردی اور تخریب کاری کے علاوہ لسانی و نسلی تعصبات کو فروغ دینے کا ہتھیار استعمال کرے۔ یہ پہلو بھی نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے کہ وہ پاکستان میں قائم کشمیری مجاہدین کی تنظیموں کو امریکہ سے دہشت گرد قرار دلوانے کے بعد حکومت پاکستان پر اسی قسم کا دباؤ ڈالے جس طرح اس نے کارگل سے مجاہدین کی واپسی کے سلسلے میں ڈالا اور جو بالآخر ہمیں قبول کرنا پڑا اور اس کے بعد اپنی مرضی کا محاذ کھولے کیونکہ موجودہ صورتحال میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ شملہ معاہدہ اور اعلان لاہور امن کی ضمانت فراہم نہیں کرتے اور امریکہ سے بھی یہ توقع عبث ہے کہ وہ کسی بھی معاملے میں ہمارے اصولی اور اخلاقی موقف کی حمایت کرے یا بھارت کی سرپرستی سے باز رہے۔

ان حالات میں ہمارے لیے واحد آپشن یہی ہے کہ ہم جنگ کی تیاری کریں ہم نے اپنی امن پسندی کا ثبوت دینے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کی جو پالیسی

اپنائی وہ ناکام ہو گئی کسی نے بھی ہماری ان کوششوں کو سراہنا تو درکنار یہ تسلیم کرنا بھی گوارا نہیں کیا کہ ہم واقعی جنگ نہیں چاہتے۔ اس ضمن میں ہماری سفارتی کوششیں بھی جو نیم دلی کے ساتھ شروع کی گئی تھیں ناکامی سے دوچار ہوئیں اس لیے اب کم از کم ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہئے کہ نواز کلنٹن ملاقات کے نتیجے میں چوتھی جنگ کا خطرہ ٹل گیا ہے بھارت اب زخمی سانپ کی طرح مرضی کا محاذ کھولے گا اور اس سے پہلے پاکستان میں انتشار کو ہوا دے گا اس لیے حکومت پاکستان کو مزید وقت ضائع کیے بغیر موجودہ مہلت کو غنیمت تصور کرتے ہوئے جنگ کی تیاری کرنی چاہئے پوری قوم کو جنگ کے خطرے سے آگاہ کر کے اسے اپنے دفاع کے لیے آمادہ کرنا ہی عقلمندی کا تقاضہ ہے۔ وزیر داخلہ چودھری شجاعت حسین اور وزیر اعلیٰ شہباز شریف کو اس طرح کے بیان دے کر قوم کو میٹھی نیند نہیں سلانا چاہئے کہ میاں صاحب نے واشنگٹن جا کر جنگ کا خطرہ ٹال دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے امریکہ کی بات مان کر بھارت کے حوصلے بلند کر دیے ہیں اور جنگ کو مزید قریب کر لیا ہے لہٰذا اب حکومت کو موثر اقدامات میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ اس ضمن میں حکومت کو اتفاق رائے پیدا کرنے کیلیے پیش رفت کرنی چاہئے میاں صاحب اب ملک کی سیاسی جماعتوں کے لیڈروں سے براہ راست رابطہ کر کے انہیں اعتماد میں لیں، جہادی تنظیموں سے رابطے کا فیصلہ صائب ہے انہیں مطمئن کیے بغیر نہ تو مجاہدین کو واپس بلانے کی غلطی کرنی چاہئے اور نہ امریکہ کو ٹائم فریم دینے کی ضرورت ہے۔

سرکاری کنٹرول میں ریڈیو اور ٹی وی کو بھی اب جہاد کشمیر سے اجنبیت کا وطیرہ ترک کر کے ایک ایسی ریاست کے اداروں کا کردار ادا کرنا چاہئے جو حالت جنگ میں ہے بھارتی ذرائع ابلاغ کی طرح پاکستان ذرائع ابلاغ کو بھی مسلسل ایسے پروگرام نشر کرنے چاہئیں جو قوم کے جذبوں کو جلا بخش سکیں اور انہیں اپنے دفاع کا موقع فراہم کر

سکیں۔ سرکاری پالیسیوں اور ترجیحات میں بھی اسی حوالے سے تبدیلی نظر آنی چاہئے
یہ نہ ہو کہ وزیراعظم پھر کرکٹ کھیلنے نکل کھڑے ہوں۔ دورہ واشنگٹن سے ان کے امیج
کو جو دھچکا لگا ہے اس کا احساس انہیں کرنا چاہئے اور کسی غلط فہمی کا ہرگز شکار نہیں ہونا
چاہئے۔ ہماری سیاسی جماعتوں کو بھی اب بھارت کی سیاسی جماعتوں کی طرح اپنا مثبت
کردار ادا کرنا ہوگا یہ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ امریکہ اور بھارت کا سارا دباؤ
حکومت کو برداشت کرنا پڑا اور سیاسی جماعتوں نے اس ضمن میں جلسے جلوسوں کے
ذریعے مجاہدین اور حکومت کو سپورٹ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اب بھی
انہیں محض حکومت دشمنی کا شکار ہونے کے بجائے اس برے وقت میں پاکستان کی
سالمیت اور استحکام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی حکمت عملی وضع کرنی چاہئے
کہ ہم باوقار ذمہ دارانہ انداز میں اس بحران سے عہدہ برا ہو سکیں۔ جنگ سر پر ہے دشمن کا
مقابلہ کرنے کے لئے ہم میں سے ہر شخص کو اپنا فرض اور کردار جذبہ حب الوطنی کے
ساتھ ادا کرنا چاہئے اور ثابت کرنا چاہئے کہ آرمی چیف نے قوم اور فوج کے شانہ بشانہ
کھڑے ہونے کی جو توقع ظاہر کی ہے وہ چنداں غلط نہیں۔

○

10 جولائی کو اخبار لکھتا ہے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت نے کنٹرول لائن کی صورتحال کے متعلق
رونما ہونے والی تازہ ترین عسکری اور سفارتی تبدیلیوں اور اس حوالے سے قومی
مفادات سے مطابق رکھنے والے فیصلوں کے بارے میں پارلیمنٹ اور اپوزیشن جماعتوں
کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ کیا ہے اس ضمن میں جلد ہی طریقہ کار وضع کر لیا جائے گا۔
اعلان واشنگٹن سے قومی سطح پر ابہام اور مایوسی کی جو کیفیت پیدا ہوئی ہے اس سے ملک و

قوم کو نکالنے اور امریکہ و بھارت کی طرف سے کئے جانے والے یکطرفہ پروپیگنڈے کا
توڑ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قوم کے سامنے حالات کی صحیح تصویر من و عن پیش
کی جائے اور حکومت آئندہ جو کچھ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اس کے بارے میں بھی تمام
قابل ذکر سیاسی و مذہبی جماعتوں کے علاوہ عوام میں اثر و رسوخ رکھنے والے طبقات کی
رائے لی جائے۔ جمہوری ممالک میں پارلیمنٹ ہی مشاورت اور فیصلوں کا فورم ہوتا ہے
لیکن ہمارے ہاں چودھویں ترمیم اور شخصیت پرستی کے کلچر کی وجہ سے پارلیمنٹ اپنا
کردار قائدانہ انداز میں ادا نہیں کر سکی اور ہمارے حکمرانوں نے بھی اس سپریم
جمہوری ادارے کا وہ مقام بنانے اور تسلیم کرنے پر کبھی آمادگی ظاہر نہیں کی جو اس کا
طرۂ امتیاز ہے۔

اس بنا پر یہ ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ میاں صاحب نہ صرف پارلیمنٹ کو
اعتماد میں لیں بلکہ پارلیمنٹ سے باہر کی تمام سیاسی و مذہبی قوتوں سے بھی رابطہ کریں اور
انہیں تمام صورتحال سے کسی ذہنی تحفظ کے بغیر آگاہ کریں، ریڈیو، ٹی وی پر خطاب کا
اعلان تو ہو چکا ہے اور وفاقی کابینہ کے علاوہ کابینہ کی دفاعی کمیٹی کے اجلاس بھی منعقد
کئے جا چکے ہیں جہاں امید ہے کہ میاں صاحب نے اپنے دورہ واشنگٹن و لندن کی روداد
بے کم و کاست بیان کرنے کے علاوہ اپنے ساتھیوں اور فوجی قیادت سے بامقصد
مشاورت کی ہو گی۔ پہلے بھارت یہ پروپیگنڈا کرتا رہا کہ کارگل کا تنازعہ نواز شریف کے
بجائے فوج کا پیدا کردہ ہے اب ایک امریکی عہدیدار نے یہ درفنطنی چھوڑی ہے کہ
موجودہ صورتحال کی وجہ سے دو میں سے ایک اہم شخصیت کو جانا ہی ہے جس کا مطلب
واضح ہے کہ یہ عناصر پاکستانی ہیئت مقتدرہ میں شکوک و شبہات کی فضا پیدا کر کے اپنے
مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ موجودہ حکومت نے
مختلف حلقوں کی طرف سے بار بار مطالبے کے باوجود مشاورت کا دائرہ وسیع کرنے کی

ضرورت کبھی محسوس نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ میاں صاحب واشنگٹن ر
ہونے سے قبل جس حد تک ممکن تھا مشورہ کر کے گئے مگر تاثر یہی ابھرا کہ فرد واحد
اپنی صوابدید کے مطابق جو چاہا کر لیا۔ اگر واشنگٹن جانے سے قبل وسیع تر مشاور
اہتمام کر لیا جاتا تو شاید میاں صاحب کی وطن واپسی پر انتظامیہ کو ائرپورٹ پر کرفی
سی کیفیت پیدا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

موجودہ حالات میں قومی سطح پر جس اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے اس کا احسا
حکومت کے علاوہ اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے سیاستدانوں اور معاشرے کے د
طبقات کو بھی کرنا ہوگا اگر تاجر اور صنعتکار ٹیکس دینے کے لئے تیار نہ ہوں، جن لوگو
نے بنکوں اور مالیاتی اداروں سے کروڑوں بلکہ اربوں روپے کے قرضے لے رکھے
اگر وہ انہیں واپس کرنے سے کتراتے ہوں اور حکومت بھی عزم سے محروم ہونے
وجہ سے ان کی وصولی میں ناکام چلی آرہی ہو، سرکاری میڈیا غیر ضروری اور لا
پروگراموں پر وقت ضائع کر رہا ہو اور قوم کو حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ
کیا گیا ہو تو اکیلی حکومت بھارتی اشتعال انگیزی، عالمی دباؤ اور سرحدی صورت حال
نمٹنے میں کس حد تک کامیاب ہو سکتی ہے۔ بنا بریں حکومتی کوتاہی اپنی جگہ مگر ا
طرح دوسرے طبقات کی ذمہ داری بھی کم نہیں اور انہیں جذبہ حب الوطنی سے
ذمہ داری ادا کرنی چاہئے۔

اس وقت محض حکومت کے خلاف جذباتی فضا پیدا کر کے قومی مفادات کا تحف
نہیں کیا جا سکتا اگرچہ اس سے سرزد ہونے والی غلطیوں پر تنقید بھی ہونی چاہئے اور ا
کا احتساب بھی لیکن قومی اتحاد و یکجہتی کے جذبے کو گزند بھی نہیں پہنچنی چاہئے او
جمہوری نظام کے لئے خطرات کو دعوت دینا بھی مناسب نہیں جو ظاہر ہے کہ انتشار
افراتفری کی صورت میں بڑھ جائیں گے۔ حکومت کو بھی ریاستی اداروں کو ساتھ۔

چلنا چاہئے اور حکومت و فوج کے مابین تفریق پیدا کرنے کی امریکی و بھارتی کوششوں
ے مضمرات کو سمجھنا چاہئے۔ حکومت کی طرف سے ایسا کوئی اقدام جس سے تفریق کا
ثر ابھرے قوم و ملک کے لئے سخت نقصان دہ ہوگا۔

جو حلقے اعلان واشنگٹن سے جنگ کے خطرات ٹلنے کا تاثر دے رہے ہیں وہ سخت
لطی پر ہیں اور برہمن ذہنیت سے ناواقفیت کا ثبوت دے رہے ہیں حکومت کو اس کے
ر میں گرفتار ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے کہ واقعی جنگ ٹل گئی ہے
ور امریکہ مسئلہ کشمیر حل کرانے میں سنجیدہ ہو گیا ہے۔ مسئلہ کشمیر جب بھی حل ہوگا
ہم اپنے قوت بازو سے یا بالا دست فریق کے طور پر مذاکرات کی میز پر حل کرائیں
گے۔ پاکستان کوئی فرد بھی جنگ نہیں چاہتا اور ہر شخص جنگ کی تباہ کاریوں سے واقف
ہے لیکن وہ جنگ سے خوفزدہ ہو کر اپنے مفادات، آزادی اور سلامتی پر سودے بازی
کرنے کیلئے بھی تیار نہیں۔ اگر بھارت خدانخواستہ جنگ مسلط کر دے تو ہر محب پاکستانی
اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہے جیسا کہ بی بی سی نے اپنی رپورٹ میں
بتایا ہے کہ عام شہری جنگ سے خوفزدہ نہیں البتہ بزدل دانشوروں اور سیاسی تجزیہ
نگاروں کی بات اور ہے جو محض اپنے مفادات کو خطرے میں دیکھ کر ایسے امن کی دہائی
ے رہے ہیں جو ہماری غیرت اور حمیت کا جنازہ نکال دے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت نے مجاہدین پر دباؤ نہ ڈالنے کا فیصلہ کیا ہے
ر حکومت امریکی دباؤ کو ٹال کر اس فیصلے پر قائم رہ سکے تو یہ صائب ترین فیصلہ ہے
باہدین پر واپسی کے لئے دباؤ ڈالنا جہاد کشمیر کے لئے سم قاتل ہے اور اس طرح نہ
رف پچاس سالہ جدوجہد کو سخت نقصان پہنچے گا بلکہ پاکستان بھی کسی قسم کے خطرات
یں مبتلا ہو سکتا ہے بھارت کے حوصلے بڑھ جائیں گیا اور وہ نت نئی شرائط پیش کر کے
نہیں امریکہ کے ذریعے منوانے کی بھرپور کوشش کرے گا اس لئے حکومت کو اب

اعلان واشنگٹن کے فضائل بیان کرنے اور قوم کو امن کی لوری سنانے کے بجائے پ
توجہ قوم کو ساتھ لے کر چلنے، اسے نادیدہ جنگ کے لئے تیار کرنے اور پاکستان کو مـ
وخوشحال بنانے پر مبذول کرنی چاہئے اور یہ کام قومی اتفاق رائے کے ساتھ ہی مـ
ہے اس ضمن میں حکومت سازگار فضا پیدا کرنے کیلئے جو اقدامات کرسکتی ہے فوری
پر کرے اور یہ تاثر دور کرے کہ وہ بیرونی کے علاوہ اندرونی سطح پر بھی تنہائی کا شکار
اس کی وجہ سے کمزوری سے دوچار ہے۔ وزیراعظم کو قوم سے خطاب میں ان اقداما
کا اعلان کرنا چاہئے جو وہ اس ضمن میں کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہیں واضح الفاظ
قوم کو یہ یقین دہانی کرانی چاہئے کہ وہ اپنے سابقہ دعوؤں کے مطابق قومی مفادات
حوالے سے کسی بھی طاقت سے کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے اور قوم کے اعتماد پر
اتریں گے۔

حکومت کی طرف سے مجاہدین کو اپنی پوزیشنیں چھوڑ کر واپس آ جانے کی اپیل
نے پاکستان میں ایک فکری اور ذہنی انتشار پیدا کر دیا اور خصوصاً محب وطن پاکستانیوں
نے اس پر اپنا سر پیٹ لیا۔ اس مرحلے پر ضرورت تھی کہ حقائق کا ادراک کرنے کے
بعد جذبات کے بجائے عقل سے کام لیا جائے۔ 11 جولائی کو نوائے وقت نے لکھا۔

کابینہ کی دفاعی کمیٹی نے ملکی دفاع کے لئے قربانیاں پیش کرنے والوں کو سلام اور
مجاہدین کشمیر کو ان کے جرات مندانہ اقدامات پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فیصلہ
کیا ہے کہ پاکستان مجاہدین سے اپیل کرے گا کہ وہ کارگل کا مسئلہ حل کرنے میں مدد دیں
تاکہ بین الاقوامی برادری کشمیری عوام کو ان کا حق خودارادیت دلانے اور جنوبی ایشیا
میں امن واستحکام کے فروغ میں اپنا فعال کردار ادا کرسکے۔ اعلان واشنگٹن اور نواز کلنٹن
مذاکرات کی روشنی میں حکومت پاکستان نے مجاہدین سے کارگل خالی کر دینے کی جو اپیل
کی ہے وہ اس کی سفارتی مجبوری ہے اس امر سے قطع نظر کہ حکومت کا یہ اقدام درست
ہے یا غلط زمینی حقیقت یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے امریکہ کی طرف سے ملنے والی
بعض یقین دہانیوں کے عوض کارگل کا مسئلہ یکطرفہ طور پر حل کرنے کی ذمہ داری
قبول کی ہے اور اس بنا پر امریکہ بار بار اس رائے کا اظہار کر رہا ہے کہ نواز شریف کارگل

سے مجاہدین کی واپسی کا وعدہ پورا کریں گے۔

یہ فیصلہ کرنا اب مجاہدین کا کام ہے کہ وہ اس اپیل پر کان دھرتے ہیں یا نہیں حکومت کے اس وعدے کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں کہ کارگل میں مجاہدین کی کارروائی کا مقصد حاصل کر لیا گیا ہے اور مسئلہ کشمیر عالمی سطح پر اجاگر ہو گیا ہے۔ اس ضمن میں مجاہدین کو جہاں پاکستان کی سفارتی مجبوریوں اور سلامتی کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہو گا وہاں وہ جہاد کشمیر کے مستقبل کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے وہ کسی ایسے اقدام پر آمادہ نہیں ہو سکتے جس کے نتیجے میں اندرون کشمیر داخلی جدوجہد اور مجاہدین کی سرفروشانہ سرگرمیوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور دس سالہ جہاد کے ثمرات ضائع ہو جائیں۔ کشمیر عوام کو جدوجہد کا حق اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے دیا ہے اور وہ اپنے حق خود ارادیت کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے، انہیں یہ بھی دیکھنا ہو گا برسات اور برفباری کا موسم شروع ہونے کے بعد وہ کتنا عرصہ ان چوٹیوں پر قبضہ برقرار رکھ سکتے ہیں اور پاکستان پر پڑنے والے عالمی دباؤ کو جو اثر ان پر پڑ سکتا ہے اس سے عہدہ برا ہونے کی کیا صورت ہو گی۔ کارگل، دراس اور بٹالک میں کامیابیوں سے مجاہدین کی جو نفسیاتی برتری حاصل ہوئی اور بھارتی فوج کے نہ صرف حوصلے پست ہوئے بلکہ اندرون کشمیر عوام کو بھی روشنی کی کرن نظر آئی پاکستان کی سیاسی اور فوجی قیادت کو اسے بھی پیش نظر رکھنا ہو گا تاکہ کشمیری عوام کی سیاسی اور مسلح جدوجہد کو ریورس گیئر نہ لگنے پائے اور جن لوگوں نے کھل کر مجاہدین کا ساتھ دیا ہے انہیں اپنے کسی فیصلے پر پچھتانا نہ پڑے کیونکہ خدانخواستہ اگر ایسی صورتحال پیدا ہوئی تو جموں و کشمیر میں ان قوتوں کی حوصلہ افزائی ہو گی جو پہلے ہی پاکستان مخالف پروپیگنڈے میں مصروف ہیں اور کشمیری عوام کو الحاق کے بجائے خود مختار کشمیر کی راہ دکھاتی رہتی ہیں۔ لہٰذا حکومت پاکستان نے مجاہدین سے اپیل کر کے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب مزید دبا

ڈال کر خواہ مخواہ کوئی مصیبت اپنے گلے میں ڈالنا مناسب نہیں ہو گا اور پاکستان کے لئے قربانیاں دینے والے پرجوش مجاہدین کو خواہ مخواہ اپنے خلاف کر لینے کی غلطی نہیں کرے گی۔ آخری فیصلہ کرنے کا موقع مجاہدین کو دیں۔

امریکہ بہادر کے بارے میں حکومت کو خواہ مخواہ کسی غلط یا خوش فہمی کا شکار ہو کر ایسا کوئی اقدام نہیں کر بیٹھنا چاہئے جو ملک کے وسیع تر مفادات سے متصادم اور حکومت کی اپنی ساکھ اور مقبولیت کے لئے تباہ کن ہو۔ ماضی میں امریکہ کی طرف سے مسئلہ کشمیر کے بارے میں کرائی گئی یقین دہانیوں کا کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلا ویسے بھی یہ سیدھی سی بات ہے کہ اگر امریکہ اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عملدرآمد میں سنجیدہ نہیں جنہیں بھارت بھی مان چکا ہے تو وہ اس یقین دہانی کے سلسلے میں کیونکر سنجیدگی دکھا سکتا ہے۔ جو امریکی صدر نے نجی حیثیت میں نواز شریف کو کرائی ہے اور جسے بھارت کسی صورت میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یہ سوال بھی اٹھا ہے کہ جس بھارت نے کارگل میں 1971ء سے زیادہ فوجی مروانا گوارا کیا ہے لیکن مجاہدین کی موجودگی برداشت نہیں کی وہ پورے کشمیر کو مجاہدین کے حوالے کرنے پر کیسے آمادہ ہو گا اور امریکہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ کارگل کے بدلے پورا کشمیر پاکستان یا کشمیری عوام کو لے کر دے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی خفیہ یقین دہانی کی بنا پر بھارت بھی امریکہ کی ثالثی قبول کر لے اور امریکہ اپنے عالمی و علاقائی مفادات کے عین مطابق مسئلہ کشمیر کا کوئی ایسا حل مسلط کرنے پر اصرار کرے جو پاکستان و کشمیری عوام سے زیادہ بھارت کے لئے قابل قبول ہو۔ بنابریں ہمیں نہ صرف بھارت کے عزائم سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے بلکہ امریکی دلچسپی کے ضمن میں بھی محتاط رہنا ہو گا۔ کارگل سے مجاہدین کی واپسی کے بعد امریکہ اندرون پاکستان جہادی تنظیموں اور مجاہدین کے کیمپوں کے بارے میں کوئی نیا ناروا مطالبہ منوانے کی کوشش کر سکتا ہے کیونکہ جہاد سے الرجک

امریکہ سے ہر وہ اقدام متوقع ہے جو نیوکلیئر اسلامی ریاست کو عدم استحکام اور انتشار سے دوچار کر دے۔

امریکہ کارگل سے فارغ ہونے کے بعد ایٹمی پروگرام کی طرف بھی متوجہ ہوگا اور پاکستان کا ایٹمی ڈنک نکالنے کے لئے پہلے اقدام کے طور پر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرانے کی کوشش کرے گا۔ اسے ہماری کمزوریوں کا احساس ہو گیا ہے اس لئے وہ ان سے ہر ممکن فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا اس لئے حکومت کو اب یہ طے کرنا ہوگا کہ کارگل سے واپسی آخری واپسی ہے اور ہم نے 28 مئی 1998ء کو اپنے لئے جس مقام کا تعین کیا تھا اس سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ امن کی خواہش میں ہمیں کمزوری کا شکار نہیں ہو جانا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ اعلان واشنگٹن سے ہمیں جو مہلت ملی ہے اس کا بھرپور فائدہ اٹھائیں وزیراعظم قومی اسمبلی اور قوم سے خطاب کرنے والے ہیں وہ یقیناً قوم کو اعتماد میں بھی لیں گے اور مستقبل کے لائحہ عمل سے بھی آگاہ کریں گے۔ اگر ہم نے 28 مئی کے بعد ان تقاضوں کی تکمیل کی ہوتی جو ایک ایٹمی قوم بننے کا لازمی نتیجہ ہیں تو شاید ہمیں اس ناخوشگوار صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ تاہم اب بھی ہمیں کوئی سبق سیکھنا چاہئے اور نہ صرف اپنے دفاع کو مضبوط بنانے کے لئے روایتی ہتھیاروں کا قابل قدر ذخیرہ جمع کرنا چاہئے بلکہ اقتصادی و معاشی شعبے میں بھی خود کفالت اور خود انحصاری کو منزل مقصود قرار دے کر ہر ممکن سعی کرنی چاہئے۔ امریکہ سے تو اب دفاعی سازوسامان نہیں مل سکتا اس لئے ہمیں دوسری اسلحہ فروش قوتوں سے رجوع کرنا چاہئے تاہم اس ضمن میں نیوکلیئر پروگرام پر کوئی دباؤ قبول نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اگر ہم نیوکلیئر قوت نہ ہوتے تو بھارت کی جارحیت سے نہیں بچ سکتے تھے۔ اب ہمارے حکمرانوں کو یہ سمجھ کر کہ جنگ ٹل گئی ہے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ نہیں رہنا چاہئے اور نہ پہلے کی طرح بھارت سے تجارت اور

ثقافتی روابط کی راہ پر چل پڑنے کا کوئی جواز ہے۔ بھارت نے ثابت کیا ہے کہ وہ ہمارا دشمن ہے اور وہ کسی حالت میں بھی ہمارا دوست نہیں بن سکتا۔ اس لئے اسے دشمن سمجھ کر اس سے نمٹنے کی تیاری کرنی چاہئے۔ اگر میاں صاحب نے امریکی خواہش کے مطابق بھارت سے دوستی اور تجارت کے راستے پر چلنے کی کوشش کی تو اس کا شدید ردعمل ہوگا اور عوامی مایوسی میں اضافہ ہوگا۔ بھارت بھی شاید کارگل کا زخم کبھی نہ بھول پائے اس لئے ہر سطح پر حکمت و تدبر کا مظاہرہ ہونا چاہئے اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جو عوام کے جذبات واحساسات کو برانگیختہ کرنے کا موجب بن جائے وزیر خارجہ سرتاج عزیز نے درست کہا ہے کہ مجاہدین ایسی اپیل پر کان دھرنے سے پہلے بھارت کا عمل دیکھیں اگر وہ مفاہمانہ طرز عمل اختیار نہیں کرتا تو حکومت کو کیا پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ کشمیری عوام، مجاہدین اور پاکستان کے عوام کے منفی ردعمل کی راہ ہموار کرے۔

○

وفاقی کابینہ کے اجلاس کے بعد جاری کئے جانے والے بیان میں کہا گیا ہے کہ "مجاہدین نے کارگل کی صورتحال کے حل میں مدد کی، حکومتی اپیل کا مثبت جواب دیا ہے۔" اس سے پہلے وفاقی کابینہ نے اپنے اجلاس میں نواز کلنٹن مشترکہ اعلامیہ کی توثیق کر دی ہے اور قرار دیا ہے کہ یہ اعلامیہ پاکستان کے اہم مفادات بالخصوص مسئلہ کشمیر پر اس کے موقف کو فروغ اور تحفظ دیتا ہے اور یہ خطہ میں امن کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ نواز کلنٹن مشترکہ اعلامیہ پاکستان کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے یا نہیں اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت اور مورخ کرے گا کیونکہ اس ملاقات کے بعد امریکہ کے عہدیدار اعلامیہ کی جو تعبیر و تشریح کر رہے ہیں اور امریکی میڈیا جس قسم کے تبصرے و تجزیئے شائع کر رہا ہے ان سے ہرگز اس تاثر کی تصدیق نہیں ہوتی۔ آج کے اخبارات

میں بعض امریکی عہدیداروں کا یہ دعویٰ شائع ہوا ہے کہ 5 جولائی کو وزیراعظم نواز شریف کی ناشتے کی میز پر صدر کلنٹن کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی بلکہ یہ فوٹو سیشن تھا جس میں وزیراعظم پاکستان کے اہل خانہ شریک ہوئے اور اس موقع پر امریکی عہدیداروں کی بریفنگ کے حوالے سے کلنٹن نے کوئی معذرت بھی نہیں کی۔ پاکستان میں شائع ہونے والی ان اطلاعات کی بھی تردید کی گئی ہے کہ وزیراعظم نواز شریف اور دفتر خارجہ کی کوششوں سے اعلامیہ میں ردوبدل کیا گیا۔

امریکی اخبارات نے اب یہ بھی لکھنا شروع کر دیا ہے کہ نواز شریف کلنٹن سے کئے گئے وعدے پورے کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ انتہائی طاقتور ہیں۔ انہوں نے عدلیہ، فوج اور صحافت کو قابو میں رکھا ہوا ہے کسی پاکستانی لیڈر نے اب تک فوج کو کنٹرول کیا ہے تو وہ نواز شریف ہیں۔ جن امریکی اخبارات میں "روگ آرمی" (بدمعاش فوج) کے بھارتی اشتہارات شائع ہوئے ہیں ان میں نواز شریف کے فوج پر قابو پانے کی بات کا اس کے علاوہ کوئی مفہوم نہیں کہ امریکی انتظامیہ اور ذرائع ابلاغ کثیر المقاصد حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔ وہ حکومت اور فوج یا دوسرے الفاظ میں نواز شریف اور پرویز مشرف کے مابین غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مجاہدین اور کشمیری عوام کو پاکستان سے بدظن کرنے کے درپے ہیں اور نواز کلنٹن ملاقات کے حوالے سے حکومت پاکستان کے تمام دعوؤں کی نفی کر کے نواز شریف کا امیج پاکستان عوام کی نظروں میں تباہ کرنا چاہتے ہیں اس کے باوجود اگر وفاقی کابینہ کو صدر کلنٹن اور امریکہ سے خوش کن توقعات وابستہ ہیں تو اس کے بارے میں وہی جانتی ہے۔ بہرحال پاکستان کے عوام بحیثیت مجموعی اس صورتحال سے خوش نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ عوام کی اجتماعی بصیرت نے کبھی غلطی نہیں کی قوم بحیثیت مجموعی نہ تو کبھی غلط سوچتی اور نہ غلط فیصلہ کرتی ہے، مسئلہ قیام پاکستان کا ہو یا استحکام پاکستان کا، اب اگر وہ اعلان واشنگٹن پر

مایوس ہے تو یہ حکومت کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ اسے زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھنا چاہیئے۔

جہاں تک وفاقی کابینہ کی طرف سے دیئے گئے اس تاثر کا تعلق ہے کہ مجاہدین نے کارگل سے واپسی کیلئے مثبت جواب دیا ہے تو اس پر اعتبار نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں لیکن مجاہد تنظیموں کی مشترکہ جہد کونسل ابھی تک واپسی نامنظور کا نعرہ لگا رہی ہے اور اس کے ایک ترجمان نے اعلان کیا ہے کہ یہ فیصلہ اتفاق رائے سے ایک اجلاس میں کیا جائے گا جو اتوار کو اسلام آباد میں منعقد ہو رہا ہے۔ ان سطور کی اشاعت تک جہاد کونسل کی طرف سے فیصلے کا اعلان ہو چکا ہو گا۔ بنابریں وفاقی کابینہ اور حکومت کو کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار ہو کر کوئی ایسا اقدام نہیں کر بیٹھنا چاہیئے جس کے مضمرات ملک و قوم کے لئے تباہ کن ہوں۔ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے ہزار بار یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کے اثرات مقبوضہ جموں و کشمیر کے عوام، مجاہدین، جہادی قوتوں، فوج کے مورال اور پاکستان قوم پر کیا مرتب ہوں گے اس غلط فہمی کا شکار بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ امریکہ سارے معاملات خود سنبھال لے گا۔ ایک ہفتہ کے اندر اس کی طرف سے آنے والے سارے سگنلز منفی ہیں وہ پاکستان اور نواز شریف دونوں کو سرنگوں کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا نظر آتا ہے ورنہ وہائٹ ہاؤس اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو نت نئی وضاحتیں جاری کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اعلان واشنگٹن کے بعد امریکہ کا رویہ مزید جارحانہ اور تحکمانہ ہو گیا ہے اور ایک اخباری رپورٹ کے مطابق امریکہ نے سعودی عرب کے وزیر دفاع کی طرف سے پاکستان کے ایٹمی و میزائل تنصیبات کے دورے پر ناراضگی ظاہر کی ہے جو ہماری خودمختاری کے منافی ہے یہ صورتحال پہلے نہیں تھی۔ اس بنا پر وزیراعظم اور ان کے رفقا کو خوب سوچ سمجھ کر فیصلے اور اقدامات کرنے چاہئیں۔

وزیراعظم نے اپنی پارلیمانی پارٹی کے علاوہ اپوزیشن پارٹی کو بھی اعتماد میں لینے کا

فیصلہ کیا ہے۔یقیناً وہاں صحیح صورتحال پیش کی جائے گی اور قوم کے نمائندوں سے کوئی بات بھی چھپانے کی ضرورت نہیں لیکن وزیراعظم قوم سے جو خطاب کرنے والے ہیں اس میں بھی نہ صرف حقیقت پسندی اور دوربینی کا مظاہرہ ہونا چاہئے بلکہ نتائج و عواقب کا اندازہ لگا کر حقائق پیش کرنے چاہئیں۔ حکمران جن بیرونی طاقتوں کے سامنے اچھا بننا چاہتے ہیں وہ نہ تو پاکستان کی خیر خواہ ہیں اور نہ ایک نیوکلیئر اسلامی ریاست کے آزادانہ وخود مختارانہ کردار کو پسند کرتی ہیں۔ اعلان واشنگٹن کے بعد بھارت کے حوصلے بلند ہوئے ہیں اور اس نے بڑھ چڑھ کر نہ صرف بیانات دینا شروع کر دیئے ہیں بلکہ بٹالک، دراس اور کارگل کے علاوہ کنٹرول لائن کے دوسرے مقامات پر جارحانہ کارروائیاں تیز کر دی ہیں۔ واجپائی، ایڈوانی اور جسونت اینڈ کو کی بک بک میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کنٹرول لائن پر بھارت کی بدترین گولہ باری سے ۱۶ سے ۲۲ تک بے گناہ افراد شہید ہو گئے ہیں۔ زخمیوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ جان بوجھ کر جائیدادیں پیوت زمین کی جاری ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان واشنگٹن یکطرفہ طور پر صرف پاکستان کیلئے ہے اس کا کوئی تعلق بھارت کی کارروائیوں سے نہیں۔ اگر مجاہدین پاکستان کی اپیل پر کان دھریں اور واپسی کا فیصلہ کریں تو بھارت کی جانب سے سیز فائر کا کوئی امکان نہیں اور وہ اپنے دعوے اور مطالبہ کے مطابق آخری مجاہد کی واپسی تک کارروائیاں جاری رکھے گی۔ یہ کنٹرول لائن کے اس پار کشمیری عوام کو بھیڑیئے کے آگے ہاتھ باندھ کر ڈالنے والی بات ہے جس کے مضمرات کا حکومت اور نواز شریف کو احساس کرنا چاہئے اور قوم سے خطاب میں ان سوالات کا جواب دینا چاہئے جو اس حوالے سے قوم کے لبوں پر مچل رہے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ کابینہ کی دفاعی کمیٹی اور وفاقی کابینہ کی طرف سے اپیل کے بعد اب مجاہدین پر مزید دباؤ نہ ڈالا جائے، جنگ ابھی ٹلی نہیں، سر پر کھڑی ہے۔ پاک فوج کو بھی کوئی ایسی ہدایت جاری نہ کی جائے جو جوانوں کے

حوصلوں پر منفی اثر ڈالے تاکہ امریکی و بھارتی حکومت اور فوج کے مابین اختلافات پیدا کرنے کی جو کوششیں کر رہے ہیں وہ ناکامی سے دوچار ہوں اور ہم بدترین صورتحال میں بھی اپنی آزادی، سلامتی اور قومی مفادات کا تحفظ بطریق احسن کر سکیں۔ احتیاط کے تمام تقاضے ملحوظ رکھ کر ہی ہم کارگل کے بحران سے بخیر و عافیت نکل سکتے ہیں۔

مجاہدین کی واپسی کے فیصلے کو حکومت نے گو کہ اپنی سفارتی کامیابی کی آڑ میں چھپا جاہا لیکن تاریخ کے اس بے رحمانہ مذاق کو ملک کے سنجیدہ حلقوں نے ہضم نہیں کیا او نوائے وقت نے 13 جولائی کو لکھا۔

وزیر خارجہ سرتاج عزیز نے گذشتہ روز دفتر خارجہ میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان فوجی حکام کے رابطوں کے نتیجے میں کارگل سیکٹر سے مجاہدین کی واپسی شروع ہو گئی ہے اور فریقین کے مابین جنگی کارروائیاں بند کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ دونوں ممالک کے ڈائریکٹر جنرلز ملٹری آپریشن کی ملاقات میں طے پایا ہے کہ کارگل کے ہر سیکٹر پر بتدریج ہوائی اور زمینی حملے بند کر دیئے جائیں گے تاکہ مجاہدین کی واپسی میں سہولت فراہم کی جا سکے۔ فوجی حکام کی ملاقاتوں میں کیا طے پایا ہے اور مجاہدین نے ان تجاویز کو قبول کرتے ہوئے واپسی پر آمادگی ظاہر کر دی ہے یا نہیں، اس کا اندازہ اگلے چند روز میں ہو جائے گا۔ یہ بہر حال تاریخ کا بے رحمانہ مذاق ہو گا کہ جن کشمیری عوام کی حق خودارادیت کیلئے جدوجہد کو اقوام متحدہ نے تسلیم کیا ہے، ان کے قابل فخر مجاہد فرزندوں کو اپنی دھرتی چھوڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور اقوام متحدہ کے پردے میں امریکی مبصرین یہ معائنہ

رنے آرہے ہیں کہ مجاہدین نے واقعی کارگل کے مورچے خالی کر دیئے ہیں اور بدقسمتی سے پاکستان اس میں ایک فریق ہے۔ جنگوں اور جھڑپوں میں فوج کی واپسی کے معاہدے تو ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن آزادی کے مجاہدین کو ایک ایسے سمجھوتے کے ذریعے جس میں نہ تو کشمیری عوام کے نمائندے اور مجاہدین شریک ہیں اور نہ جن کی ضمانت اقوام متحدہ یا کسی دوسرے ملک نے دی ہے، اپنے مورچے چھوڑنے کی ہدایت و توقع کی جا رہی ہے۔

اگرچہ وزیر خارجہ نے مجاہدین کی دلیرانہ کارروائیوں کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ پورے کشمیر میں جہاں چاہیں جا سکتے ہیں لیکن یہ محض شلجموں سے مٹی جھاڑنے کے مترادف دعویٰ ہے۔ جس بھارت نے امریکہ کے زیرسایہ ان مجاہدین کی کارگل میں موجودگی کو تسلیم اور برداشت نہیں کیا اور انہیں وہاں سے نکالنے کیلئے بھارتی فوجی مشینری لا کھڑی کی ہے وہ انہیں جموں و کشمیر کے کسی دوسرے علاقے میں جا کر اپنی کارروائیاں جاری رکھنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ حکومت اس طرح کے بیانات دیکر خود ہی نشانہ تضحیک بن رہی ہے۔ جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ سیدھی سی بات ہے جسے ہزار پردوں میں چھپانے کی کوشش ہو رہی ہے کہ پاکستان نے امریکی اور بھارتی دباؤ قبول کر کے کارگل، دراس اور بٹالک میں پسپائی کا فیصلہ کیا ہے اور اس پر یکطرفہ طور پر عملدرآمد کا آغاز بھی کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ بھارتی فوج کے ترجمان میجر جے جے سنگھ ایسی کسی فائربندی سے انکار کر رہے ہیں۔ جہاں تک مجاہدین کا تعلق ہے تو ابھی تک کسی بھی جہادی تنظیم نے حکومت کی اس اپیل پر نہ تو مثبت ردعمل ظاہر کیا ہے اور نہ فوجی کمانڈروں کے کسی اجلاس سے سروکار رکھا ہے وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مجاہدین گزشتہ دس برس سے حالت جنگ میں ہیں، وہ نہ تو کنٹرول لائن کو مانتے ہیں اور نہ کسی معاہدے میں فریق ہیں۔ ان سطور کی اشاعت تک وزیراعظم کے خطاب

کی تفصیلات سامنے آ چکی ہونگی اور ان سے اندازہ ہو گا کہ حکومت نے موجو
صورتحال سے عہدہ بر آ ہونے، مسئلہ کشمیر مذاکرات کے ذریعے حل کرانے اور جمو
وکشمیر میں جہاد جاری رکھنے کے علاوہ پاک فوج کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے
اقدامات کئے ہیں؟

پاکستان نے تو اپنی طرف سے جو واحد اقدام کرنا تھا، وہ کر لیا ہے اور اس کے عوض
حکومت کو ہر سطح پر مخالفت، پریشانی اور طعن و تشنیع کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے۔ اب
دیکھنا یہ ہے کہ حکومت نے اعلان واشنگٹن سے جو توقعات وابستہ کی ہیں، وہ کس حد تک
پوری ہوتی ہیں؟ کیا واقعی مسئلہ کشمیر بین الاقوامی حیثیت اختیار کرتا ہے اور کلنٹن اسے
حل کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں؟ یا ماضی کی طرح یہ بھی امریکہ کا وعدہ فردا اور ہمار
خوش فہمی ہے۔ کارگل سے پسپائی کے بعد قومی سطح پر جو بددلی نظر آتی ہے، اسے دو
کرنے کیلئے بھی حکومت کو موثر اور مثبت اقدامات کرنے ہونگے اور اس ضمن میں ٹی
وی اور ریڈیو کو اپنا فرض ادا کرنا ہو گا۔ یہ تو حقیقت ہے کہ نہ تو بھارت پاکستان کے
خلاف نفسیاتی جنگ بند کرے گا اور نہ اخباری اعلانات کے مطابق کم سے کم مجاہدین کے
تین بڑے گروہ امریکہ کی یقین دہانیوں پر اعتماد کرتے ہوئے مورچے چھوڑ رہے ہیں۔
کارگل کے علاوہ بھی کئی مقامات ایسے ہیں جہاں وہ بدستور جہاد جاری رکھ کر بھارت کو
بتائیں گے کہ مسئلہ کشمیر حل کئے بغیر وہ اپنی جان نہیں چھڑا سکتا۔ حکومت دعویٰ کر
رہی ہے کہ اس نے کارگل کے ذریعے محدود مقصد حاصل کر لیا ہے تو اسے یہ بھی بتانا
ہو گا کہ جس طرح بھارت نے کارگل خالی کرانے کا مقصد حاصل کیا ہے، اس کے
عوض حکومت کو خالی خولی یقین دہانیوں کے علاوہ بھی کچھ حاصل ہوا ہے یا نہیں؟
بھارت نے بالفرض زمینی اور فضائی حملے بند کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے، وہ محض
کارگل، دراس اور بٹالک تک محدود ہے یا اس کا اطلاق کنٹرول لائن کے دیگر مقامات

مثلاً چھمپ، عباس، بچیال، سماہنی، اٹھمقام اور وادی نیلم پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ جہاں
بھارت نے عرصہ دراز سے شہری آبادی کا جینا حرام کر رکھا ہے، اور گذشتہ روز بھی
بھارتی فائرنگ سے ڈیڑھ درجن افراد شہید ہوئے ہیں، حکومت کو اس بارے میں بھی
قوم اور آزاد کشمیر کے عوام کو اعتماد میں لینا چاہئے۔ کیونکہ اگر کنٹرول لائن کے اس پر
امن ہو جاتا ہے اور آزاد کشمیر میں حالات پہلے کی طرح خراب رہتے ہیں، جان ومال کا
نقصان جاری رہتا ہے تو اعلان واشنگٹن اور فوجی حکام میں ہونے والی مفاہمت کا کیا
فائدہ؟ اور حکومت اپنے عوام کو کس طرح مطمئن کریگی؟ اس لئے وزیر خارجہ اور
دوسرے وزراء کرام کو اعلانات کرتے ہوئے احتیاط کے سارے تقاضے ملحوظ رکھنے
چاہئیں اور ایسے دعوے نہیں کرنے چاہئیں، جو چند دنوں بعد بھارت غلط ثابت کر کے
حکمرانوں کے ناقابل رشک صورتحال پیدا کر دے۔ اب حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ
وہ آزاد کشمیر میں شہداء کے خاندانوں کو خون بہا ادا کرے اور ان کی تباہ شدہ جائیدادیں
سرکاری خرچے پر بحال کرے۔ ان کے جان ومال کی حفاظت ان کے فرض منصبی میں
شامل ہے۔ اب اگر وہ اس میں ناکام رہتے ہیں تو ہرجانہ ادا کرنا ان کا فرض بنتا ہے۔

○

عوام کی بے چینی کا نوٹس وزیراعظم نے بھی لیا اور انہوں نے 13 جولائی کو رات
8 بجے قوم سے خطاب کیا وزیراعظم کے اس خطاب کو نوائے وقت نے وزیراعظم کی
تقریر یکطرفہ امن پالیسی کا دفاع کے عنوان سے 14 جولائی کے اداریے میں کیا۔

وزیراعظم نواز شریف نے گذشتہ شب ریڈیو، ٹی وی پر قوم سے خطاب کرتے
ہوئے بھارتی وزیراعظم سے اپیل کی ہے کہ وہ بہتر مستقبل کیلئے مذاکرات کی میز پر
آئیں۔ جنگ سے مسائل میں اضافہ ہوتا ہے، طے نہیں ہوتے۔ وزیراعظم نواز

شریف نے اعلان واشنگٹن اور کارگل سے مجاہدین کی واپسی کے حوالے سے اپنے موقف کے دفاع میں جو نشری تقریر کی، اس کے بارے میں اپوزیشن کا رد عمل تو خیر مخالفت برائے مخالفت کی ذیل میں آتا ہے، لیکن اس پر بیرونی ذرائع ابلاغ نے بھی جو محتاط تبصرہ کیا ہے، وہ یہی ہے کہ وزیراعظم نے اپنی امن کوششوں اور کشمیر پالیسی کا دفاع کرتے ہوئے خود کو ایک بے یارومددگار شخص کے طور پر پیش کیا ہے جس نے شدید بین الاقوامی دباؤ میں آکر بھارت کے ساتھ لائن آف کنٹرول پر بگڑتی ہوئی صورتحال کو ڈی فیوز کرنے کی کوشش کی ہے۔ اعلان واشنگٹن کے بعد قومی سطح پر جو بددلی پیدا ہوئی اور مجاہدین کے علاوہ آل پارٹیز حریت کانفرنس نے اس پر جس منفی رد عمل کا اظہار کیا، اس کے پیش نظر یہ توقع کی جا رہی تھی کہ وزیراعظم قوم کے سامنے اصل صورتحال رکھیں گے اور امریکہ کی طرف سے کرائی گئی کسی مثبت اور موثر یقین دہانی کے بارے میں قوم کو اعتماد میں لیں گے۔ مگر پون گھنٹے کی تقریر میں ایسی کوئی بات نہیں تھی اور اس پر صرف امریکہ نے اطمینان کا اظہار کیا ہے۔

وزیراعظم نے برصغیر میں امن و سلامتی کے حوالے سے اپنی خواہش کا تذکرہ کیا ہے۔ پاکستان کے ہر امن پسند شہری کی خواہش بھی یہی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے گذشتہ باون برسوں میں بھارت نے ہر ممکن کوشش کے ذریعے کشیدگی برقرار رکھی ہے۔ حضرت قائداعظم نے بیماری کی حالت میں لاہور کے گورنر ہاؤس میں اپنے انگریز کمانڈر انچیف کو کشمیر پر چڑھائی کا حکم دیا جس پر اس نے عملدرآمد نہ کیا۔ کشمیری عوام نے خود جنگ کے ذریعے آزاد کشمیر، گلگت، بلتستان اور دیگر شمالی علاقہ جات آزاد کرائے جبکہ پچاس سال تک مذاکرات کا عمل جاری رہنے کے باوجود مسئلہ کشمیر حل ہونا تو درکنار سیاچن بھی پاکستان کے ہاتھ سے نکل گیا اور اب بھی جہاد ہی کی وجہ سے کشمیر فلیش پوائنٹ بنا ہے۔ مذاکرات اور اعلان لاہور کے علاوہ اعلان واشنگٹن نے تو کشمیر اور

پاکستان عوام کو مایوسی اور بے یقینی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ جب تک بھارت بھی امن پسندی کا مظاہرہ نہیں کرتا اور متنازعہ مسائل مذاکرات کے ذریعے حل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا، یکطرفہ طور پر امن اور مذاکرات کے پروپیگنڈے سے نہ تو کشیدگی ختم ہو سکتی ہے اور نہ مسئلہ کشمیر حل ہو سکتا ہے۔ وزیراعظم نے خود تسلیم کیا ہے کہ وہ تو جنگ کو ٹالنے میں لگے ہوئے تھے، مگر بھارت نے کنٹرول لائن پر توپیں لا کھڑی کیں۔ اب بھی صورتحال یہ ہے کہ وزیراعظم نے تو مجاہدین سے واپسی کی اپیل کی ہے اور ان کے بقول مجاہدین کا مثبت رد عمل بھی سامنے آگیا ہے لیکن بھارت کی طرف سے آپریشن وجے جاری رکھنے کا برملا اعلان کیا جا رہا ہے۔ سیز فائر کے نتیجے میں جو پوسٹیں خالی ہوئی ہیں، انہیں بھی بھارت اپنی فتح کا نتیجہ قرار دے رہا ہے اور پاکستان کو بھارت کے ساتھ رہنا سیکھنے کی تلقین بھی کی جا رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سارے اقدامات اور اپیلیں یکطرفہ ہیں اور یہ بھارت کی مرضی پر ہے کہ وہ ان پر مثبت رد عمل ظاہر کرے یا مذاکرات بھی اسی طرح اپنی شرائط پر کرے جس طرح اس نے کارگل کا مسئلہ اپنی مرضی کے مطابق مجاہدین کے غیر مشروط انخلا کی صورت میں حل کرانے کی کوشش کی ہے۔

جہاں تک ایک بڑی جنگ کو ٹالنے کی بات ہے تو یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ جنگ کا خطرہ مزید بڑھ گیا ہے۔ اعلان واشنگٹن سے ایک ایسی فوج کے حوصلے بلند ہوئے ہیں جسے صرف چار سو مجاہدین نے دو ماہ تک پریشان رکھا۔ بھاری ہتھیاروں اور گولہ بارود کی افراط کے باوجود قریب نہیں آنے دیا اور محتاط ترین اندازوں کے مطابق ایک اور دس کے تناسب سے افرادی نقصان پہنچایا۔ اگر دس بریگیڈ بھارتی فوج دو ماہ تک چار سو مجاہدین سے کارگل کی چوٹیاں خالی نہیں کرا سکی تو بھارت کی باقی فوج کی طرف سے حملے کا خوف چہ معنی دارد؟ اور بقول کسی کے اگر جنگ سے ڈرنا تھا تو کارگل کا پنگا ہی

کیوں لیا گیا؟ وزیر اعظم نے اس سوال کا کوئی جواب اپنی تقریر میں نہیں دیا۔ جنگ کے ذریعے کوئی مسئلہ طے نہ ہونے کی دلیل، ہماری وزارت خارجہ کے نزدیک وزنی ہو گی لیکن عراق، کویت تنازعہ اور کوسووا کا مسئلہ مذاکرات سے نہیں جنگ سے حل ہوا ہے اور امریکہ نے ہمیشہ اپنے تنازعات مذاکرات کی بجائے دباؤ اور فوجی قوت کے ذریعے طے کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری جنگ عظیم ختم کرنے کیلئے بھی اس نے یہی ہتھیار استعمال کیا اور اب بھی وہ ہمیشہ اسی کے ذریعے کامیابی حاصل کرتا ہے۔ تازہ ترین "کلنٹن ڈاکٹرین" میں بھی آخری پوائنٹ قوت اور طاقت کے ذریعے مسئلہ حل کرتا ہے۔ مذاکرات اور امن کوششوں کے ذریعے مسئلہ فلسطین حل کرایا گیا جس نے شرق اوسط میں ایک نئے فساد کی بنیاد رکھ دی ہے اور حماس و پی ایل او کے مابین مستقل دشمنی کا آغاز کر کے امریکہ و اسرائیل تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ امریکہ یہی کچھ برصغیر میں چاہتا ہے وہ بھارت اور کشمیریوں کی دشمنی ختم کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اب مجاہدین اور پاکستان کی مقتدر قوتوں میں شکوک و شبہات اور غلط فہمیاں پیدا کر کے انہیں ایک دوسرے کے مدمقابل لانا چاہتا ہے تاکہ 28 مئی کی ناکامی کا پاکستان سے انتقام اور نواز شریف سے ڈی فائنس کا بدلہ لے سکے۔

وزیر اعظم نے مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے عالمی برادری کی توجہ مبذول کرائی ہے اور مسئلہ حل نہ ہونے کی صورت میں کسی اور کارگل کے وجود میں آنے کی بات بھی کی ہے جو حقیقت پسندانہ سوچ پر مبنی ہے۔ لیکن جس امید پر انہوں نے اعلان واشنگٹن کو قبول کیا اور قوم کو بھی باور کرا رہے ہیں کہ امریکی صدر مسئلہ کشمیر حل کرانے کیلئے ذاتی دلچسپی لیں گے وہ اس لئے پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی کہ امریکی ہفت روزہ نیوز ویک کی رپورٹ کے مطابق بل کلنٹن کشمیر کے بکھیڑے میں مزید پڑنے کیلئے رضامند نہیں اور انہوں نے واشنگٹن میں مبینہ طور پر نواز شریف سے بھی یہی کہا کہ وہ کارگل خالی کریں

پھر ہم مذاکرات کا عمل بحال کرانے پر توجہ دیں گے۔ خود وزیر اعظم کی تقریر سے بھی یہ تاثر عیاں ہوتا ہے کہ کارگل، دراس اور بٹالک سے مجاہدین کی واپسی کے بعد بھی واجپائی مذاکرات شروع کریں گے یا نہیں؟ اس بارے میں وہ خود پرامید نہیں۔ اگر مذاکرات شروع ہو بھی جائیں تو اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ نتیجہ خیز ہونگے کیونکہ بھارتی حکومت نے ابھی تک ایسی کوئی یقین دہانی نہیں کرائی اور پچاس سالہ ماضی کا تجربہ گواہ ہے کہ وہ مذاکرات کو وقت گزاری کیلئے استعمال کرتا ہے۔ ویسے بھی ہم نے میدان جنگ میں کیا حاصل کیا ہے جس کا تحفظ مذاکرات کی میز پر کریں گے۔

پاکستان چونکہ بھارت کی تقسیم کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے اس لئے بھارتی قیادت آج تک اس کا مہاپاپ معاف کرنے کیلئے تیار نہیں۔ وہ امن کی بات بھی اس انداز میں کرتی ہے کہ واہگہ کی لکیر مٹ جائے اور دونوں قومیں امن و سلامتی کے ماحول میں رہ سکیں۔ بھارتی لیڈر دو ملکوں کی بجائے دو قوموں میں امن و آشتی کی بات کرتے ہیں جس کا مطلب واضح ہے۔ اس بناء پر ہمارے لئے واحد راستہ وہی ہے جس کی تلقین قرآن مجید نے کی ہے کہ ہم اپنے گھوڑے تیار رکھیں اور جنگ کی خواہش نہ رکھنے کے باوجود اپنے دفاع کیلئے تیار رہیں۔ ایک ایٹمی قوت کو اپنے دفاع کے بارے میں حساس ہونا چاہئے اور دوسروں کو بھی اس کا احساس کرنا چاہئے۔ اس اصول کا اطلاق مسئلہ کشمیر پر بطریق احسن کرنا چاہئے۔ اس اصول کا اطلاق مسئلہ کشمیر پر بطریق احسن ہوتا ہے۔ اگر بھارت نے وار ہسٹریا پیدا کیا اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ آج یا کل ہر صورت میں پاکستان سے ایک فیصلہ کن جنگ چاہتا ہے اور ہماری امن پسندی سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ اسے جب بھی موقع ملے گا وہ اپنی مرضی کا محاذ کھولے گا۔ کارگل کی فوجی شکست کو امریکہ نے اس کی سفارتی فتح میں بدل دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب اس کی دو، کی چیخ وپکار فاتحانہ بیانات میں بدل گئی ہے۔ جبکہ پاکستان میں چند روز تک اتحاد و یکجہتی کی

جو مثالی فضاء نظر آتی تھی، وہ برقرار رہتی نظر نہیں آتی جو پوری قوم کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

وزیراعظم نے اپنی نشری تقریر میں یہ تاثر دینے کی بھی کوشش کی ہے کہ انہوں نے 1997ء کے انتخابات میں قوم سے بھارتی دوستی اور امن پسندی کا مینڈیٹ لیا تھا قوم کا حافظہ اتنا کمزور نہیں۔ ان دنوں میاں صاحب مسئلہ کشمیر حل کرنے کی بات کرتے تھے اور بینظیر بھٹو کو اس بات پر رگیدا کرتے تھے کہ اس نے تین سالہ دور اقتدار میں کچھ نہیں کیا۔ نواز شریف نے نیلا بٹ کے مقام پر پاکستان کے ایٹمی قوت ہونے کا بھی اعلان کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ بھارت سے تجارت، دوستی اور امن پسندی کی باتیں نہیں تھیں۔ یہ سب بعد کی باتیں ہیں اور انہی کی وجہ سے کارگل کا تنازعہ وجود میں آیا۔ اس کی جڑیں میاں صاحب کو اعلان لاہور میں تلاش کرنی چاہئیں۔ کشمیری مجاہدین نے کارگل کا مورچہ اسی وقت لگایا جب انہیں احساس ہوا کہ بس سروس اور اعلان لاہور کے علاوہ پاک بھارت تجارت میں اضافے کی وجہ سے مسئلہ کشمیر ایک بار پھر سرد خانے کی نذر ہو رہا ہے اور ان کی دس سالہ جدوجہد کے ثمرات ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اب بھی اگر امریکہ اور عالمی برادری نے حسب معمول سرد مہری دکھائی تو کوئی اور کارگل جنم لے لے گا لیکن اس میں پاکستان کا کردار اسی صورت میں ممکن ہے کہ اب ہم محض امریکہ کی خوشنودی کیلئے مزید کوئی ایسا اقدام نہ کریں جو جہاد کے ثمرات اور ہماری باون سالہ کوشش کو ضائع کرنے کا سبب بن جائے۔ ایک ایسا ملک جو خطرات میں گھرا ہو، مسئلہ کشمیر کی صورت میں ایک مستقل تنازعہ کا سامنا کر رہا ہو، اپنے وسائل کا بیشتر حصہ فوج اور گولہ بارود کیلئے مختص کئے بغیر عزت و وقار کی زندگی بسر نہیں کر سکتا اور ترقی و خوشحالی کے فریب میں اپنے دفاع سے غافل رہنے کی حماقت نہیں کر سکتا۔ امریکہ جیسے دنیا کے طاقتور ترین ملک کو بھی اپنے وسائل گولہ بارود کیلئے مختص کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے قوم وزیراعظم کے اس فلسفے سے متفق نہیں ہو سکتی

کہ گولے بارود پر وسائل ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ جواں سال وزیراعظم کو توپ کے گولے کے بوجھ اور بارود کی بو سے نہیں ڈرنا چاہئے ورنہ ڈر ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں بھاری مینڈیٹ سے نوازا ہے کہیں وہ اسے مینڈک میں تبدیل نہ کر دے۔ پاکستان نے کبھی ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہیں کیا، جنگ کو دعوت نہیں دی البتہ بھارت کی طرف سے جارحیت کا جواب ضرور دیا ہے اور اب بھی قوم اس کیلئے تیار ہے۔ بشرطیکہ ہمارے بالائی طبقات بھی اپنے آپ کو اس کیلئے تیار کریں اور ایٹم بم کو بقول راجہ ظفرالحق محض شوکیس یا میز کی دراز میں رکھنے کی کوئی چیز تصور نہ کریں۔ وزیراعظم مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر مستقبل کے راستے ضرور تلاش کریں مگر کامیابی اس وقت ہو سکتی ہے جب بھارت اس پر تیار ہو اور بھارت اس وقت تک تیار نہیں ہوگا جب تک اسے اپنی تباہی و بربادی کا خدشہ نہیں ہوتا۔ محض اپیلوں اور امن کے سندیسوں سے ضد و ہٹ دھرمی ترک کرنے کا نہ وہ عادی ہے اور نہ اسے راضی کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں زمینی حقائق کا کامل ادراک ہونا چاہئے۔ کارگل سے لیہہ روڈ سرینگر کو ہی جاتی ہے اس لئے یہ غلط فہمی دور ہونی چاہئے کہ کارگل تسخیر سرینگر کا ذریعہ نہیں۔ ضرورت صرف ہمت اور حوصلے اور اعصاب کی ہے۔

وزیر اعظم تو شاید نیک نیتی سے خطے میں امن قائم رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے تھے لیکن چند روز پہلے تک سہمے اور خوفزدہ بھارتیوں کا دماغ خراب ہو گیا انہوں نے امن کی اس خواہش کو پاکستان کی مجبوری جان کر عجیب و غریب شرائط عائد کرنا شروع کر دیں جس پر نوائے وقت نے 15 جولائی کو لکھا۔

بھارتی وزارت خارجہ کے ترجمان رمیندر سنگھ نے کہا ہے کہ تین شرائط پوری کئے بغیر پاکستان سے دو طرفہ مذاکرات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان شرائط میں (1) کارگل سے "دراندازوں" کا مکمل انخلاء (2) لائن آف کنٹرول کے تقدس کی بحالی، (3) پاکستان کی طرف سے اس امر کی یقین دہانی کہ آئندہ کسی صورت میں کنٹرول لائن کی خلاف ورزی نہیں ہو گی۔ بھارت کے وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات پرمود مہاجن نے اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب تک تمام "مداخلت کار" واپس نہیں چلے جاتے اور اس کی تصدیق نہیں ہو جاتی کہ "دھرتی" خالی ہو گئی ہے مذاکرات نہیں ہو سکتے۔ "سقوط کارگل" کا سانحہ جس انداز میں رونما ہوا اس کی توقع پاکستانی عوام یا کشمیری مجاہدین تو درکنار بھارتی حکمرانوں کو بھی نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ جہاں پاکستان میں ابھی تک یہ طے کرنا مشکل ہو رہا ہے کہ اعلان واشنگٹن کا کیا نتیجہ نکلے گا اور کوئی اپنی ڈفلی بجا رہا ہے وہاں بھارت اسے اپنی مکمل فتح قرار دے کر نت نئی شرائط پیش کر رہا ہے۔ پہلے وہ دو طرفہ مذاکرات کیلئے کارگل سے مجاہدین کے انخلاء کی واحد شرط پیش کرتا تھا۔ وزیر خارجہ سرتاج عزیز اور جسونت سنگھ کی ملاقات میں بھی بھارت کا یہی موقف تھا کہ پاکستان مجاہدین کو واپس بلائے تو مذاکرات ہو سکتے ہیں لیکن اب جبکہ ہم نے بھارت سے کوئی شرط منوائے بغیر مجاہدین سے واپسی کی اپیل کر دی ہے تو بھارت اکڑ گیا ہے اور اس نے نئی شرائط پیش کر دی ہیں۔

ہمارے حکمران اور ان کے خوشامدی مشیر خواہ یہ تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ بھارت کا یہ متکبرانہ رویہ اعلان واشنگٹن کا شاخسانہ ہے اور اگر ہم نے اعلان واشنگٹن کی روشنی میں مزید اقدامات کئے اور شملہ معاہدہ و اعلان لاہور کی رٹ لگائے رکھی تو بھارت کی پالیسی مزید بے لچک ہوتی جائے گی وہ ہمیں رسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔ کوئی بھی پاکستانی حکومت اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کر سکتی کہ بھارت کی برہمن قیادت کی ضد، ہٹ دھرمی اور دوسروں کو سرنگوں کرنے کی عادت اور خواہش نے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی تھی اور دس سال قبل کشمیری عوام نے مسلح جدوجہد شروع کرنے کا فیصلہ بھی اس بنا پر کیا کیونکہ وہ عالمی برادری کی سرد مہری اور بھارت کے غاصبانہ رویے سے تنگ آ چکے تھے اور انہیں یہ امید ہرگز نہیں رہی تھی کہ یو این کی قراردادوں۔ پر امن جدوجہد یا مذاکرات کے ذریعے مسئلہ کشمیر کا کوئی آبرومندانہ حل نکل سکتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مایوسی کا یہ ماحول شملہ معاہدے کا پیدا کردہ تھا چونکہ پاکستان نے یہ سمجھوتہ ایک کمزور فریق کے طور پر کیا تھا اس کے باوجود اس میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کا ذکر آیا تھا اور دونوں ممالک کے مسئلہ کشمیر پر موقف کی پذیرائی بخشی گئی تھی تاہم اس معاہدے میں مسئلہ کشمیر کسی عالمی فورم پر حل کرنے کے بجائے دو طرفہ مذاکرات اور کوششوں کو جو ترجیح

لگائی گئی تھی اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے طویل عرصہ کیلئے اسے سرد خانے میں ڈال دیا اور ایک لحاظ سے کنٹرول لائن کو مستقل بین الاقوامی سرحد مان لینے پر اصرار شروع کر دیا۔

اس پس منظر میں اعلان لاہور بھی پاکستان اور کشمیری عوام کے نقطہ نظر سے کوئی حوصلہ افزا اور منصفانہ دستاویز نہیں ہمارے حکمرانوں نے معلوم نہیں کس ترنگ میں آکر ایک ایسی دستاویز پر دستخط کر دیئے جو شملہ معاہدے کی بھونڈی توسیع اور مسئلہ کشمیر کو دو طرفہ مذاکرات کے کباڑ خانے میں ڈالنے کی امریکی و بھارتی منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔ اعلان لاہور پر اصرار کے سبب سقوط کارگل کا سانحہ پیش آیا اور ہماری اسی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر بھارت کو یہ شرط عائد کرنے کا حوصلہ ہوا ہے کہ پاکستان آئندہ کنٹرول لائن کی خلاف ورزی نہ کرنے کی یقین دہانی کرائے۔ یہ کلنٹن سے توقعات وابستہ کرنے اور اپنے قومی موقف سے انحراف کرنے کی سزا ہے جو ہمیں قومی سطح پر ہتک آمیز شرائط کی صورت میں دی جا رہی ہے۔ بھارت کی اسی ہٹ دھرمی، مسئلہ کشمیر حل کرنے سے گریز، امریکہ کی غلط ترجیحات اور بھارت پر بے جا انحصار کے علاوہ کارگل کے محاذ پر پسپائی کے فیصلے کا نتیجہ ہے کہ اب مجاہدین نے وادی کے اندر اپنی کارروائیاں تیز کر دی ہیں۔ سرینگر سے 85 کلو میٹر دور بانڈی پورہ میں بارڈر سیکورٹی فورس کے کیمپ پر حملہ کر کے ڈی آئی جی اور تین اہلکار ہلاک کر دیئے ہیں اور دو افسروں کے خاندان یرغمال بنا کر جنگل میں لے گئے ہیں۔ دوسرے مقامات پر بھی کارروائیوں میں 95 افراد مارے گئے اور بھارتی فوج کے سربراہ وید پرکاش ملک نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ کارگل سے واپسی کے بعد مقبوضہ کشمیر میں دہشت گردی کی کارروائیاں تیز ہو سکتی ہیں۔ بھارت کی نئی شرائط کا تعلق بھی اسی صورتحال سے ہے اور وہ پاکستان سے اصل میں یہ اصول منوانا چاہتا ہے کہ وہ جموں و کشمیر میں مجاہدین اور کشمیری عوام کی

جدوجہد سے لاتعلقی کا اعلان کرے تاکہ اس کے بعد بھارتی تسلط کو چیلنج کرنے والا کوئی نہ ہو اور وہ کشمیری عوام کی تحریک حریت و مزاحمت کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورتحال نہ تو کشمیری عوام کیلئے قابل قبول ہے اور نہ پاکستان کیلئے۔ حکومت بھی عارضی پسپائی کے باوجود ایسی شرائط قبول کر کے مذاکرات کی میز پر نہیں بیٹھ سکتی کیونکہ اگر بھارت کی تینوں شرائط مان لی جائیں تو پھر مذاکرات کس موضوع پر ہوں گے اور ان کا کیا فائدہ ہوگا؟ محض تجارت اور ثقافتی روابط کے لئے مذاکرات کی اجازت تو قوم کسی حکمران کو نہیں دے گی۔ بھارت کی یقیناً یہی خواہش ہے اور اس کا سرپرست امریکہ بھی یہی چاہتا ہے لیکن ایں خیال است و محال است و جنوں۔ بنابریں اب یہ حکومت پاکستان کی آزمائش ہے کہ وہ اپنے دعوؤں کے مطابق نہ تو کنٹرول لائن کو مستقل سرحد مانے نہ جموں و کشمیر کے عوام کے حق خودارادیت پر کوئی سودے بازی کرے اور بھارت سے رائے شماری کا اصول منوا کر ثابت کرے کہ اعلان واشنگٹن کا راستہ واقعی سرینگر کو جاتا ہے اور اس نے پسپائی کا جو فیصلہ کیا ہے وہ واقعی پاکستان اور کشمیری عوام کے مفادات سے مطابقت رکھتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس اعلان لاہور کے ناخوشگوار باب کو ہمیشہ کیلئے بند کر کے بھارت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی جائے اور اس تاثر کی نفی کی جائے کہ بھارت سے مشروط مذاکرات کرنا ہماری کوئی مجبوری ہے۔ وزیراعظم اعلان کریں کہ بھارت سے مذاکرات صرف مسئلہ کشمیر پر ہوں گے وگرنہ ہم زیادہ عرصہ اعلان واشنگٹن کی پابندی نہیں کر سکیں گے۔ قومی سطح پر اس وقت جو سکوت کی کیفیت نظر آتی ہے اسے حکومت اپنی کامیابی تصور نہ کرے اور یہ بھول جائے کہ قوم نے اعلان واشنگٹن کو فتح و کامرانی کی دستاویز سمجھ کر قبول کر لیا ہے وہ نواز شریف کے دعوؤں اور وعدوں کو مزید پرکھنا چاہتے ہیں اور یہ یقین کر لینا چاہتے ہیں کہ اعلان لاہور، اعلان واشنگٹن سے

حکمرانوں نے جو توقعات وابستہ کی ہیں وہ کس حد تک جائز اور مبنی بر حقیقت ہیں۔ بہ
یہی ہے کہ میاں صاحب اعلان لاہور، اعلان واشنگٹن کی مالا جپنے اور قوم کو جنگ ک
خطرات سے ڈرانے کے بجائے اپنی ساکھ بہتر بنانے کے اقدامات کریں۔ اپنا حا
مشاورت وسیع کریں، اپنی ترجیحات میں تبدیلی لائیں۔ قوم کو کرکٹ فوبیا سے نجا
دلائیں اور خود بھی کرکٹ چھوڑ کر ایک ایسی قوم کے قائد کا طرز عمل اختیار کریں
حالت جنگ میں ہے اور جسے سنجیدگی کے ساتھ اپنی بقا و استحکام کیلئے اقدامات پر تو
دینے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ انہیں چرچل، اتاترک اور آئزن ہاور قرار دے
خوش فہمیوں کے خول میں بند کرنا چاہتے ہیں وہ یا تو بہت زیادہ چالاک ہیں یا پھر ا
خوشامدی احمق کہ انہیں عوامی جذبات و احساسات کا ذرا بھی علم اور ادراک نہیں ا
سے بچنے کی ضرورت ہے۔

○

16 جولائی کو نوائے وقت نے لکھا۔

بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا
کہ کشمیر میں مداخلت سے شروع ہونے والی لڑائی اعلان لاہور کے بالکل خلاف تھی
پاکستان کو جان لینا چاہئے کہ ہم دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتے ہیں تو اسے جنگ مسلط کرنے
سبق بھی سکھا سکتے ہیں۔ پاکستان نے ہماری طاقت کا غلط اندازہ لگایا اور غیر یقینی سیا
صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جو اسے الٹا پڑ گئی۔ پاکستان کی طرف سے ک
میں جنگ سے بچنے کیلئے جو یکطرفہ اقدام ہوا اسے اگرچہ امریکہ نے سراہا کیونکہ
امریکی مساعی و مشوروں کا نتیجہ تھا لیکن بھارت نے اس اقدام کو اپنی فتح سے تعبیر
ہے اور بھارتی قیادت کی طرف سے ایسے بیانات آنا شروع ہو گئے ہیں جیسے اس۔

میدان جنگ میں تاریخی کامیابی حاصل کر لی ہو۔ حالانکہ بھارت کی سیاسی اور فوجی
قیادت کو ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ چار سو مجاہدین نے جنوبی ایشیا کی اتنی بڑی قوت کو
دو ماہ تک لوہے کے چنے چبوائے اور وہ بدترین میدانی و فضائی گولہ باری کے باوجود
کارگل کی چوٹیاں طاقت کے ذریعے خالی کرانے میں ناکام رہا۔

چونکہ ہم نے سیاسی سطح پر کمزوری دکھائی اور امریکی جال میں پھنس کر مجاہدین
سے واپسی کی اپیل کر بیٹھے۔ اس لئے اب بھارتی قائدین بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے
ہیں۔ واجپائی کارگل میں اپنے فوجی دستوں سے خطاب نہیں کر سکے تھے اور الٹے پاؤں
دوڑ آئے تھے، کئی دن تک واویلا کرتے رہے اور میاں نواز شریف سے بھی شکایت کی
تھی کہ مجاہدین نے میرے خطاب کے دوران فائرنگ کر کے ''ہتیا'' کی ہر ممکن کوشش
کی، بھگوان نے بچا لیا۔ مگر اب جبکہ پاکستان ناکام سفارتی پالیسی اور جنگ کی تیاری نہ
ہونے کی وجہ سے مجاہدین سے واپسی کی اپیل پر مجبور ہوا ہے تو انہیں سبق سکھانے کی
باتیں یاد آ گئی ہیں۔ بھارتی وزیر دفاع جارج فرنانڈس نے بھی کہا ہے کہ پاکستان 16
جولائی تک مجاہدین کو واپس بلائے یا نتائج بھگتنے کیلئے تیار ہو جائے اور بھارتی آرمی چیف
وید پرکاش ملک نے تو یہ تک کہہ دیا ہے کہ مجاہدین کے کارگل اور دراس خالی کرنے
کے باوجود کشمیر میں جنگ جاری رہے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تعلقات کی
بحالی کیلئے اعلان لاہور پر عملدرآمد کی جو رٹ لگا رکھی ہے اور امریکہ سے جو امیدیں
وابستہ کر لی ہیں، وہ وقت کا ضیاع اور خوش فہمی پر مبنی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ امریکہ
اعلان واشنگٹن کی روح کے مطابق بھارتی بیانات کا نوٹس لے اور خیر سگالی کی فضاء پیدا
کرنے کیلئے اقدامات کرے، مگر ہر روز اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور وہائٹ ہاؤس کے ترجمان
جو بیانات جاری کرتے ہیں، وہ بھارت کا پلڑا بھاری اور پاکستان کو کمزور ثابت کرنے کی
سوچی سمجھی کوششوں کا حصہ ہوتے ہیں۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہیں کہ میاں

صاحب نے کلنٹن کے پانچ ٹیلی فون سن کر بھی ایٹمی تجربات کرنے کا جو دلیرانہ فیصلہ کیا تھا اور واشنگٹن کی ڈکٹیشن نہ لینے کا جو اعلان کیا تھا، امریکہ اس کا بدلہ لے رہا ہے اور دنیا کو باور کرا رہا ہے کہ اسلام آباد میں فیصلے اب بھی واشنگٹن کی مرضی سے ہوتے ہیں اور ہم جو چاہیں کرا سکتے ہیں۔

جہاں تک بھارت کا تعلق ہے وہ عارضی نوعیت کی کامیابی سے بغلیں بجا رہا ہے۔ جلد یا بدیر مجاہدین جموں و کشمیر میں اپنی جہادی کارروائیوں سے اس کی خوشی اکارت کر دیں گے کیونکہ پاکستانی اور کشمیری عوام نے ابھی تک نہ تو اعلان لاہور اور نہ اعلان واشنگٹن کو قبول کیا ہے اور قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جو لوگ اعلان واشنگٹن میں امریکہ کی ثالثی اور قیام امن کی ضمانت تلاش کر رہے تھے اور وزیراعظم کی تاریخی کامیابی پر پھولے نہیں سماتے تھے، انہیں وہائٹ ہاؤس اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے واضح بیانات کے علاوہ بھارتی آرمی چیف کے غیر مبہم اعلان پر توجہ دینی چاہیے۔ امریکی ترجمان کھلم کھلا کہہ چکے ہیں اور نیوز ویک و ٹائم نے بھی اپنی رپورٹوں میں یہی تاثر دیا ہے کہ امریکہ کشمیر کی دلدل میں مزید پھنسنے کیلئے تیار نہیں جبکہ وید پرکاش ملک نے جنگ جاری رہنے کی بات کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت اس وقت تک ہمارا دوست نہیں ہو سکتا جب تک ہم خدانخواستہ کشمیر میں جہاد کے خاتمے میں اس کے مددگار نہ بنیں جو ظاہر ہے کہ قیامت تک ممکن نہیں۔ جو شخص بھی پاکستان میں انور سادات یا یاسر عرفات بننے کی کوشش کرے گا قوم اس کا برا حشر کرے گی۔ میاں صاحب پاکستان اور اپنے آپ کو لازم و ملزوم قرار دے چکے ہیں اس لئے ان سے کسی بھی مرحلے پر اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس بناء پر نہ تو ہمیں کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا ہونا چاہئے کہ امریکہ ہماری کوئی مدد کرے گا یا بھارت ہمیں معاف کر دے گا اور نہ بھارت کے حکمرانوں کو اس غلط فہمی کا شکار ہونا چاہئے کہ اس نے کارگل میں آخری

جنگ جیت لی ہے اور وہ اب جو چاہے کر لے، پاکستان مزاحمت نہیں کرے گا۔ اگر امریکہ نے محدود مدت کے اندر مسئلہ کشمیر، عوام کی خواہشات کے مطابق حل نہ کرایا اور بھارت رائے شماری پر آمادہ نہ ہوا تو کارگل کے کئی اور محاذ کھلیں گے اور جو لوگ ساٹھ ہزار جانوں کی قربانی دے چکے ہیں، بھارتی فوج جن کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عصمت دری کا جرم کر چکی ہے، جو اپنے مکان اور بستیاں تباہ کرا چکے ہیں۔ وہ زیادہ عرصہ یہ صورتحال ہرگز برداشت نہیں کریں گے اور بھارت کے تسلط سے آزادی حاصل کر کے رہیں گے۔ انہیں اندازہ ہو گیا ہے کہ بھارت کی طاقت کیا ہے اور وہ میدان جنگ میں کیا جوہر دکھا سکتا ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ بھارتی حکمران بڑھکیں لگانے کی بجائے خود ہی رائے شماری کروا کر کشمیر خالی کر دیں تا کہ انہیں رسوا ہو کر نہ نکلنا پڑے۔ لاہور پراسیس کا دوبارہ آغاز بھی اب بھارت کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان تو اپنے حصے کا کردار ادا کر چکا ہے۔ اب امریکہ بھارت کو بامقصد مذاکرات کی میز پر لائے ورنہ جنگ کو ٹالنا ممکن نہیں۔

○

17 جولائی کو وزیراعظم کے شمالی علاقہ جات کے دورے پر اظہار خیال کرتے ہوئے اخبار لکھتا ہے۔

وزیراعظم نواز شریف نے بیون (سکردو) میں ناردرن انفنٹری کے جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجاہدین کہیں سے بھی پسپا نہیں ہوئے انہوں نے امن کی کوششوں کو ایک اور موقع دینے کا فیصلہ کیا ہے وہ جب چاہیں، جہاں چاہیں ایک نیا کارگل برپا کر سکتے ہیں، سو کروڑ انسانوں کی زندگی سے کھیلنا ہمیں گوارا نہیں۔ لیکن امن کی ہماری اس خواہش کو کمزوری نہ سمجھا جائے۔ کارگل سے مجاہدین کے انخلا کے

اعلانات کے بعد وزیر اعظم کی طرف سے یہ دعویٰ کہ مجاہدین کہیں سے بھی پسپا نہیں ہوئے عجیب سا لگتا ہے جس کا مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ حکومت کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ اعلان واشنگٹن پر عملدرآمد میں جو عجلت دکھائی گئی وہ درست نہیں تھی اور دو کو مجاہدین کے انخلا کی جو یقین دہانی کرائی گئی وہ بھی حکمت عملی کے تقاضوں کے منافی تھی۔ امن کی کوششوں کو موقع دینے کا فیصلہ بھی مجاہدین کا نہیں تھا بلکہ حکومت پاکستان کا تھا۔ شملہ معاہدہ، اعلانہ لاہور اور اعلان واشنگٹن کی طرح انخلا کے معاملے میں بھی مجاہدین نہ تو فریق ہیں اور نہ دباؤ ڈال کر ان سے کوئی فیصلہ کرایا جاسکتا ہے۔ ویسے بھی مجاہدین نے ثابت کیا ہے کہ وہ بھارت کی جدید ترین جنگی مشینری کو منجمد کرنے اور اس فوجی قوت کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں شرط صرف پاکستان کے مکمل تعاون اور عزم و جذبے کی ہے۔

ان حالات میں پاکستان کی طرف سے امن کی خواہش اور عوام کو جنگ بالخصوص ایٹمی جنگ کے خطرات سے ڈرانے کی تسلسل کے ساتھ حکومتی مہم یکطرفہ ہی نہیں غیر حقیقت پسندانہ بھی ہے۔ بھارت کے جارحانہ اور توسیع پسندانہ عزائم اور پاکستان للّٰہی بغض کے پیش نظر ہم صرف امن کی خواہش کر کے نہ تو اپنی آزادی اور سلامتی کا دفاع کر سکتے ہیں اور نہ امن و استحکام کا حصول ممکن ہے۔ جنگ کو روکنا اور امن کو یقینی بنانے کی واحد صورت بھارت کے مقابلے میں فوجی، اقتصادی اور سیاسی محاذ پر برابر کی تیاری ہے ایک طاقتور اور جواب دینے کی مکمل صلاحیت رکھنے والے ملک کے ساتھ کبھی جارحیت نہیں ہوتی جبکہ کمزور اور جنگ سے خوفزدہ اقوام پر ہر کوئی چڑھ دوڑتا ہے۔ ایٹمی جنگ سے بچنا صرف ہماری ذمہ داری نہیں۔ پہلے دھماکہ کرنے والے بھارت کی بھی اتنی بلکہ بڑے ملک ہونے کی وجہ سے زیادہ ذمہ داری ہے اور ہم نے ایٹمی صلاحیت اس لئے حاصل کی تھی کہ جنگ کے خوف سے آزاد ہو کر اپنی آزادی

سلامتی اور خود مختاری کا دفاع کر سکیں۔ اس کا خوف دلا کر قوم کے حوصلے پست کرنے اور اپنے آپ کو بھارت کے سامنے کمزور ثابت کرنے کیلئے نہیں۔

اگر نواز شریف کی طرح عالمی برادری بھی واقع خطے کے سو کروڑ عوام کو جنگ کے خطرات سے بچانا چاہتی ہے تو پھر اس کا فرض ہے کہ وہ ہم پر دباؤ ڈالنے کی بجائے مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کرانے کی کوشش کرے۔ کشمیر پاکستانی عوام کیلئے کوئی جذباتی مسئلہ نہیں یہ زندہ حقیقت ہے۔ کشمیری عوام نے گزشتہ باون سال سے بھارتی راج سے نجات حاصل کرنے کیلئے قربانیاں دی ہیں اب جبکہ ان کی قربانیاں رنگ لانے لگی ہیں اور چند سو مجاہد دس بریگیڈ بھارتی فوج کا آمنے سامنے مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں آگئے ہیں تو ہم باقی دنیا کی طرح امن کی لوری سنانے لگے ہیں۔ امن بھیک میں نہیں ملتا امن کا قیام دونوں ممالک کی مشترکہ ذمہ داری ہے مگر بھارت تو ماضی کی تلخیاں بھلانے کیلئے تیار نہیں اور ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لینے کی تیاری کر رہا ہے مگر میاں صاحب زمینی حقائق کو شاعری سے بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جموں و کشمیر کے بغیر پاکستان نامکمل ہے اور وہ اپنی شہ رگ پر بھارتی تسلط مزید برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ بصورت دیگر اسے صومالیہ اور ایتھوپیا کے انجام کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

آرمی چیف جنرل پرویز مشرف نے کارگل کی کارروائی کے بارے میں کھل کر بتا دیا ہے کہ یہ وزیر اعظم کی منظوری سے ہوئی کیونکہ بھارت اور مغربی و امریکی ذرائع ابلاغ تسلسل کے ساتھ اسے پاک فوج کی کارروائی قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اس کا حکومت حتیٰ کہ وزیر اعظم کو علم نہیں تھا۔ ہمارے دشمن حکومت اور فوج کے مابین اختلاف کا پروپیگنڈہ کر کے قومی استحکام اور سلامتی کی ضامن پاک فوج کو بدنام کرنا چاہتے ہیں مگر ہم کیوں اس کا جواب دینے کے بجائے

خاموشی سے اسے برداشت کر رہے ہیں۔ آرمی چیف کے بجائے یہ بیان وزیر اعظم
طرف سے بطور وزیر دفاع اور وزیر خارجہ اور وزیر اطلاعات کی طرف سے آنا چاہئے
اب بھی بیرونی خاص طور پر بھارتی پراپیگنڈے کا توڑ کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔
بی سی نے اپنی رپورٹ میں اعتراف کیا ہے کہ معرکہ کارگل میں پاک فوج سرخرو
فوج کی کارکردگی شاندار تھی البتہ خارجہ محاذ پر ناکامی ہوئی اس لئے خارجہ محاذ پر پیش
قدمی کرنا حکومت کا فرض ہے۔ ہماری اصل آزمائش یہ ہے کہ ہم عالمی برادری کو مجبور
کرکے مسئلہ کشمیر حل کرانے پر آمادہ کریں اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہو سکتا
جب دنیا کو یقین ہو کہ پاکستان کو نہ تو دباؤ میں لایا جاسکتا ہے اور نہ اس کی کسی کمزوری
فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے امن کی ہماری موجودہ خواہش کو کمزوری تصور کیا جا رہا ہے
اعلان لاہور اور اعلان واشنگٹن سے بے جا وابستگی کو اس کے ثبوت کے طور پر پیش کیا
رہا ہے اس لئے وزیر اعظم کو ایک نیوکلیئر طاقت کے وزیر اعظم کے طور پر خود بھی ا
مضبوط اعصابی شخصیت ہونے کا ثبوت دینا چاہئے اور قوم کو بھی سخت حالات کا مقا
کرنے کیلئے تیار کرنا چاہئے اور امریکہ و بھارت پر واضح کرنا چاہئے کہ اگر مسئلہ کشمیر
نہ ہوا تو پاکستان مجاہدین اور کشمیری عوام کا ہر ممکن ساتھ دے کر مسئلہ کشمیر بزور
حل کرائے گا کیونکہ یہ اس کی اخلاقی اور تاریخی ذمہ داری بھی ہے اور ہماری سالمیت
استحکام کا تقاضا بھی ہمارے لئے زندگی موت کا مسئلہ ہے جسے زیادہ عرصہ تک معر
التوا میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ یہ دلیرانہ موقف ہی امن کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے۔

○

آل پارٹیز حریت کانفرنس نے وزیر اعظم سے ملاقات کے دوران اعلان وا
اور اعلان لاہور دونوں کو مسترد کرتے ہوئے انہیں قومی اتحاد پارہ پارہ کر

ستاویزات قرار دیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ حکومت اعلان واشنگٹن سے لاتعلق ہو
جائے۔ وزیر اعظم نے حریت کانفرنس کے لیڈروں سے تبادلہ خیال کی روشنی میں
فاقی کابینہ کی خصوصی کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا جو کانفرنس کے لیڈروں سے مذاکرات کر
کے مستقبل کا لائحہ عمل تیار کرے گی اور اعلان واشنگٹن کے اثرات کا جائزہ لے گی۔
سفارتی نزاکتوں اور حکومتی مصلحتوں کی وجہ سے اگرچہ یہ بات نظرانداز کر دی جائے گی
لیکن حقیقت یہی ہے کہ پاکستانی قوم اور کشمیری عوام نے اعلان لاہور کی طرح اعلان
واشنگٹن کو بھی قبول نہیں کیا اور حریت کانفرنس کا یہ کہنا غلط نہیں کہ ان دستاویزات کی
وجہ سے قومی اتحاد و یکجہتی کو سخت نقصان پہنچا ہے اور حکومت کی ساکھ بھی متاثر ہوئی ہے۔

بھارت سے تو خیر یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ اس صورتحال سے فائدہ
اٹھانے کی کوشش نہیں کرے گا مگر امریکہ نے بھی مسلسل یہی تاثر دیا کہ ساری کدو
کاوش کا مقصد صرف اور صرف کارگل سے مجاہدین کی واپسی کو یقینی بنانا تھا تاکہ بھارت
کی جو بھد اڑ رہی ہے کیونکہ صرف پانچ سو مجاہدین نے چالیس ہزار بھارتی فوج کو دو ماہ
تک لوہے کے چنے چبوائے ہیں اس کا ازالہ ہو۔ امریکہ اپنے مقصد میں بڑی حد تک
کامیاب ہو چکا ہے آج ہی وہائٹ ہاؤس کے ایک ترجمان نے واضح کیا ہے کہ کلنٹن
انتظامیہ پاک بھارت معاملات میں بروکر بننے کیلئے تیار نہیں البتہ وہ کارگل سے واپسی
کی نگرانی کر رہی ہے۔ امریکہ میں متعین بھارتی سفیر نے واضح کیا ہے کہ امریکہ
مذاکرات کیلئے دباؤ نہیں ڈال رہا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہمیں بھی اپنے پتے نئے
سرے سے ترتیب دینے چاہئیں اور کارگل بحران کے موقع پر ہماری جو کمزوریاں اور
خامیاں سامنے آئی ہیں انہیں دور کرنے کیلئے جامع اور موثر حکمت عملی وضع کرکے ہر
سطح پر کوششوں کا آغاز کر دینا چاہئے۔

بھارت کے وزیر اطلاعات پرمود مہاجن نے امریکہ سمیت جی ایٹ ممالک کی

خصوصی سرپرستی کی وجہ سے کارگل کا مسئلہ سلامتی کونسل میں اٹھانے کا اعلان کیا
کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان مذاکرات کی بات بھی کر رہا ہے اور مداخلت کاروں
حمایت بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ پاکستان کیلئے زریں موقع ہو
کہ وہ سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عملدرآمد کا مطالبہ کرے تاہم اس سلسلے میں بھ
ہمیں وسیع پیمانے پر سفارتی کوششوں کی ضرورت ہوگی اور عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنا ہوگا
کارگل بھی کشمیریوں کا حصہ ہے اور وہاں بھی مجاہدین برسرپیکار ہیں اور اپنے حقوق
جنگ لڑ رہے ہیں۔ حالیہ دنوں میں یہ تاثر ابھرا ہے کہ پاکستان سفارتی سطح پر مار کھا
جبکہ اب حکومت اپنی جان بچانے کیلئے نہ صرف بھارت کی فوجی برتری
پروپیگنڈے پر خاموش ہے بلکہ چین کی سرد مہری کے حوالے سے چلنے والی مہم کا جوا
دینے میں بھی سستی دکھا رہی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بھارت کی فوجی قوت کا بھ
کھل چکا ہے اور ثابت ہو گیا ہے کہ پاکستان بھارت کے مقابلے کی قوت نہ سہی لیکن
سے کم بھی نہیں وہ اپنے دفاع کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے اور امریکہ و یورپ
بھارت کو چین کے مقابلے کی قوت بنانے کی جو کوششیں کی ہیں وہ اکارت گئی ہیں ا
طرح حکومت کو اس تاثر کی بھی نفی کرنی چاہیۓ کہ چین کی طرف سے خدانخواستہ ہمیں
قرار واقعی مدد نہیں ملی۔ ہمیں اپنے آزمودہ دوستوں کے بارے میں منفی تاثر کو کس
صورت میں ہوا نہیں دینی چاہیۓ۔

اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اعلان لاہور اور اعلان واشنگٹن کو کوئی مقدس
دستاویز سمجھ کر اس کی رٹ نہ لگائے رکھیں بلکہ حتی المقدور اس سے لاتعلق ہی رہیں۔
قومی اتحاد و یکجہتی پیدا کرنے کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے جائیں۔ مختلف سیاسی و مذہ
قوتوں کو اپنا مخالف بنانے کی بجائے حکومت انہیں اصلی صورت حال سے آگاہ کر کے
قریب لانے اور ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ آج قومی سطح پر اتفاق

رائے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ فضائیہ کو مضبوط کیا جائے۔ ایف سولہ طیارے
قیمت ادا کرنے کے باوجود ہماری اپنی کمزوری کی وجہ سے نہیں مل سکے تو میراج
طیارے اور آبدوز کی فوری ڈلیوری پر توجہ دی جائے اور نااہل سفیروں کو واپس بلا کر ان
کی جگہ میرٹ پر لائق اہل اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار افراد تعینات کئے جائیں
تاکہ وہ مسئلہ کشمیر اور کارگل ایشو پر قومی پالیسی کو آگے بڑھائیں اور اگر بھارت سلامتی
کونسل میں جانے کی حماقت کر رہا ہے تو اس سے فائدہ اٹھانے میں مددگار ثابت
ہو سکیں۔ اب وضاحتوں اور معذرت خواہانہ موقف پر اصرار مناسب نہیں۔ مونچھ
نیچی کر کے جو مہلت حاصل کی گئی ہے اسے ضائع کرنا دانشمندی نہیں ایک ایک لمحے کو
قومی مفادات کی تکمیل کیلئے صرف کیا جائے اور قوم کو نظر آنا چاہیۓ کہ حکومت نے
اس بحران سے واقعی سبق حاصل کیا ہے۔ اعلان واشنگٹن پر فخر کرنے کے بجائے اسے
اپنے لئے ایک چیلنج سمجھنا چاہیۓ تاکہ ہم واقعی کشمیری عوام اور مجاہدین سے کئے گئے
وعدے پورے کر سکیں اور ثابت کر سکیں کہ امریکہ و بھارت کے پروپیگنڈے کی کوئی
حقیقت نہیں۔ ہم اپنے موقف سے ذرا بھر پیچھے نہیں ہٹے۔

وزیراعظم کی دورہ چین سے واپسی کے بعد مکمل خاموشی اور چین کے دورے
مختصر کرنے پر ابھی تبصرے ہو ہی رہے تھے جب اچانک ایک روز کرکٹ کھیلتے ہو
وزیراعظم میاں نواز شریف نے امریکہ جانے کا پروگرام بنالیا۔ اس اچانک دورہ امریکہ
نے ایک مرتبہ تو پاکستانی سیاسی پنڈتوں کو چونکا کر رکھ دیا اس حوالے سے بہت کچھ کہا
گیا لیکن اصل بات جس نے ساری قوم کو حیران کر دیا وہ وزیراعظم کا واشنگٹن میں
اعلان تھا کہ وہ مجاہدین کو کارگل سے واپس آنے کی اپیل کریں گے۔ اس پر متضاد آ
سننے میں آئیں۔ بہت کچھ کہا سنا گیا۔ ہماری قوم بلاشبہ ایک جذباتی قوم ہے لیکن اس کا
مطلب ہرگز نہیں کہ ہم باشعور نہیں۔ قومی معاملات پر حکومت کے کمزور رویے
قوم کبھی برداشت نہیں کرتی ماضی اس کا گواہ ہے۔

کیا حکومت نے کمزوری کا مظاہرہ کیا؟ اعلان واشنگٹن سے ہم نے کیا کھویا اور
پایا؟ اس صورتحال پر ماہرین حرب و ضرب اور دانشوروں کے خیالات ملاحظہ کریں
میں نے کسی ایک مکتب فکر کے بجائے قریباً ہر مکتب فکر کا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ تاکہ
قارئین آسانی سے اور بہتر رائے قائم کر سکیں۔

9 جولائی کو آئی ایس آئی کے سابق سربراہ اور معروف دانشور لیفٹیننٹ جنرل (ر

نید گل نے "نواز کلنٹن مشترکہ اعلامیہ" کے اثرات و مضمرات کا جائزہ لیتے ہوئے
لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن سے خطاب میں کہا۔

آج تک مجاہدین کشمیر کی قربانیوں کی بدولت کشمیر کے کل 51 ہزار مربع
میل کے علاقہ میں سے 31 ہزار مربع میل کا رقبہ آزاد کروایا جا چکا ہے۔ مجاہدین کشمیر
بھارت کی سپلائی لائن مکمل طور پر کاٹ چکے ہیں۔ آج مشرقی پنجاب میں خالصتان کی
تحریک آزادی شروع ہو جاتی ہے تو بھارت کوئی بڑی جنگ شروع نہیں کر سکے گا،
کیونکہ ریڈ کلف کے معاہدے میں بدنیتی کر کے انگریز نے گورداسپور۔ شکر گڑھ، بٹالہ
وغیرہ کے علاقہ ہندوستان کو بخش دیئے تھے۔ جہاں سے اسے کشمیر میں فوجیں داخل
کرنے کا راستہ مہیا کر دیا گیا تھا اور یوں دونوں نو آزاد ممالک میں انگریز نے جاتے ہوئے
بھی مسئلہ کشمیر کی شکل میں مستقل کشیدگی کے عوامل پیدا کر دیئے۔

جنوری 1949ء میں اقوام متحدہ کی مداخلت پر کشمیر میں "سیز فائر" کروایا گیا تھا
جبکہ بھارتی وزیراعظم پنڈت نہرو خود بھاگتے ہوئے اقوام متحدہ میں گئے کہ آپ نے جو
جال بچھایا تھا، وہ تو ختم ہو رہا ہے اور ہمیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہیں، لہٰذا ہماری جان
چھڑائی جائے۔ یاد رہے کہ اس وقت پاکستان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اپنی فوج تک
نہیں تھی، یہ جنگ صرف کشمیری مجاہدین اور لشکریوں نے لڑی، جو سرینگر ایئرپورٹ
تک پہنچ گئے تھے۔ مگر پنڈت نہرو نے اقوام متحدہ میں جا کر جنگ بند کروادی۔

غرض 52 سالہ تحریک آزادی کی داستان بہت طویل اور قربانیوں سے بھری
پڑی ہے۔ گزشتہ دس برسوں میں ستر ہزار کشمیری اپنی جانیں آزادی پر قربان کر چکے
ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اتنی ہی قربانیاں اور دینی پڑیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیز فائر لائن، کنٹرول لائن میں کیسے تبدیل ہوئی کیونکہ
سیز فائر لائن تو اقوام متحدہ کے ایماء پر جنگ بندی کا مظہر تھی۔ وہ اس لائن کے پار یعنی

مقبوضہ کشمیر میں استصواب رائے کروانے کے پابند تھے۔ اس کا ایک بین الاقوامی پس منظر ہے کہ لداخ سے آگے کشمیر میں ایک علاقہ "آکاسائی چن" ہے جس کے ایک طرف تبت کا علاقہ ہے اور دوسری طرف چین کی سرحد کے ساتھ سنکیانگ کا علاقہ۔ یہ علاقے چین کیلئے انتہائی حساس ہیں اور امریکہ کے بھی یہاں بعض "مخصوص مفادات" ہیں۔ اس وقت بھی ہالی وڈ میں سات فلمیں بن رہی ہیں، جن میں دلائی لامہ ہیرو اور چین ولن ہے۔ یعنی مستقبل قریب میں جیمز بانڈ کی جگہ دلائی لامہ لے گا۔ دو فلمیں غالباً ریلیز ہو چکی ہیں اور باقی ابھی تیاری کے مراحل میں ہیں۔

سنکیانگ مسلم اکثریتی علاقہ ہے، کسی زمانے میں اسے "یارکن" کہا جاتا تھا۔ 1962ء میں ان علاقوں میں بھارت اور چین کی لڑائی شروع ہوئی تو کارگل اور دراس وغیرہ کا علاقہ سیز فائر لائن کے مطابق پاکستانی آزاد کشمیر میں شامل تھا، جو شمالی علاقہ جات اور کشمیر کے لوگوں نے خود آزاد کروایا تھا۔ اس وقت بھارت کو یہ مسئلہ درپیش تھا کہ اپنی فوج کو سپلائی کیسے پہنچائے۔ تب ایک امریکی جنرل پاکستان آیا اور اس نے ایوب خان سے کہا کہ اس موقع پر بھارت کے ساتھ جنگ نہ کرو، کشمیر پر حملہ نہ کرو، ہم تمہاری مرضی کے مطابق مسئلہ کشمیر حل کروائیں گے۔ اسی بنیاد پر وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو بھارت گئے اور 1964ء میں شیخ عبداللہ راولپنڈی آئے اور کہا کہ ہم مسئلہ کشمیر حل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسی دن بھارت میں وزیراعظم نہرو آنجہانی ہو گئے اور شیخ عبداللہ واپس چلے گئے۔

اس طرح 62ء میں ہم نے بھارت کو "رعایت" دے کر کشمیر حاصل کرنے کا سنہری موقع کھو دیا، اس "رعایت" کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1965ء میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا، جس میں ہمارے متعدد علاقے چھین لئے گئے۔ پھر معاہدہ تاشقند ہوا، اس معاہدے میں خواہ کتنی ہی برائیاں ہوں، لیکن اس کی رو سے ہندوستان کو سیز فائر لائن

پر واپس اپنی سابقہ پوزیشن پر جانا پڑا تھا۔

یہ صورتحال 1971ء تک چلتی رہی۔ اب اسے ہماری سیاسی یا فوجی قیادت کو کوتاہ نظری کہئے یا محدود ذرائع کہ ہم نے کارگل کے علاقے میں اپنی پوزیشنوں کو مستحکم نہ کیا اور 1971ء کی جنگ میں بھارت نے ان پر قبضہ کر لیا۔ بھارت کو اب کارگل کی پہاڑیوں کی اہمیت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ لہٰذا پاکستان کو شملہ معاہدہ پر مجبور کیا گیا اور شملہ معاہدے میں کہا گیا کہ "ہم سیز فائر لائن پر واپس نہیں جائیں گے اور مسئلہ کشمیر صرف دوطرفہ مذاکرات کے ذریعے ہی حل ہوگا۔ اور اب یہ لائن آف کنٹرول کہلائے گی۔"

شملہ معاہدے کے صرف چند ہفتے بعد انہوں نے کارگل میں اپنی پوزیشن کو مزید مضبوط کرنے کیلئے اور علاقے "چن آف لا" پر بھی قبضہ کر لیا اور پھر لائن آف کنٹرول کی تاویل و تشریح کرتے ہوئے چین کی سرحد کے ساتھ جنوب مشرقی علاقے میں اپریل 84ء میں سیاچن گلیشیئر کے سات میل طویل علاقے پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس پر بھی بھارت نے بس نہیں کیا اور 1988ء میں ایک اور علاقے "کھر سیکٹر" پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس طرح شملہ معاہدے کے بعد بھارت نے تین مرتبہ کنٹرول لائن کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے ان پاکستانی علاقوں پر قبضہ کیا مگر کسی امریکہ یا جی ایٹ ممالک کو توفیق نہیں ہوئی کہ وہ بھارت سے کہتے کہ تم نے یہاں "دراندازی" کی ہے اور تم "گھس بیٹھیے" ہو، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اس خطے میں چین کی ابھرتی ہوئی طاقت کے مقابلے میں بھارت کو آگے لانا چاہتا ہے۔

آج کارگل پر مجاہدین کے قبضے سے جہاں بھارت کو تکلیف ہو رہی ہے، وہاں امریکہ کے پیٹ میں بھی مروڑ اٹھ رہے ہیں۔ بھارت کارگل پر قبضے کیلئے سر توڑ کوششیں کر رہا ہے، مگر مجاہدین وہاں ڈٹے ہوئے ہیں۔ ایک بھارتی کرنل کے مطابق بھارتی فوجی وہاں کتوں کی طرح مر رہے ہیں اور گدھوں کی طرح کام کر رہے ہیں۔

ہندوستانی فوجی افسروں کی بیویاں دہائی دے رہی ہیں کہ ہمارے خاوندوں کو قربانی کا بکرا بنا کر کارگل اور کشمیر میں نہ بھیجو۔ خود بھارت کے دانشور کہہ رہے ہیں کہ یہ کیا مذاق بنا رکھا ہے، اگر کشمیر کے لوگ ہمارے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو کیوں اپنی فوج مروا رہے ہو۔

گزشتہ دنوں دہلی سے ایک وفد پاکستان آیا تو مجھ سے ملاقات کے دوران ایک شخص نے پوچھا کہ آپ مجاہدین کی بڑی بات کرتے ہیں، آخر آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ کشمیریوں کو "ووٹ" کا حق دیدو، جو ایک مسلمہ جمہوری حق ہے، جسے اقوام متحدہ اور پوری مہذب دنیا نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ لیکن ہم نے کبھی کشمیریوں کے "ووٹ" کے حق کی بات نہیں کی، کبھی ثالثی کی بات کرتے ہیں اور کبھی تھرڈ آپشن کی۔ کشمیر بنیادی طور پر "ووٹ" کا مسئلہ ہے۔ انقلاب فرانس اور امریکہ کے سول وار کی بات کرنے والے کشمیریوں کے "حق ووٹ" کو کس طرح بھول جاتے ہیں۔ جب کشمیریوں کو یہ حق نہیں دیا جائے گا تو پھر وہ ضرور ہتھیار اٹھائیں گے۔ بھارت کو افغانستان میں روسی مداخلت اور پھر سوویت یونین کی شکست و ریخت کا تاریخی سبق نہیں بھولنا چاہئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ 52 سال میں پہلی مرتبہ یہ موقع آیا ہے کہ مٹھی بھر کشمیری مجاہدین کے مقابلے میں ہندوستان بے بس ہو کر مغربی ممالک کے پاس جا رہا ہے کہ بچاؤ کے سارے راستے بند ہو گئے، کچھ کرو...... یورپ، امریکہ اور بھارت کا موقف یہ ہے کہ یہ دو طرفہ مسئلہ ہے اور اقوام متحدہ میں یہ مسئلہ پہنچ گیا تو کشمیریوں کو ووٹ کا حق مل جائے گا...... اگر خود مختار کشمیر کی سازش ہوتی ہے تو چین اس معاملے کو اقوام متحدہ میں ویٹو کر دے گا، کیونکہ بھارت ان کے "حساس ترین بارڈر" تک خود مختار کشمیر کے حوالے سے بھی پہنچ جائے گا۔ غرض اسے کہتے ہیں کہ "جغرافیائی اور تاریخی قوتوں کا

فطری اتحاد"۔

اگر بھارت لائن آف کنٹرول پار کرتا ہے تو یہ مسئلہ عالمی حیثیت اختیار کر جائے گا جبکہ مقامی سطح پر مسئلہ کرنا اس کے بس کا روگ نہیں۔ اس لئے وہ "ہمدردی اور مفاد" کی بنا پر امریکہ سے مدد مانگتا ہے اور ہم امریکہ اور یہودی لابی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔

آج ایٹمی جنگ کا کوئی امکان نہیں، بھارت مون سون کے موسم میں بین الاقوامی سرحدوں پر پاکستان سے جنگ چھیڑنے کی غلطی کبھی نہیں کر سکتا کیونکہ آج کل کی فوجیں جدید اور بھاری اسلحہ سے لیس ہوتی ہیں اور ان کیلئے طغیانی سے بپھرے ہوئے دریاؤں کو عبور کرنا ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں بھارت میں خالصتان، آسام، تامل ناڈو، ناگالینڈ، جھاڑ کھنڈ، نتھلائی اور میزورام جیسی 14 کے قریب علیحدگی کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ پاکستان پر حملہ کی صورت میں یہ تحریکیں زور پکڑ سکتی ہیں کیونکہ بھارت کی ساری فوج کشمیر، چین، سیاچن، بنگلہ دیش اور پاکستان کے ساتھ برسرپیکار ہو گی۔

غرض بھارت کا اتحاد ایک غیر فطری مصنوعی اتحاد ہے، خود بھارت کا کہنا ہے کہ خود کو متحد رکھنے کیلئے ہمیں کشمیریوں کو دبا کر رکھنا ہو گا، لیکن کشمیری بھارت کے مصنوعی اتحاد کی قیمت اپنے خون سے ادا کیوں کریں؟ ان حالات میں نیوکلیئر بم بھارت تو چلا سکتا ہے، مگر پاکستان کو بم چلانے کی کیا ضرورت ہے، کیونکہ مٹھی بھر مجاہدین بھارت پر نفسیاتی دباؤ بڑھا رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ پاکستان مسئلہ کشمیر پر عالمی سطح پر تنہا ہو گیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ 147 ممالک میں سے کتنے ملکوں نے پاکستان سے کہا ہے کہ وہ کارگل سے نکل جائے؟ "جی۔ ایٹ" تو آٹھ ممالک ہیں۔ میں تو ویسے ہی ان کو "ڈی ایٹ" یعنی ڈرٹی ایٹ کہتا ہوں۔ کیا کسی سارک کے رکن ملک، بھوٹان یا مالدیپ نے کہا ہے کہ پاکستان کارگل سے نکل جائے۔ چین نے بھی نہیں کہا بلکہ چین نے تو نواز شریف صاحب سے

ملاقات کے بعد اپنی فوجوں کی بھارتی سرحد پر مشقیں شروع کردی ہیں۔ 52 اسلامی ممالک بھی مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی حمایت کرتے ہیں۔ کشمیر اور کارگل کے مسئلے پر پوری پاکستانی قوم تمام اختلافات بھلا کر متحد ہوگئی ہے اور کہتی ہے کہ قدم بڑھاؤ نواز شریف ہم تمہارے ساتھ ہیں، خود لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن نے "جہاد فنڈ" قائم کرکے تحریک جہاد کا آغاز کردیا ہے۔ یہ جہاد کشمیر کی برکتیں ہیں جس کی علامات اب ہمارے سامنے آرہی ہیں۔ پھر آخر مسئلہ کیا ہے؟ کشمیر کا مسئلہ حل کیوں نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ ایوب خان چین کے دورے پر ماؤزے تنگ سے ملے اور روایتی طور پر انہیں مسئلہ کشمیر کے بارے میں آگاہ کیا تو ماؤزے تنگ نے ایوب خان سے ایک ہی سوال کیا کہ:

"How serious are you about Kashmir."

یہ ایسا سوال ہے، جس کا جواب کسی پاکستانی کے پاس نہیں۔ اس کے باوجود کہ ہم کشمیر میں جانیں گنوا رہے ہیں، اتنی بڑی فوج کے اخراجات برداشت کررہے ہیں، کشمیر پر تین جنگیں لڑ چکے ہیں، لیکن "کیا ہم پاکستانی مسئلہ کشمیر کے حل میں سنجیدہ ہیں؟"

○

ذرا غور کریں کہ نواز کلنٹن مشترکہ اعلامیہ میں کیا کہا گیا۔ پہلے واجپائی کہتا تھا کہ پاکستان کارگل سے "گھس بیٹھئے" نکال دے، پھر ہم بیٹھ کر کشمیر پر بات کریں گے، مگر اب کلنٹن کہہ رہا ہے کہ کارگل سے اپنے حمایت یافتہ مجاہدین کو نکال دو، پھر میں خود "کوشش" کروں گا کہ پاکستان اور بھارت دونوں کو میز پر بٹھاؤں کیونکہ یہ دو طرفہ مسئلہ ہے۔

اس طرح پاکستان ایک قدم پیچھے چلا گیا ہے۔ اب ہم "اعلان لاہور" کے نہیں

بلکہ "اعلان نواز کلنٹن" کے پابند ہوگئے ہیں۔ اب ہمارا معاملہ ایک سپر پاور کے ساتھ ہے، جسے ہم جھوٹ بول کر دھوکا نہیں دے سکتے، جس طرح اندرون ملک سپریم کورٹ پر حملے کرکے ہم انکار کرسکتے ہیں، اس طرح دوسرے معاملات پر تو جھوٹ بول سکتے ہیں، مگر عالمی طاقتوں سے غلط بیانی کیسے کی جاسکتی ہے۔ ہم جو کام نہیں کرسکتے، امریکہ کو صاف کہنا چاہئے تھا کہ ہم یہ کام نہیں کرسکتے۔ امریکی کانگریس پاکستان کی پارلیمینٹ کی طرح نہیں ہے، وہاں امریکی صدر کسی ملک کے ساتھ جو کمٹمنٹ کرتا ہے اس کا جوابدہ ہوتا ہے۔

بہرحال ہم آج بھی نواز کلنٹن مشترکہ اعلامیہ کے ٹریپ سے نکل سکتے ہیں کہ امریکہ سے کہہ دیں کہ شملہ معاہدہ جن حالات میں ہوا تھا، اس کی کوئی اخلاقی حیثیت نہیں تھی۔ ہمارے ہاتھ پاؤں بندھے تھے۔ ملک ٹوٹ چکا تھا، 90 ہزار فوجی دشمن کے قیدی تھے۔ پھر 62ء کی رعایت کی وجہ سے 65ء کی جنگ ہوئی تھی۔ 66ء کا معاہدہ تاشقند 71ء میں بھارتی جارحیت کا سبب بنا اور آج تک کے معاملات سب شملہ معاہدہ کی وجہ سے خراب ہوئے۔

ہمارے حکمران کس کے کہنے پر یکطرفہ طور پر امریکہ سے یہ کہتے ہیں کہ کارگل میں مجاہدین ہمارے حمایت یافتہ تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب "اعلان لاہور" پر دستخط ہورہے تھے تو ہم کارگل میں مجاہدین داخل کرنے کی تیاریاں کررہے تھے۔

اس مشترکہ اعلامیہ کے حق میں ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ بھارت حملہ کرنے والا تھا۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر جنگ بھارت کی اتنی ہی مجبوری بن گئی تھی تو گزشتہ دل سال کی تحریک کے دوران اس نے کیوں حملہ نہیں کیا...... بلاشبہ ہم نے ہی بھارت کو "رعایتیں" دیں کہ ہم امن پسند ملک ہیں، لیکن اگر کشمیریوں نے مجبور ہوکر بھارت کے خلاف ہتھیار اٹھالئے اور بھارت نے زچ ہوکر پاکستان کو سبق سکھانے کیلئے اس پر

جنگ مسلط کردی، تو وہ کونسی غیرت مند قوم ہے، جو جارحیت کی صورت میں جنگ سے باز آجائے۔ حدیث میں بھی آتا ہے کہ جنگ سے پہلے جنگ ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کرو، لیکن دشمن اگر جنگ مسلط کردے تو پھر اللہ کے بھروسے پر ڈٹ جاؤ۔ آج حیرت انگیز طور پر قوم متحدہ ہو چکی ہے اور جہاد کیلئے ذہنی طور پر تیار ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اعلان واشنگٹن کے نتیجے میں جنگ نزدیک آگئی یا دور ہو گئی، جی ہاں جنگ مزید قریب آگئی ہے کیونکہ ہم مزید تنہا ہوگئے ہیں۔ اب ہم امریکہ کے پابند ہوگئے ہیں اور گیند امریکہ نے مکمل طور پر نواز شریف کے کورٹ میں پھینک دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ میاں صاحب اس معاہدے پر عملدر آمد کیسے کروائیں گے؟ بالفرض اگر مجاہدین واپس آنے پر آمادہ ہو جائیں تو بھی وہ بھارتی آرٹلری کے فائر کے سامنے کس طرح مورچوں سے نکل سکتے ہیں؟

اس اعلامئے پر عملدر آمد کی صورت میں مجاہدین اور فوج میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اگر فوج انکار کردے تو پاکستان میں گھمبیر سیاسی بحران پیدا ہو جائے گا، اس طرح آپ نے فوج کو ایک بہت بڑے امتحان میں ڈال دیا ہے۔

یہاں پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں کہ آخر امریکہ ہر مرتبہ ہمیں ڈرا دھمکا کر ہم سے اپنی مرضی کے کام کروالیتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھول جائیں کہ امریکہ ہمارا حشر بھی عراق والا کر سکتا ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہم بالکل مختلف ملک ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا ہم فی الواقع ایک جمہوری ملک ہیں۔ کیا جمہوریت میں فرد واحد ساری قوم کی امنگوں کے خلاف کسی بھی ملک سے کوئی معاہدہ کر سکتا ہے اگر ہم اکیسویں صدی میں بھی ایسے "معاہدے" قبول کرتے رہے تو مورخ ہمیں بحیثیت قوم موردالزام ٹھہرائے گا۔ اس کا نتیجہ انتہائی بھیانک ہوگا اور اگر فوج نے مجاہدین کے خلاف کارروائی کو قبول کیا تو وہ بھی اس کی ذمہ دار ہوگی۔ کبھی آپ کشمیر جا کر دیکھیں،

وہاں عوام اور جوانوں میں کس قدر جذبہ ہے۔ کیا کلنٹن، واجپائی اور نواز شریف مل کر امید کی اس شمع کو بجھا دینا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے لیڈر سے ایک تاریخی فاش غلطی ہو چکی ہے۔ اب اس قوم کو اعلامئے کے خلاف تاریخی مظاہرے کر کے اس کو واپس کروانا ہوگا۔ وگرنہ

ہماری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی حکومت پر پر زور دباؤ ڈالیں کہ وہ اس معاہدے سے رجوع کر کے اسے ختم کردے۔ دوسری اہم بات یہ کہ آزاد کشمیر کو مجاہدین نے اپنی قربانیوں سے 1949ء میں آزاد کروایا تھا۔ آج بھی مجاہدین نے ہی کارگل کا علاقہ آزاد کروالیا ہے۔ لہٰذا فوری طور پر آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی ان تمام مزید آزاد کردہ علاقوں کو آزاد کشمیر کا آئینی حصہ بنانے کا اعلان کردے۔ کیونکہ اس صورت میں پاکستان کی مسلح افواج استصواب رائے تک کشمیر اور پاکستان کی حفاظت کی ذمہ دار ہوں گی۔

○

10 جولائی کو نسیم زہرا نے روزنامہ نیوز میں وزیراعظم میاں نواز شریف کے دورہ امریکہ اور واشنگٹن اعلامیہ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

ابھی پاکستانی عوام یہی اندازے لگا رہے تھے کہ وزیراعظم نواز شریف کے اچانک دورۂ واشنگٹن کا سبب کیا تھا، کہ اسی دوران 4 جولائی کو نواز کلنٹن مشترکہ علامیہ آگیا اور اس نے اس بات کا انکشاف کردیا، جس کی توقع کی جارہی تھی۔ اس اعلامئے میں کہا گیا کہ دونوں فریق "1972ء کے شملہ معاہدے" کے مطابق لائن آف کنٹرول کا احترام کریں۔ نواز شریف نے لائن آف کنٹرول کی بحالی کے لئے "ٹھوس اقدامات" کرنے

پر اتفاق کیا۔ دونوں نے اس امر پر بھی اتفاق کیا کہ "لاہور میں شروع کئے جانے وا
مذاکرات کشمیر سمیت تمام مسائل کو حل کرنے کا بہترین فورم ہیں۔" کلنٹن نے بھ
پاکستان کی جانب سے لائن آف کنٹرول کے قیام کے اقدامات کئے جانے کی شرط کے
ساتھ "باہمی کوششوں کی تیزی سے بحالی کے لئے حوصلہ افزائی کرنے میں" ذا
دلچسپی لینے کو کہا۔

مشترکہ اعلامئے پر امریکیوں کا واضح نقطہ نظر دفتر خارجہ کے عہدیداروں کی پریس
کانفرنس کے ذریعے سامنے آیا۔ نواز شریف کے دورے کے بارے میں انہوں نے ک
کہ "وزیر اعظم نے صدر سے پوچھا کہ "کیا وہ ایک ہنگامی وجہ سے واشنگٹن آسکتے ہیں
اور کلنٹن نے انہیں اسی دوپہر اس کی دعوت دے ڈالی۔" لائن آف کنٹرول کی بحا
سے متعلق امریکی عہدیداروں نے امریکہ کا یہ نقطہ نظر دوہرایا کہ "ہماری پوزیشن
ہے کہ لائن آف کنٹرول کے پار جو قوتیں ہیں، ان کے پاکستان واپس جانے ک
ضرورت ہے" اور ایسا بہت ہی "عجلت کے احساس" کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔ ہم بہ
تھوڑے وقت میں مثبت اقدامات چاہتے ہیں۔ اس ملاقات کا مقصد لازمی طور پر کارگل
کے بحران کا حل تھا۔

امریکی عہدیداروں نے نواز کلنٹن ملاقات میں 1984ء میں سیاچن پر قبضے سمیت
لائن آف کنٹرول کی ماضی میں کی جانے والی بھارتی خلاف ورزیوں یا کشمیر کے مسئلے کے
حل کے بارے میں بات چیت کے مفروضے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ "آج کی
ملاقات اس معاہدے کی تاریخ یا کشمیر کے بحران کی تاریخ کے بارے میں نہیں تھی۔
بات چیت کارگل میں قبضے میں لئے جانے والی چوکیوں سے پیدا ہونے والی مخصوص
صورتحال اور اس سے نمٹنے کے بارے میں تھی۔"

پاکستان نے واشنگٹن کے تقاضے جو درحقیقت بھارت کے تقاضے تھے، ان ک

ترتیب کا تذکرہ کرتے ہوئے عہدیداروں نے کہا کہ "ہمارا نقطہ نظر ہے کہ لائن آف
کنٹرول کے دوبارہ قیام، اس کے بعد اختلافات کے خاتمے اور اعلان لاہور کے عمل پر
واپسی کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جانے چاہئیں۔" تنازع کشمیر میں امریکی ثالثی کو م
مسترد کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا کہ "ان مسائل کو حل کرنے کا بہترین فورم باہمی
مذاکرات ہیں۔" کلنٹن نے پاک بھارت باہمی مذاکرات کی بحالی کی "حوصلہ افزائی" کا
ذاتی وعدہ کیا تاہم یہ بھی واضح کیا کہ "اس ملاقات کا مقصد اس تازہ بحران پر قابو پانا
ہے۔ جو کئی ہفتوں سے جاری ہے۔"

امریکی عہدیداروں نے کہا کہ کلنٹن مسئلہ کشمیر میں دلچسپی لے رہے ہیں "صدر کو
اس میں دلچسپی ہے۔" اس مسئلے پر انہوں نے پچھلے سال نائب وزیر خارجہ ٹالبوٹ اور
ایک یا دو عہدیداوں کو مامور کیا۔ مسئلہ کشمیر پر واشنگٹن کے نقطہ نظر کا تذکرہ کرتے
ہوئے عہدیداروں نے کہا کہ "بہتر، ہم مسئلہ کشمیر کی تاریخ سے بخوبی واقف ہیں۔"
حقیقت میں اگر آپ میں سے کوئی چاہتا ہے تو وہ وزیر خارجہ البرائٹ کے والد کی کتاب
"کشمیر میں خطرہ" پڑھ سکتا ہے۔ یہ کتاب انہوں نے اقوام متحدہ کے پہلے کمیشن میں
شامل رکن کی حیثیت سے لکھی۔ ہم تاریخ اور جو کچھ کہا گیا ہے اور جو کچھ کیا گیا ہے،
سب سے بخوبی آگاہ ہیں۔

امریکی بیانات کے برعکس پاکستانی عہدیداوں کے بیانات میں تسلسل اور اکثر
اوقات سچ کا بھی فقدان تھا۔ پاکستانی عہدیداروں نے دعویٰ کیا کہ مسئلہ کشمیر اور اسے
باہمی مذاکرات سے حل کرنے کی اہمیت کے بارے میں پاکستان اور امریکہ کے خیالات
ایک جیسے ہیں۔ امریکی انتظامیہ کے اس یقین کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ اس مرحلے پر
لازمی طور پر لائن آف کنٹرول کے احترام کو بحال کرنے کے لئے صرف پاکستان کو
اقدامات کرنے چاہئیں۔ مشترکہ اعلامئے کے متن کے اس حوالے سے کہ لائن آف

کنٹرول کا دونوں ملکوں کو احترام کرنا چاہئے، ترجمان نے کہا کہ "یہ مثبت پیش رفت ہے جو پاکستان کی اس پوزیشن کو جائز ٹھہراتی ہے کہ دونوں ملکوں کو لائن آف کنٹرول کا احترام کرنا چاہئے اور مسئلہ کشمیر کے حتمی حل کے لئے کام کرنا چاہئے۔" بھارت کے وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے لائن آف کنٹرول سے منسلکہ سیاچن کے مسئلے کو مسترد کرتے ہوئے 5 جولائی کو سی این این پر انٹرویو دیتے کہا کہ "سیاچن لائن آف کنٹرول کا حصہ نہیں ہے۔"

یہ بات نوٹ کی جانی چاہئے کہ دفتر خارجہ کے ترجمان نے حکومت کے پہلے سے اختیار کئے گئے موقف کہ کشمیر اور کارگل کے مسئلے کو ایک ساتھ حل کیا جائے گا، خیر باد کہہ دیا اور واشنگٹن میں یہ کہا کہ "مجاہدین نے مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی رنگ دے کر اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے اس لئے کارگل میں مزید لڑنے کی ضرورت نہیں۔" اخباری اطلاعات کی بازگشت کے مطابق "ہم نے کارگل میں حال ہی میں جو کچھ دیکھا ہے وہ پیچھے کی جانب ایک قدم ہے۔"

○

نواز کلنٹن ملاقات کے بارے میں امریکیوں کی وضاحت کے بعد اس بارے میں ابہام کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پاکستان نے بڑے طمطراق سے جی۔ ایٹ اور بھارت کی جانب سے کیا جانے والا مجاہدین کے "انخلاء" کا مطالبہ مان لیا اور اس کے جواب میں بھارت کی رضامندی اور امریکہ کی لاہور میں شروع کئے جانے والے مذاکرات کو جاری رکھنے کی حوصلہ افزائی ملی۔ یہ سب کچھ ہوم گراؤنڈ پر اعلان کردہ امور سے واضح تضاد رکھتا ہے۔ انخلاء کا کیا مطلب؟ پاکستانی فوج کا انخلاء؟ کیا وہ کنٹرول لائن کی ہماری جانب نہیں ہیں؟ اور کیا مجاہدین مقبوضہ کشمیر کے باشندے نہیں ہیں؟

امریکیوں نے پاکستان پر کون سا دباؤ ڈالا ہے۔ جس نے پاکستان کے موقف کو بالکل الٹ کر رکھ دیا ہے؟ خاص طور پر ہمارے وطن کے پلے بڑھے بہادر اور بے باک وزیر اعظم کی پوزیشن کو۔

واشنگٹن میں چاہے کچھ بھی فیصلہ اور مذاکرات ہوئے ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کی سویلین قیادت مکمل کنٹرول میں ہے تاہم "خاکیوں" کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ ہونا چاہئے اور جیسا کہ سویلین قیادت نے نیوکلیئر مسئلے، بھارت سے متعلق پالیسی، سی ٹی بی ٹی اور اب کارگل دراس کے معاملے پر کیا ہے؟ امریکی وزارت دفاع سے خود مختاری سے مذاکرات کرنے والے وہ "اکیلے رینجر" نہیں ہیں۔ یہ تاریخ ہے۔

آخر کار وہ کیا بات تھی، جس نے وزیر اعظم کو واشنگٹن کی طرف دوڑایا، بظاہر انہیں اطاعت گزار کی طرح جانا پڑا اور فرمانبرداری کی دستاویز پر دستخط کرنے پڑے؟ اگر نواز شریف نے بھارت اور جی۔ ایٹ ممالک کے مطالبے کو ہی منظور کرنا تھا تو پھر انہیں راتوں رات سات سمندر پار جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگرچہ قومی دن کے استقبالئے میں یونائیٹڈ سٹیٹس انفارمیشن سروس کے ایک عہدیدار نے ایک مقامی صحافی کو یہ کہہ کر منانے کی کوشش کی کہ وزیر اعظم نے صدر کو بتایا کہ انہوں نے کارگل سے انخلاء شروع کر دیا ہے اور یہی بات نواز شریف کو کلنٹن کی جانب سے دعوت دیئے جانے کا باعث بنی۔ اس بارے میں مزید فراخدلانہ تشریحات بھی ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ نواز شریف روبرو ملاقات کے قائل ہیں۔ وہ کلنٹن کو ذاتی طور پر پاکستان کی امن کے لئے خواہش سے آگاہ کرنے کے لئے گئے یا پھر وہ یہ وعدہ کرنے کے لئے گئے کہ وہ مجاہدین کو نکالنے کے لئے اپنا ذاتی اثر و رسوخ استعمال کریں گے۔ مجاہدین سے انخلاء کی درخواست کرنے کے بعد نواز شریف یہ استدلال کر سکتے تھے کہ خود مختار مجاہدین

کارگل اور دراس کا علاقہ خالی نہیں کریں گے۔

انخلاء جسے امریکی "پاکستانی قوتوں" کا انخلاء کہتے ہیں، اس سے پاکستان کے اس موقف کی تردید ہوتی ہے کہ پاکستانی فوجیں کنٹرول لائن پر ہیں اور یہ کہ وہ کنٹرول لائن کی بھارتی جانب پر نہیں ہیں؟ نواز شریف کے واشنگٹن کے اچانک دورے کی ایک وجہ بھارت کی جانب سے نئے محاذ کھول کر فوری حملے کا خطرہ بھی ہو سکتی ہے۔ اخبارات اور امریکی اس دورے کی چاہے کوئی بھی وجہ بتائیں، یہ دورہ بظاہر اطاعت گزاری کے ایسے مشروط معاہدے کے لئے تھا، جو تاشقند اور شملہ معاہدے سے بھی بدتر تھا۔ تاشقند کا معاہدہ برابری کی بنیاد پر تھا، جس کے تحت دونوں ممالک نے مقبوضہ علاقے خالی کئے تھے۔ 1971ء میں ہماری فوج شکست خوردہ تھی اس لئے کامیابی کا کوئی پہلو نہ نکلا، ہم نے کارگل اور اس کے ملحقہ علاقے کھوئے، لیکن کشمیر پر ہمارا جائز موقف برقرار رہا۔

قوم یہ جاننے کا حق رکھتی ہے کہ کلنٹن کی مداخلت کے نتیجے میں پاکستان نے کیا پایا؟ مشرا نائیک کی خفیہ سفارتکاری کے سامنے آنے اور دہلی میں پاکستان مخالف شور وغوغا اور جنگی جنون کے پیش نظر یہ بظاہر ممکن نہیں کہ واجپائی پاکستان کی جانب سے کارگل اور دراس سے انخلاء کے جواب میں کچھ دینے کی پوزیشن میں ہیں۔ وزیراعظم کس لئے واشنگٹن دوڑتے ہوئے گئے اور اس سے کیا نجات ملی۔ اس کے بارے میں بتایا جانا چاہئے۔ قوم کو اس محرک کے نیک و بد کا علم ہونا چاہئے جمعہ کو ہونے والی ڈیفنس کونسل میٹنگ میں کارگل کشمیر پالیسی پر حتمی فیصلے نہیں کئے گئے تھے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ وہی افراد، جنہوں نے کارگل کشمیر پالیسی پر خوف و ہراس پھیلایا تھا اور پیچھے ہٹنے اور جان بچانے کا فارمولا پیش کیا تھا، نواز شریف کے دورۂ واشنگٹن میں وہی ان کے ساتھ تھے۔

حقیقت میں نواز کلنٹن ملاقات کے بارے میں اخبارات ہمیں جو کچھ بتاتے ہیں اور

جو کچھ کہا نواز شریف کے پاس سے زیادہ کلنٹن کو دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ جب زمینی صورتحال مکمل طور پر پاکستانی فوج اور مجاہدین کے حق میں تھی اور جب فوج اور مجاہدین کی اطلاعات کے مطابق کم سے کم ایک سال سے برقرار تھی تو ایسے میں کس نے خوف و ہراس پھیلایا؟ بھارتی حملے کا خوف اپنی جگہ لیکن قومیں خطروں سے آزاد پالیسیاں کب بناتی ہیں؟ کیا یہ بھارتی ہی نہیں تھے، جن کے لداخ، لیہہ اور سیاچن میں پچاس ہزار سے زائد فوجیوں کی رسد بند ہو گئی تھی اور ان کا دم گھٹ گیا تھا؟ کیا یہ کم مورال والی بھارتی فوج نہیں تھی جو آزادی پسندوں سے لڑ رہی تھی، جو کارگل میں بھاری نقصان اٹھا رہی تھی۔ کیا اس کے علاوہ اور بھی عوامل ایسے نہیں تھے، جو بھارت کو پاکستان کے خلاف نئے محاذ کھولنے سے باز رکھنے والے تھے؟ کیا یہ بھارتی ہی نہیں تھے، جو مایوسی میں گالیاں دے رہے تھے، سرکش ریاست، سرکش فوج اور "ایک بڑی اسلامی سازش" کا واویلا کر رہے تھے۔

نواز کلنٹن ملاقات سے لگتا ہے کہ سب ملبہ پاکستان پر گر گیا ہے۔ اچانک پاکستان بہت کمزور ہو گیا۔ جب تک وزیراعظم واشنگٹن میں ہونے والے معاملے کی ٹھوس وضاحت نہیں کرتے، نواز کلنٹن ملاقات کا پاکستانیوں، کشمیریوں اور فوج کے مورال پر اثر وحشیانہ حملے سے کم نہیں ہو گا۔ پاکستان کا جھگڑا بھارت کے ساتھ تھا، امریکہ کے ساتھ نہیں۔ کلنٹن کے ساتھ ملاقات کر کے سطحی معیار کی ساکھ بنانے سے کیا حاصل ہو گا، کیا اس کے نتیجے میں پاکستان اس امریکہ کی سیکورٹی کا حصہ نہیں بن جائے گا، جو بھارت کو اپنا "فطری حلیف" گردانتا ہے۔ کلنٹن کی ذاتی سطح پر اچھائی کے باوجود واشنگٹن اور دہلی مسئلہ کشمیر پر کسی بھی سطح پر اس وقت تک کوئی تحریک پیدا نہیں کر سکتے جب تک بھارت لائن آف کنٹرول کو پاکستان کی مستقل سرحد ماننے پر تیار نہیں ہو جاتا۔

دریں اثناء کلنٹن کے ساتھ کئے گئے معاہدے پر عملدرآمد آسان نہیں ہو گا۔ اس

معاملے میں بہت سے عوامل مجاہدین، کشمیری مجاہدین کے منظم پاکستانی حامی، سیاسی ز
بنانے کے خواہاں سیاسی جماعتیں اور فوج بھی کارفرما ہوگی۔ ہو سکتا ہے نواز شریف
واشنگٹن میں کئے گئے معاہدے کے اپنی جماعت میں سے بھی حامی نہ ملیں۔ اِ
معاہدے سے بین الاقوامی سطح پر مسئلہ کشمیر پر پاکستان کے موقف پر بھی منفی اثرا
مرتب ہوں گے۔

○

11 جولائی کو ایاز امیر نے روزنامہ ڈان میں ایک کالم بعنوان "کارگل فتح معکوس"
کے عنوان سے لکھا جس نے کئی سوالات قارئین کے ذہنوں میں پیدا کر دیئے۔ ایاز
امیر لکھتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مادر زاد اندھوں اور جاہلوں کو بھی یہ صاف نظ
آنے لگا تھا کہ کارگل مہم اگر بالکل ہی احمقانہ نہیں، تو ناقابل فہم و قیاس اقدام ضرور
تھا۔ یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ نتیجے کے طور پر پاکستان کو اپنے جرأت مندانہ اور بہادرانہ
الفاظ ہی واپس نہیں لینا پڑیں گے، بلکہ اپنے فخر و افتخار کو بھی ختم کر کے مراجعت اختیار
کرنا پڑے گی۔ یہ احساس خاص طور پر نیاز نائیک کے نئی دہلی کے خفیہ دورے کے بعد
پیدا ہوا، جو بھارت کو کسی معاہدے پر رضامند کرنے کی ایک مایوسانہ کوشش تھی، تاکہ
صورتحال سے نجات پانے کے لئے ہمیں عزت بچانے کا کوئی راستہ مل سکے۔

یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ جب بلند پروازی ختم ہوگی، تو اتنی بری طرح سے سر کے
بل گرنا ہوگا اور یہ کہ اس عمل میں ہمارے باقی ماندہ قومی وقار کے بھی چیتھڑے اڑ
جائیں گے، جس سے عقوبتوں کا حکم سنانے والے بھی حیران رہ گئے، زندگی سے بیزار
لوگوں کا ایک گروہ بھی اگر کوئی مسودہ تیار کرتا، تو وہ واشنگٹن میں "بھاری مینڈیٹ" کی

صرف ایک اکیلی کارکردگی کا مقابلہ نہ کر سکتا۔

یہاں اعلان واشنگٹن کے پوشیدہ مطالب کی وضاحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
یہ بیان ابہام سے مبرا ہونے کی ایک مثال ہے۔ جس میں پاکستان کی توہین اپنے عروج
پر پہنچی ہوئی ہے اور جس سے کوئی شکوک پیدا نہیں ہوتے۔ اگر اب بھی یہ دعویٰ کیا جا
رہا ہے کہ یہ کشمیر کے مسئلے کے حل کی طرف ایک اہم قدم ہے، تو اس سے صرف اسی
نظریئے کی توثیق ہوتی ہے کہ پاکستان میں کسی متزلزل حکومت کا آخری سہارا ہمیشہ
ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔

اول الذکر نکتے پر غور کریں۔ اس وقت یہ پاکستان کی مراجعت نہیں۔ کارگل مہم
کی نوعیت کے پیش نظر یہ حقیقت کہ منصوبہ بندی کرتے وقت فوج کی ہائی کمان نے
حقائق کا احساس کرنے کے بجائے بے بنیاد مفروضوں کو سامنے رکھا، اس کے نتیجے میں
پاکستان کے لئے واپسی کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہ تھا۔ حقیقت یہی ہے خواہ اپنے آپ کو
جنرل رومیل سمجھنے والے لال بجھکڑ جو جی چاہے کہیں۔ بھارتی فوج کو پریشان کرنے
کے بہانے سے کارگل آپریشن کا مقصد سمجھ میں آ سکتا تھا، مگر کارگل کی پہاڑیوں پر
مستقل طور پر قبضہ کرنا ایک پاگل پن تھا، کوئی بھی ملک چاہے بھارت ہو یا پاکستان، اپنے
زیر قبضہ علاقے میں ناجائز مداخلت برداشت نہیں کر سکتا۔ اس وقت ہمارے واپس
آنے کا طریق کار وہی ہے، جس پر ہمارے دونوں رہنما متفق ہیں۔

پاکستان میں آپ کو بسمارک اور نپولین سمجھنے والوں پر آخر کار یہ عیاں ہوا کہ
کارگل پر حملہ ایک فاش غلطی تھی، تو اس وقت بھی خطرے کی کوئی بات نہیں تھی،
پاکستان کے پاس ابھی تک کئی اختیارات (آپشنز) تھے، جن پر اگر دانشمندی سے عمل کیا
جاتا تو قومی وقار کو معمولی نقصان کے بدلے میں واپسی اختیار کی جا سکتی تھی۔ ہم
بھارت کے ساتھ اپنے معاملات طے کر سکتے تھے اور اسے کہہ سکتے تھے کہ یہ اقدام،

ایک غلطی تھا، جس کا ہم اب ازالہ کرنا چاہتے ہیں، بشرطیکہ:

1۔ لائن آف کنٹرول کے ساتھ لڑائی جھگڑے بند کئے جائیں اور

2۔ یہ کہ بھارت اسے ہماری شکست نہ سمجھے۔

یہ طریق کار موجودہ اپنائے گئے طریق کار سے کہیں بہتر ثابت ہو سکتا تھا۔ مگر اس کام کے لئے تدبر کی ضرورت تھی اور یہ ایک ایسی صلاحیت ہے کہ بحران شروع ہونے کے بعد جس کا وجود اسلام آباد میں نظر نہیں آیا۔ چنانچہ پاکستان کی جنگی قیادت وہی کچھ کرتی ہے۔ جو اس کی جبلت کا حصہ ہے یعنی دست بستہ ہو کر واشنگٹن جانا اور ایک غیر معمولی بیان پر متفق ہونا، جس سے ہم کارگل کی فاش غلطی کا ازالہ کر سکیں۔

اس صورتحال میں ہمدردی کا ایک پہلو بھی شامل ہے یعنی امریکہ کے صدر کی طرف سے یہ وعدہ کہ لائن آف کنٹرول کی بحالی کے لئے ٹھوس اقدامات طے کئے جائیں...... جس کا مطلب ہے کہ ہم اپنی غلطی کا ازالہ کر لیں...... تو وہ بھارت اور پاکستان کے درمیان دو طرفہ مذاکرات دوبارہ شروع کرنے میں "ذاتی دلچسپی" لیں گے۔ ایک ایسی قیادت، جسے قومی وقار اور افتخار کا کوئی احساس نہ ہو، ہی ایک کھوکھلے وعدے کو ہمارے شہیدوں کے خون کا متبادل سمجھ سکتی ہے۔

پاکستان کے موقف کی ایک اور مکمل تردید کا اور بھارتی موقف کی مکمل حمایت کا تصور کرنا بھی تکلیف دہ ہے۔ اس کے باوجود سرکاری ڈھنڈورچی اور پاکستان ٹیلی ویژن، جو حکومت کے ہر اشارے کے مطابق رقص کرنے پر مجبور ہے، اب بلیئر ہاؤس، واشنگٹن میں کئے گئے معاہدے کو فروخت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ویانا کی کانگریس کے بعد اسے سب سے بڑی سفارتی فتح قرار دے رہے ہیں۔

پاکستان کے عوام حیران نہیں، وہ حواس باختہ ہیں، کیونکہ یہ صورتحال وہ نہیں، جس کی انہیں امید دلائی گئی تھی۔ دو فریق، جو حیران رہ گئے ہوں گے، وہ بل کلنٹن اور

ل بہاری واجپائی ہیں۔ جب نواز شریف صاحب نے کلنٹن کو ٹیلیفون کیا اور فوری قات کی درخواست کی تو امریکی صدر، جو یقینی طور پر بے وقوف نہیں ہیں، نے پلک جھپکنے میں اندازہ لگا لیا ہو گا کہ پاکستانیوں کا دم خم ختم ہو چکا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا شکل نہیں کہ امریکی صدر بھی پاکستانی قیادت کی اس بے پناہ خواہش پر حیرت زدہ رہ ئے ہوں گے، جو خود آ کر ایک یکطرفہ دستاویز پر دستخط کرنا چاہتی تھی۔

اسی انداز میں واجپائی بھی حیران رہ گئے ہوں گے۔ کسی حد تک کامیابیاں حاصل ر لینے کے باوجود بھارتی فوج کارگل اور دراس میں مشکل وقت گزار رہی تھی۔ طرناک علاقہ، شاطر دشمن اور بھاری ہلاکتیں ایسی چیزیں نہیں، جسے کوئی بھی فوج پسند رتی ہو۔ ذرا تصور کریں کہ نئی دہلی میں کتنا سکون ملا ہو گا، جب کلنٹن نے ٹیلیفون کر کے بتایا ہو گا کہ پاکستانی قیادت اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کرنا چاہتی ہے اور اس کے بدلے میں اس کا صرف یہ مطالبہ ہے کہ اس تبدیلی کو ان کی (کلنٹن کی) آشیرباد حاصل د۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا، اس سال خوردہ محاورے کو نئے معانی مل گئے ہیں۔

اگر مقابلتاً دیکھا جائے تو معاہدہ تاشقند اور معاہدہ شملہ فتح نظر آتے ہیں۔ تاشقند ں ایوب خان کی توہین نہیں ہوئی۔ اگرچہ سرکاری پروپیگنڈے کی وجہ سے پاکستان یں معاہدہ تاشقند کو برا بھلا کہا گیا، پھر بھی عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان یہ ایک اچھا معاہدہ ہے، جو ایک دوسرے سے لڑتے رہے ہیں۔ دوسری طرف شملہ میں پاکستان بہت غیر موافق صورتحال میں تھا، کیونکہ اسے بھارت کے ہاتھوں توہین آمیز شکست برداشت کرنا پڑی تھی۔ پھر بھی اس ہلاکت خیز سانحہ کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کے اس وقار اور عزت کو بحال رکھا، جو باقی بچ رہے تھے۔ لیکن اعلان واشنگٹن سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس قدر سرنگوں ہونے کے لئے کیا مجبوری درپیش تھی؟

ایسا کیوں ہوا ہے؟ اس کا جواب آسان ہے۔ پاکستان میں لیڈر شپ کا فقدان ہے۔
آئندہ پیش آنے والے حالات سے بے خبری کا فقدان اور سب سے اہم یہ کہ مضبوط
اعصاب ہے۔ جب آگے بڑھنے کا وقت آیا، تو سیاسی اور فوجی قیادت سرگرمی نہ دکھا سکی۔

کیا غارت گری کی اس صورتحال کے متعلق وضاحتوں کا مطالبہ کیا جائے گا؟ اس
سلسلے میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ نہیں، کیونکہ اس قسم کے پوسٹ مارٹم کی پاکستان میں
کوئی روایت نہیں۔ حکومت کی مشین چلتی رہے گی اور معاہدۂ واشنگٹن پر کسی رومن ر
کی طرح رنگ چڑھاتی رہے گی، جیسے کہ چڑھا رہی ہے۔ بسمارک، نپولینوں کا دفاع
کرتے رہیں گے اور نپولین، بسمارکوں کا۔

یہ بات یقینی ہے کہ پاکستانی فوج اور مجاہدین محسوس کریں گے کہ انہیں فریب د
گیا ہے۔ خود کشمیر کے موقف کو جان لیوا دھچکا لگا ہے۔ مگر اس بات کی پرواکس کو ہے
ہماری تاریخ میں پیش آنے والے بڑے بڑے حادثات ذہنوں سے نکل چکے ہیں
کارگل میں پیش آنے والی ذلت و خواری بھی (یا یہ واشنگٹن کی تذلیل ہے؟) جلد
فراموش کر دی جائے گی۔

ان سب باتوں کے باوجود، کیا اب کرنے کو کچھ نہیں رہا؟ آغاز کرتے ہوئے
شاہین اور غوری میزائلوں کے تمام ماڈل اور چاغی پہاڑیوں کے تمام نمونے اور نقلیں
جو ہمارے متعدد شہروں کی زیبائش بنی ہوئی ہیں، آدھی رات کے وقت ایک سادہ سی
تقریب میں ہماری بحریہ کے ایک بہترین بحری جہاز پر رکھ کر دور لے جا کر بحیرۂ عرب
کے گہرے پانی میں ڈبو دینی چاہئیں۔ اگر اس بحران سے کچھ حاصل ہوا ہے، تو یہ کہ
نیوکلیئر ہتھیاروں کی موجودگی بھی احمقانہ فیصلوں کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔

مزید برآں، اگر وزیراعظم اور آرمی چیف یہ کر سکتے ہوں تو انہیں کچھ عرصے
کے لئے کچھ نہیں کہنا چاہئے، نہ وضاحتیں اور نہ بہادرانہ بیانات۔ پاکستانی عوام کے

وں پر نمک نہ ہی چھڑکا جائے تو بہتر ہے۔

○

لیفٹیننٹ جنرل (ر) جاوید ناصر کا شمار پاکستان کے دانشور جرنیلوں میں ہوتا ہے۔
پ آئی۔ ایس۔ آئی کے سابقہ ڈائریکٹر جنرل بھی رہے ہیں۔ جنرل ناصر نے
یراعظم کی طرف سے مجاہدین کی کارگل سے واپسی کی اپیل اور امریکی دورے پر ایک
نمون "کارگل فروختگی یا دانشمندانہ فیصلہ" 17 جولائی کو لکھا۔ جنرل صاحب کہتے ہیں۔

گزشتہ ہفتے میاں نواز شریف نے وہی کچھ کیا جو وہ گزشتہ پانچ ماہ سے مختلف مواقع پر
تے آ رہے تھے۔ 21 فروری 99ء کو اعلان لاہور کی صورت میں انہوں نے جس
ارحیت برائے امن کا آغاز کیا تھا اس کیلئے دقیقہ فروگذاشت نہ کیا نجی طور پر وہ اس
خواہش کا اظہار بھی کرتے رہے ہیں کہ ہمیں نئی صدی میں فخر سے داخل ہونا چاہئے اور
اللہ نے مسلمانوں کی قسمت میں لکھ دیا ہے کہ وہ دنیا کیلئے قابل تقلید مثال بن جائیں۔

امن کے فروغ کیلئے میاں صاحب کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے وزیر
جہ سرتاج عزیز کو بھارت کے دورے پر بھیجا۔ پی اے ایف کے فالکن طیارے میں
راے نائیک کا پراسرار دورہ بھارت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ مسئلہ کشمیر کو
ل کرنے کیلئے میاں صاحب نے دنیا کے خطے میں اپنے ایلچی روانہ کئے انہوں نے
ل زینی پر واضح کر دیا کہ امریکہ کارگل تک مسئلے کو محدود نہ جانے بلکہ مسئلہ کشمیر ہے
ایٹمی فلیش پوائنٹ بن چکا ہے اس کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر یہ مسئلہ حل نہ
ا تو کارگل جیسے علاقے اس خطے میں کشیدگی کو ہوا دیتے رہیں گے۔ میاں صاحب کیلئے
انی جانوں کا ضیاع ناقابل برداشت ہے خواہ وہ مسلمان ہوں، ہندو سکھ یا عیسائی ہوں
یں کشمیر میں بھارتی فوجوں کے جبر و ستم کی پل پل کی رپورٹ ملتی رہی ہے کشمیریوں

کا جرم یہی ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حق خود ارادیت کا مطا
کرتے ہیں۔ میاں صاحب اس مسئلے کا پرامن حل تلاش کرنے کے بارے میں مسلس
غور و فکر کرتے رہے ہیں اعلان لاہور کی صورت میں انہیں امید کی کرن دکھائی
مجھے نہیں معلوم کہ انہیں کارگل کے مسئلے پر کیا بریفنگ دی گئی بہر حال یہ بات وا
ہے کہ عالمی سطح پر کشمیر کے مسئلے کو اجاگر کرنے کے سلسلے میں کارگل نے زبردس
کردار ادا کیا۔

سر تاج عزیز کے بعد میاں صاحب نے خود چین کا دورہ کیا انہوں نے مسئلے
پرامن حل تلاش کرنے کیلئے کوئی کسر نہیں چھوڑی میاں صاحب کی ہر اپیل
کوشش کے باوجود بھارتی قیادت کا رویہ غیر معقول اور ہٹ دھرمی پر مبنی رہا، واجپائی
ٹیلی فون پر دیئے گئے پیغامات کا بھی مثبت جواب نہ دیا گیا بھارتی قیادت پر ستمبر
ہونے والے الیکشن میں فتح حاصل کرنے کا خبط سوار ہے اس قیادت نے صرف ایک
رٹ لگا رکھی تھی کہ پاکستان پہلے کارگل کو خالی کرے اقتدار کی بھوکی یہ قیادت بھارت
کو ایٹمی جنگ کا ایندھن بنانے پر تلی ہوئی تھی۔

تنازعات کے حل کیلئے شملہ معاہدہ کی دو شقیں قابل ذکر ہیں، پہلی شق ک
مطابق بھارت اور پاکستان کو اپنے تنازعات دو طرفہ امور پر حل کرنے چاہئیں اگر
طرفہ طریقے سے مسئلہ حل نہ ہو تو دوسرے ذرائع اختیار کئے جائیں، شملہ معاہدے
27 سال ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک اس کی پہلی شق کے حل کیلئے دوسرے ذرائع اخ
کرنا ناگزیر ہو چکا ہے اعلان لاہور سے میاں نواز شریف کو جو امید نظر آئی تھی واجپ
اور ان کے ساتھیوں کے بیانات کے نتیجے میں وہ بھی ختم ہو گئی۔

کارگل کی خالی پہاڑیوں پر مجاہدین کا قبضہ اگر پاکستان آرمی کا منصوبہ بھی تھا تو ا
کیلئے وزیر اعظم کی طرف سے کلیرنس کی ضرورت نہیں تھی...... لیکن چونکہ اس

ذریعے بھارت کی سیاچن اور لاہور کے بارے میں دفاعی حکمت عملی پر زد پڑتی تھی اس
لئے بھارت کی طرف سے بھرپور جوابی کارروائی متوقع تھی اس منصوبے پر عمل کرنے
سے پہلے ضروری تھا کہ اسے ڈی سی سی کے فورم پر زیر بحث لایا جاتا محض اس خیال پر
تکیہ کیا گیا کہ کارگل پر قبضے کے بعد بھارت مذاکرات کی میز پر آنے پر مجبور ہو جائے گا
دراس کارگل روڈ لاشوں سے اٹ گئی سیاچن پر موجود بھارتی فوجی بھوک سے مرنے
لگے ان کی نظریں اپنی قیادت کی طرف اٹھی ہوئی تھیں انہوں نے دو طرفہ آپشن کو
پرے دھکیلتے ہوئے مشیر دفاع کو وزیر اعظم کی طرف روانہ کیا کشیدگی کو دور کرنے
کیلئے بھارتی سفیروں نے جی۔ ایٹ ممالک سے بھی رجوع کیا دراس کارگل روڈ کو خال
کرانے کی دو ناکام کوششوں کے بعد بھارتی فوج نے فضائیہ کو بھی استعمال کیا بھارت
تولنگ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اگر بھارت پر مزید دباؤ بڑھایا جاتا تو کشمیر کا بھولا ہوا مسئلہ دنیا
کے سامنے اجاگر کرنے کا مقصد پورا ہو جاتا۔

موقع ہاتھ سے نکل رہا تھا، کارگل میں حاصل ہونے والی کامیابی ہر گزرنے والے
دن کے ساتھ کم ہو رہی تھی بھارت تولنگ پہاڑیوں پر قبضہ کر کے دراس کارگل روڈ
کو جزوی طور پر کھولنے میں کامیاب ہو گیا تھا میاں نواز شریف کی طرف سے امن کیلئے
اٹھائے گئے ہر اقدام کا جواب بھارتی قیادت پاگلوں کی طرح دے رہی تھی اس
صورتحال میں میاں صاحب مکمل طور پر مایوس اور پریشان ہو چکے تھے ان کی
درخواست پر جونہی صدر کلنٹن کی طرف سے ملاقات کا گرین سگنل ملا وہ فوراً واشنگٹن
روانہ ہو گئے دونوں لیڈروں کی ملاقات کا نتیجہ اعلان واشنگٹن کی صورت میں نکلا اس
اعلان کے مطابق بھارت اور پاکستان کو کنٹرول لائن کا احترام کرنے کو کہا گیا ہے کشیدگی
کم کرنے کیلئے پاکستان کو کہا گیا کہ وہ ٹھوس اقدامات کرے جس کا مطلب تھا کہ بھارت
مخالف عناصر کا انخلاء اگرچہ اس کا اظہار ان الفاظ میں نہیں تھا نیز یہ کہ صدر کلنٹن اس

صورتحال میں ذاتی دلچسپی لیں گیان کا دورہ بھارت میں ہونے والے ستمبر کے الیکشن کے بعد متوقع ہے جس میں وہ نئی بھارتی قیادت سے تبادلہ خیال کریں گے۔

آیا کشمیر کا سودا کر دیا گیا ہے۔ یا یہ فتح خیالی ہے میاں صاحب نے حالات و واقعات کے تناظر میں جو کچھ کہا گیا اس کا بھرپور تجزیہ کیا جانا چاہئے۔

28 جون کو میں نے لکھا تھا کہ بھارت تولنگ پر قبضہ کر چکا ہے اس لئے دراس کارگل روڈ بھی کھل چکی ہے جنگ کا خطرہ ٹل چکا ہے۔ جنرل وی پی ملک کی طرف سے بار بار دھمکیوں کے باوجود بھارت لائن آف کنٹرول پار نہیں کرے گا۔ دراس کارگل روڈ پر توپ خانے سے فائر ممکن ہے مگر رات کو نہیں اس سڑک سے بھارت ڈیڑھ سے 200 تک گاڑیاں آسانی سے گزار سکتا ہے میری اس بات پر خاص لے دے ہوئی۔

جنگ کوئی کھیل نہیں...... اس مسئلے کو صرف سپاہیوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا ملٹری آپریشن کی مثال ڈس ان گائیڈ میزائل کی سی ہوتی ہے جسے ایک بار چھوڑ دیا جائے تو وہ واپس نہیں لایا جا سکتا کسی بھی ملک کو جنگ شروع کرنے سے پہلے ہزار بار سوچ لینا چاہئے مسئلے کا ہر طرف سے جائزہ لینے کے بعد مختلف ادارے حکومت کو مشورے دیتے ہیں تاکہ اسے ایک اچھا فیصلہ کرنے میں مدد ملے ہمارے پاس ڈی سی سی کی صورت میں اچھا فورم موجود ہے جس کی صدارت وزیراعظم کرتے ہیں اور جس کے ممبران میں چیئرمین جائنٹ سٹاف، تینوں افواج کے سربراہ، ڈی جی آئی، وزیر دفاع، وزیر خارجہ اور داخلہ امور کے وزراء وزیر اطلاعات وزیر خزانہ شامل ہیں۔ ڈی سی سی ضرورت پڑنے پر کسی دوسرے رکن کا انتخاب بھی کر سکتی ہے کمیٹی کا ہر رکن اپنے اپنے شعبے کے حوالے سے کسی بھی پیش کردہ مسئلے کا بھرپورہ جائزہ لے کر اپنی رائے دیتا ہے آخر میں وزیراعظم منصوبے کو قبول یا رد کرتے ہیں یا اس میں ضروری تبدیلی تجویز کرتے ہیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کارگل منصوبے کو اس پراسیس سے نہیں گزارا گیا اور یر سوچے سمجھے اس پر عمل کا آغاز کیا گیا کارگل کی خالی چوٹیوں پر قبضے کا خیال بہت اچھا ا اس میں تولنگ کا علاقہ بھی شامل تھا جس سے کارگل دراس روڈ پر نظر رکھی جا سکتی تھی اس منصوبے کی اصل افادیت تولنگ ہلز میں تھی اگر تولنگ ہلز پر اگست کے وسط تک قبضہ برقرار رہتا تو بھارت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتا تولنگ لائن آف کنٹرول سے سات کلو میٹر دور ہے اور لمبے عرصے کیلئے مجاہدین سپلائی جاری نہیں رکھ سکتے تھے شاید اسی لئے مجاہدین اس پر قبضہ برقرار نہ رکھ سکے۔ اگر بھارت تولنگ کا علاقہ لینے میں ناکام رہتا تو وہ آزاد کشمیر کے علاقے میں اپنی پسند کا محاذ کھول لیتا۔ ہمیں معلوم تھا کہ کشمیر میں ہماری پوزیشن کمزور ہے۔ ہمیں بھارت کی دکھتی رگ پر دباؤ رکھنا تھا تاکہ وہ لائن آف کنٹرول عبور نہ کرے پاکستان بھارت کو یہ دھمکی بھی دے سکتا تھا کہ لائن آف کنٹرول کو عبور کرنے کا مطلب کھلی جنگ ہوگی اور پاکستان اپنی پسند کے مطابق محاذ کھولے گا اور بین الاقوامی سرحد عبور کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ خارجی محاذ بعض اوقات زمینی حقائق سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے دفتر خارجہ کو اس صورتحال میں تاخیر سے شامل ہونے کی وجہ سے نظر انداز کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی بے ربط کوششوں کو معاف نہیں کیا جا سکتا دشمن کی صلاحیتوں اور اس کی نفسیات کا مطالعہ کرنا دفتر خارجہ کی ذمہ داری ہے اگر دفتر خارجہ کے کارپردازوں کو کچھ نہیں معلوم تھا تو انہیں امریکی سفیر Gallbrethis کی کتاب "Ambassadors Journal" کا وہ صفحہ ضرور پڑھ لینا چاہئے تھا جس میں سفیر موصوف نے لکھا ہے کہ اگر بھارتیوں کو ٹھوکر ماری جائے تو وہ تلوے چاٹنے لگتے ہیں اور اگر ان کے تلوے چاٹے جائیں تو وہ ٹھوکر مارتے ہیں۔

1987ء میں بھارت براس ٹاٹا کس فوجی مشقیں کر رہا تھا پاکستان کی طرف سے

تمام اپیلوں اور کوششوں کے باوجود موئی مثبت نتیجہ نہ نکلا حتیٰ کہ پاکستان نے پسرور کے علاقے میں اپنی فوجیں جمعیں کرنا شروع کر دیں اسی دن آدھی رات کو ہمارے ہائی کمشنر سے رابطہ کر کے مذاکرات کے انعقاد کی تجویز پیش کی گئی تا کہ کشیدگی کم ہو سکے۔

1989ء میں جب خالصتان تحریک عروج پر تھی اس وقت بھارت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھا راجیو گاندھی نے اسلام آباد کا دورہ کیا ہماری اس وقت کی مہربان وزیراعظم نے بھارتیوں کی جان چھڑائی وزیراعظم کے وزیر خارجہ نے حریت پسند سکھوں کی فہرستیں بھارت کو فراہم کر دیں۔

28 مئی 1998ء کے بعد بھارتی لیڈروں نے پاکستان کے بارے میں جو بیانات دیئے وہ 11 مئی 1998ء کے بیانات سے بالکل مختلف تھے انہیں پاکستان کی طاقت کا اندازہ ہو چکا تھا۔

حال ہی میں جب حکومت پاکستان نے "پاکستان گوردوارہ پربندھک کمیٹی" کے قیام کا تاریخی فیصلہ کیا تو اس کے اعلان کا پروگرام اس طرح تشکیل دیا گیا کہ یہ 20 فروری 1999ء کو ننکانہ صاحب میں خود وزیراعظم کی زبان سے کس طرح یہ خبر نکل گئی اور واجپائی نے بس پر سوار ہو کر پاکستان آنے کیلئے اسی تاریخ کا انتخاب کر لیا تا کہ میاں صاحب کو پاکستان گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے اعلان سے روکا جا سکے۔

کارگل پلان میں اس دباؤ کو مدنظر نہ رکھا گیا جونہی تولنگ پر بھارت نے قبضہ کیا اس کی قیادت کا لہجہ بدل گیا ہمارے عوام بہت جلد جذباتی ہو جاتے ہیں وہ ورلڈ کرکٹ کپ میں بھی شکست برداشت نہیں کر سکتے حکومتی پالیسیوں کے ساتھ عوام کو لے کر چلنا اشد ضروری تھا داخلی طور پر ہم نے قوم کو تیار کرنے کے لئے کچھ نہ کیا صرف جنگ شروع ہونے کے بعد قربانی دینے کا جذبہ ابھارا جاتا رہا ایک طرف ملک بھارت کے ساتھ جنگ کیلئے تیار بیٹھا تھا اس وقت وزیر اطلاعات کی اولین ترجیح کرکٹ تھی ایک

لیپیرٹن سباشین کے بقول ہارڈ ٹاک کے موقع پر ان کی کارکردگی سے ہر پاکستانی کا سر شرم سے جھک گیا۔

ابھی جنگ شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ کارگل دراس روڈ پر ہمارا دباؤ کم ہو گیا اور باقی چوٹیاں بھی ہاتھ سے نکلنے میں چند دن ہی باقی تھے بھارت کے 10 اور ہمارے ایک سپاہی کی ہلاکت ہو رہی تھی اس موقع پر میاں صاحب نے واحد دانشمندانہ فیصلہ کیا جنگ کی صورت میں دونوں ملکوں کو صرف ایک دن میں اس سے کہیں زیادہ نقصان ہونا تھا جتنا 65ء اور 71ء کی دونوں جنگوں میں ہوا تھا پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر ایک بلین سے بھی کم تھے جبکہ بھارت کے پاس 38 بلین ڈالر تھے۔ پاکستان کو معاشی طور پر زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑتا۔ اگر کارگل مشن کا مقصد کشمیر کے مسئلے میں جان ڈالنا تھا تو پاکستان اس میں کامیاب ہو گیا کارگل پر مجاہدین کے قبضے کی نوعیت ایک عسکری حربے جیسی تھی اور اسے طویل دینے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

تمام غیر مسلم دنیا بھارت کے ساتھ تھی امریکہ اسلام کو واضح طور پر خطرہ قرار دے چکا ہے امریکہ نے جن پانچ بنیاد پرست مسلم ملکوں کی نشاندہی کی ہے پاکستان بھی ان میں شامل ہے اور یہی ملک واحد جوہری طاقت ہے۔ ہمیں اچھا لگے یا برا یہ حقیقت ہے کہ امریکہ کی سرکاری پالیسی اور ادارے اس خطرے کو کم یا ختم کرنے کیلئے کوشاں ہیں غیر مسلموں کو اگر موقع ملے تو وہ بھارت کا ساتھ ہی دیں گے لیکن اگر اللہ ہمارے ساتھ ہو تو کوئی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر اللہ نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی ہمیں بچا نہیں سکتا۔

میاں نواز شریف نے تائید ایزدی حاصل کرنے کا بروقت فیصلہ کیا ہے انہیں ان فاش غلطیوں کا نوٹس لینا چاہئے تا کہ آئندہ پاکستان کو ان کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے وزیر خارجہ اور وزیر اطلاعات کو "آرام" کی ضرورت ہے دفتر خارجہ کے پاس بھی کئی ایک

ذہین افسر ہیں جن کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے امریکہ میں پریس کانفرنس کے دوران مسٹر طارق کی کارکردگی پر کڑی تنقید ہوئی اور صحافیوں نے بائیکاٹ کر دیا اس معاملے کی انکوائری ہونی چاہیے سینیٹرز کی صورت میں ہمارے پاس خارجہ امور کا ایک اچھا ماہر موجود ہے اس بحران کے دوران ان سے مشورہ لیا جاسکتا تھا۔

وزیر اطلاعات اور ان کے ساتھیوں پر اطلاعات کے محکمے میں داخلے پر عمر بھر کیلئے پابندی لگا دی جائے ان لوگوں نے قومی مفاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ وزیر اعظم نے جن پالیسیوں کا اعلان کر رکھا ہے پاکستان ٹیلی ویژن اس کے بالکل برعکس کام کر رہا ہے وزیر اعظم کو اپنے اردگرد خوشامدیوں سے نجات حاصل کر لینی چاہیئے۔ اس صدی نے ہمیں جو سنہری موقع دیا تھا وہ اپنی غلطیوں کی وجہ سے ضائع ہو چکا ہے ان غلطیوں سے بچا جاسکتا تھا مزید نقصان سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ ایک "تھنک ٹینک" قائم کیا جائے اس بارے میں میری طرف سے کئی بار تجویز پیش کی جا چکی ہے۔ وزیر اعظم کو فوری طور پر ایسا تھنک ٹینک قائم کرنا چاہیئے تاکہ کوئی بھی معاملہ ڈی سی سی یا وزیر اعظم کے سامنے پیش ہونے سے پہلے اس کا ناقدانہ جائزہ لیا جاسکے۔

جہاں تک داخلی صورتحال کا تعلق ہے ہماری حزب اختلاف کو بھارت کی اپوزیشن سے سبق حاصل کرنا چاہیئے جو اس نازک موقع پر واجپائی کی کمزور حکومت کے ساتھ ہو گئی تھی میاں صاحب نے جس طرح دوسرے بحرانوں پر قابو پایا ہے اس پر بھی پالیں گے۔ آرمی کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیئے 1971ء کے بعد آنے والے فوجی افسران اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ حکومت نے مشکل مگر صحیح فیصلہ کر کے غیر ضروری خون ریزی کو روک دیا ہے۔

میاں صاحب کی طرف سے مذاکرات کی دعوت کا جواب نئے بھارتی وزیر اعظم کس طرح دیں گے یہ تو وقت ہی بتائے گا لیکن میرے ذاتی خیال میں بھارت کی

یات کو مد نظر رکھتے ہوئے جب تک سخت دباؤ نہ ڈالا گیا بھارت کشمیر پر مذاکرات ہیں کرے گا، بھارت کے فوجی کمانڈروں کے حالیہ بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ستانی تجویز کو کمزوری سمجھ رہے ہیں اور ان کا رویہ مزید سخت ہوتا جارہا ہے مشورہ کرنا ڈ کا حکم اور رسول خدا کی سنت ہے میاں صاحب کو ان اداروں سے مشورہ لینا چاہیئے ن کا کام ہی مشاورت ہے۔ وزیر اعظم نے اپنے سیاسی کیریئر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یک دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے جو موقع ہاتھ سے نکل رہا تھا وزیر اعظم نے اس سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر لیا ہے ان کی حب الوطنی اور خلوص پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا انہوں نے کشمیر کا سودا نہیں کیا انہوں نے بھارت اور پاکستان کو ایک بڑی تباہی سے بچا لیا ہے اپنی امن کوششوں کیلئے وہ نوبل پرائز کے حق دار ہیں۔

○

17 جولائی کو "کارگل خفیہ گوشے" کے عنوان سے پرویز بشیر صاحب نے روزنامہ جنگ میں یہ چونکا دینے والا مضمون لکھا جس کو ایک متنازعہ مضمون ہی کہا جاسکتا ہے۔

وزیر اعظم نواز شریف واشنگٹن اعلامیہ کے بعد کرکٹ کھیلنے کے لئے جب باغ جناح آئے تو انہوں نے وہاں پر موجود بعض صحافیوں سے کھل کر آف دی ریکارڈ باتیں کیں اور کہا کہ آپ اس گفتگو کو اپنے کسی مضمون میں تجزیئے یا ذاتی ریفرنس میں استعمال کر سکتے ہیں۔ وزیر اعظم نواز شریف کے چہرے پر کسی طرح کی پریشانی بھی نہیں تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ دل سے اپنے فیصلوں پر مطمئن ہیں۔ ان کی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایٹمی قوت بننے کے بعد سے بیرونی طاقتیں پاکستان کو اس کی سزا دینے پر تلی ہوئی ہیں۔ نواز شریف کا کہنا تھا کہ یہ طاقتیں پاکستان کو اس کے سسٹم کو اور اس کی اقتصادیات کو زبردست نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ اب ہم سب کا کام ہے

کہ اس سازش سے بچا جائے۔ ملک کو ہر طرح کے نقصان سے بچایا جائے۔ نقصان سے نکلنا ہی بہترین حکمت عملی ہے۔ ایک موقع پر انہوں نے کہا کہ جنگ کا خطرہ حقیقی تھا کیونکہ جب فوجیں آمنے سامنے ہوں اور ریڈ الرٹ ہوں تو کوئی واقعہ بڑی جنگ کا سبب بن سکتا ہے۔ آگ پھیلنے سے پھر کوئی روک نہیں سکتا۔ ایک سوال کے جواب میں کہ ایٹمی دھماکے کا فیصلہ آپ کے لئے کرنا مشکل تھا یا یہ واشنگٹن اعلامیہ والا فیصلہ مشکل تھا۔ انہوں نے بغیر ایک لمحہ سوچے جواب دیا کہ یہ فیصلہ مشکل تھا۔ ایٹمی دھماکہ کا فیصلہ تو بھارت کے دھماکہ کرنے کے بعد ہی میں نے کر لیا تھا ان کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ وزیراعظم جنگ یا جنگ کے خطرے سے پریشان نہیں بلکہ وہ امریکہ اور یورپ کے کارگل کے بارے میں پاکستان کے خلاف رویئے سے پریشان ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اقتصادی مشکلات پاکستان کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہیں۔ اب ذرا کارگل کی صورتحال کا تفصیلی تجزیہ اور گفتگو ہو جائے۔

کارگل اور واشنگٹن اعلامیہ کا شور ملک کے کونے کونے میں ہے۔ اس پر تنقید اور تعریف کا سلسلہ ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ بہت دیر تک اس پر تبصرے تجزیئے ہوتے رہیں گے تاہم یہ کہنا قطعاً غلط نہ ہوگا کہ زیادہ تر تنقید سیاسی اور غیر منطقی انداز میں کی جا رہی ہے۔ اس میں جذباتیت کا عنصر نمایاں ہے کیونکہ ہندوستان سے دشمنی اور آزادی کشمیر سے محبت پاکستانیوں کے رگ و پے میں رچی بسی ہوئی ہے۔ اسی لئے اس بارے میں ہمارے رویئے جذباتیت پر مبنی ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ زور قلم یا زور تقریر سے ان کو بھڑکایا یا اکسایا بھی جا سکتا ہے البتہ ایسے نازک ایشو پر جذبات بھڑکانا کہاں تک درست ہے یہ فیصلہ کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ذرا سا گہرائی اور حقائق کو مدنظر رکھ کر ان معاملات کا تجزیہ کریں تو حقائق کھل کر سامنے آ جائیں گے۔ ابھی تک حقائق اور تیکنیکی انداز میں اس کا بہت کم جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ

دفاعی ڈپلومیٹک معاملات کی اپنی نزاکت اور سطح ہوتی ہے۔ بہت سے لوگوں کو اگر وزیراعظم نواز شریف کی تقریر کچھ تشنہ لگی تو اس کی بھی ایک وجہ یہی تھی۔ اس لئے ہم بھی ان پہلوؤں اور نزاکت کو ساتھ ساتھ رکھتے ہوئے مختلف پہلوؤں سے اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا کھویا کیا پایا۔ کارگل کی چوٹیوں پر مجاہدین کے قبضے کو بہت زیادہ اہمیت دی جائے گی، کوئی نہیں بتاتا کہ اس قبضے کے اصل مقاصد کیا تھے؟ کس نے کب اس کی منصوبہ بندی کی کیا منصوبہ سے پہلے اس کے مثبت اور منفی پہلو دیکھ لئے گئے تھے۔ اس کے کیا بین الاقوامی مضمرات نکل سکتے ہیں کن ماہرین نے اس کا جائزہ لیا۔ پہاڑ کی ان چوٹیوں پر اس وقت قبضہ کیا گیا جب یہاں کوئی موجود نہیں تھا یعنی یہ قبضہ لڑ کر نہیں لیا گیا، البتہ لڑ کر قبضہ برقرار رکھا گیا اس کے بعد کیا ہونا تھا یہ ایک بڑا سوالیہ نشان ہے کیا اس قبضے کو بزور طاقت تادیر برقرار رکھا جا سکتا تھا کیونکہ یہ جگہ بلندی پر تھی اور مجاہدین کو ایک بڑا ایڈوانٹیج حاصل تھا اس لئے اس قبضے کے بارے میں بہت سے لوگ جذباتی ہو گئے۔ یہ کوئی نہیں بتاتا کہ کیا مجاہدین اپنے بینکروں سے باہر آ کر پہاڑ کی چوٹیوں سے مقبوضہ کشمیر کی طرف بھی جا سکتے تھے اگر ایسا نہیں تھا تو اس قبضے کی اتنی اہمیت کیوں بیان کی جا رہی ہے۔ جہاں تک سیاچن اور علاقے میں بھارتی فوج کے گھر جانے اور رسد نہ پہنچنے کی بات ہے تو اس حد تک تو یہ بات درست ہے کہ ہندوستان اس جگہ پر بے بس تھا مگر یہی سب سے بڑے خطرے کی بات تھی کیونکہ اگر ایک محاذ کامیابی سے مجاہدین نے کھولا تھا تو کون کہہ سکتا تھا کہ بھارت کسی اور جگہ پر محاذ نہ کھولتا، ایسا ضرور ہوتا، بھارت کی بے بسی اور مجبوری دن بدن جنگ کو نزدیک لا رہی تھی، فوج اور وزیراعظم سمیت سب اس معاملے کو ہر پہلو سے ضرور دیکھ رہے ہوں گے یعنی کہا جا سکتا کہ کارگل کا راستہ کشمیر کی آزادی کو ہیں بلکہ جنگ کی طرف لے جاتا تھا۔ دفاعی معاملات میں پوزیشن کو بدلنا کوئی غیر معمولی بات نہیں آج ایک کارگل ہے

کل دوسرا کارگل کھول کر جنگ کے شوقین لوگوں کا شوق پورا کیا جاسکتا ہے۔ جنگ شروع کرنا تو کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں جس کو بہت سے لوگوں نے ایک مسئلہ بنا رکھا ہے۔ کچھ جنگ پسند لوگوں کی رائے ہے کہ دنیا میں بہت سے تنازعات اور تصفیہ طلب معاملات جنگوں کے ذریعے حل ہوئے ہیں ظاہر ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تنازعات اور مسائل خالصتاً جنگوں کے ذریعے ہی حل ہوتے تھے لیکن اب حالات بہت بدل گئے ہیں۔ اب صرف جنگی طاقت کافی نہیں۔ روس کے ٹوٹ جانے کے بعد امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر کرشمہ دکھا رہا ہے۔ امریکہ نے عراق کو کویت پر قبضہ نہیں کرنے دیا۔ فلسطین کا حل مذاکرات کے ذریعے کرایا۔ کوسوو کا مسئلہ اپنی طاقت سے حل کرایا۔ اعتراض کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ آخر پھر پاکستان نے ایٹم بم کیوں بنایا۔ یہ وہی بات ہے کہ جس طرح ایک بچے نے حلوائی سے کہا تھا کہ اگر یہ ساری مٹھائی تمہاری ہے تو کھاتے کیوں نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اگر ایٹم بم بنالیا تو اس کو استعمال بھی ضرور ہی آج ہی کرنا ہے۔ اس ایٹم بم کو ہم "انتہائی وقت" کے لئے بچا کر رکھ سکتے ہیں۔ اس سے ڈپلومیسی کا کام لیا جاسکتا ہے، پہلے اپنے اقتصادی اور خارجہ امور کے معاملات تو ٹھیک کرلیں۔ امریکہ اور یورپ کو یا تو اپنی پالیسیوں کے بارے میں قائل کرلیں یا ان کے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے آزاد ہو جائیں۔ کارگل کو ایک دروازہ سمجھا جائے۔ ایک دروازہ کھٹکھٹایا گیا ہے پھر کہیں اور دروازہ کھٹکھٹایا جائے گا۔ اس وقت ملک میں یہ صورتحال ہے کہ لوگ بجلی کے بلوں، مہنگائی کے باعث خودکشیوں پر مجبور ہو رہے ہیں۔ پہلے اپنے آپ کو سنبھالیں آپ اس وقت جنگ کے لئے کتنے تیار تھے۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر جواب دیجئے جب طبل جنگ بجنے کو تھا عین اس وقت لاہور میں تاجران انکم ٹیکس نہ دینے کے مطالبے پر ہڑتال پر تھے۔ ایم کیو ایم کے بعض رہنما علیحدگی کی باتیں کر رہے تھے۔ امریکہ پاکستان کی اقتصادی ناکہ بندی کے

ساتھ ساتھ اس کو دہشت گرد قرار دینے کے لئے پر تول رہا تھا، جی ایٹ ممالک نے امداد روکنے کا اعلان کر دیا تھا۔ ذرا جنگ باز ان ممالک کی امداد کے بغیر پاکستان کا ایسا بجٹ بنا کر دکھا دیں جہاں لوگ ایک دوسرے کا گوشت کھانے پر مجبور نہ ہو جائیں، ساتھ ہی ہندوستان سے لڑائی بھی چل رہی ہو۔ اس لئے جذباتیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جنگ سے دور رہنا ہی سب سے مناسب حکمت عملی تھی۔ نواز شریف نے کارگل کے محاذ کو ایک بڑی ڈپلومیسی میں تبدیل کرلیا اور کشمیر کے مسئلے کے حل کے لئے امریکہ سے بہترین کام لے لیا۔ اس کے کیا فوائد ہوں گے یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا ورنہ باقی تمام آپشنز تو کھلے ہی ہیں اور کھلے رہیں گے جو جنگ روکنے کا کام نواز شریف نے کیا ہے یہ صرف نواز شریف ہی کر سکتا تھا۔ ایک تو وہ وسطی پنجاب سے ہیں، کشمیری مہاجر ہیں، صنعت کار ہیں اور منتخب وزیراعظم ہیں۔ ہندوستان اور پاک فوج کے بارے میں ان کے نظریات سب پر عیاں ہیں ان کی اس بارے میں ساکھ سب کے سامنے اور شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اس لئے وہ یہ فیصلہ اتنی آسانی سے کریں گے ان کی حب الوطنی، فوج سے لگاؤ، ملک کی تعمیر وترقی عوام کی فلاح و بہبود کے بارے میں ماضی کا ریکارڈ فیصلہ کرنے میں مددگار ثابت ہوا اور ان کو معلوم تھا کہ کوئی میری ذات پر اس حوالے سے شک نہیں کر سکتا اور یہ بات درست بھی ہے۔ عوامی ردعمل اس بات کا غماز ہے کہ لوگوں نے جنگ نہ ہونے کے فیصلے کو درست تسلیم کیا۔ دوسری طرف اٹل بہاری واجپائی کی صورتحال ایسی ہی ہے کہ ہندوستان کے سب سے بڑے صوبے یوپی سے ان کا تعلق ہے۔ وہ قوم پرست کی حیثیت سے مشہور ہیں وہ بی جے پی جماعت کے نمائندہ ہیں جو پاکستان کے بارے میں اپنے کٹر نظریات کی وجہ سے مشہور ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اعلان لاہور صرف واجپائی ہی کر سکتا تھا۔ اب اگر کشمیر کے بارے میں کوئی جماعت مذاکرات کے لئے ہندوستان کے لوگوں کو تیار کر سکتی ہے تو یہی جماعت اور

واجپائی صاحب ہیں کیونکہ اعلان لاہور میں کشمیر کے فیصلے کا ذکر ہے اور بھارت کے لوگوں نے اس کو برداشت کیا۔ یہی اعلان لاہور اگر سونیا گاندھی کر کے آتی تو ہندوستان کے لوگ اس کو برداشت نہ کرتے۔ نواز شریف نے جنگ نہ کرنے اور کشمیر کے مسئلے کو ڈپلومیسی کے ذریعے حل کرنے کی جو پالیسی اپنائی ہے یہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ عوام کی ترقی کے لئے اتنی دور تک دیکھنا یہ صرف ان ہی کا حصہ ہے ورنہ کوئی جاگیردار سیاستدان ایسی انقلابی سوچ اور جذبہ نہیں رکھ سکتا۔ پہلی بار پاکستان کی تاریخ میں کسی لیڈر نے عوام کی خوشحالی اور غربت کے خاتمے کو انتہائی بے رحمی کے ساتھ اپنی پہلی ترجیح قرار دیا ہے۔ اس وقت ملک کے 70 فیصد بچے سکول کی تعلیم سے محروم ہیں لوگوں کو پینے کا پانی دستیاب نہیں اس لئے اقتصادیات اور معاشی ترقی کی ترجیح کی بات 13 کروڑ عوام کی متفقہ پالیسی ہے اس پالیسی پر چل کر کشمیر کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ پاکستان کی دوسری بڑی جماعت کی لیڈر بینظیر بھٹو بھی واشنگٹن اعلامیہ سے چار دن پہلے کہتی رہیں ہیں کہ کشمیر کے درمیان کنٹرول لائن ختم کی جائے یا آئر لینڈ کیمپ ڈیوڈ کی طرح کشمیر پر کوئی سمجھوتہ کر لیا جائے۔ اب بینظیر بھٹو محض نواز شریف کو پریشان کرنے کے لئے اگر واشنگٹن معاہدے پر تنقید کر رہی ہیں تو اس کا کیا علاج ہے اے این پی تو پہلے ہی جنگ کی حامی نہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ نواز شریف پہلی بار سیاستدان کے درجے سے اٹھ کر ''سٹیٹسمین'' مدبر کے روپ میں پلیٹ فارم پر نظر آنے لگے ہیں۔ آئندہ سالوں میں پاکستانی تاریخ کا یہ فیصلہ امن خوشحالی اور مسئلہ کشمیر کے مسئلے کے حل کا سبب بنے گا تو لوگ نواز شریف کو لیجنڈ کہیں گے۔ کسی کا یہ کہنا کہ کارگل سے ایک سڑک سری نگر تک چلی جاتی ہے عجیب بے دلیل بات ہے۔ فرض کیا کہ سڑک سری نگر جاتی ہے تو اس سے کیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ سری نگر پر اسی کے ذریعے قبضہ کیا جاتا ہے اگر لاہور سے سڑک امرتسر اور پھر دہلی جاتی ہے تو اس کے

یک کونے پر قبضہ کر کے یہ کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ دہلی پر قبضہ ہو جائے گا۔

○

ڈاکٹر فاروق حسن بار ایٹ لا جو امریکی امور کے ماہر تسلیم کئے جاتے ہیں نے وزیراعظم کے دورۂ امریکہ پر 20 جولائی کو روزنامہ جنگ میں ایک مضمون بعنوان ''دورہ واشنگٹن کا پاکستان کو کیا فائدہ ہوا'' لکھا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں۔

4 جولائی کو ہمارے وزیراعظم کے امریکی صدر سے تین گھنٹے کے مذاکرات ہوئے اس کے بعد ایک اعلامیہ جاری ہوا جس کے متعلق ایک مکمل بے یقینی کی فضاء قائم ہو گئی ہے۔ امریکن حکام نے اس اٹھارہ سطری اعلامیے کا مطلب دوٹوک الفاظ میں بتایا ہے کہ اس سے پاکستان ''واضح اقدام'' کر کے لائن آف کنٹرول کو دوبارہ قائم کر کے اس کا احترام کرے گا اور مزید یہ کہ جب یہ اقدام کر لئے جائیں تو اس کے بعد فوراً کارروائی کر کے موجودہ کارگل کی لڑائی بند کر دی جائے گی۔ اعلامیہ و امریکی حکام یہ کہتے ہیں کہ ہمارے وزیراعظم کا امریکی صدر سے اس بات پر بھی اتفاق ہوا کہ ہندوستان کے ساتھ تمام تنازعات بشمول کشمیر مسئلہ باہمی مذاکرات کے ذریعے طے کئے جائیں گے جن کا اشارہ 1972ء کے شملہ معاہدہ 1999ء کے اعلان لاہور میں کیا گیا ہے جب امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان سے یہ پوچھا گیا کہ ''واضح اقدام'' کیا مطلب ہے تو بتایا گیا کہ اس سے مراد ان فوجوں کی لائن آف کنٹرول سے واپسی ہے جو اس وقت ہندوستان کے علاقے میں جدوجہد کر رہی ہیں واشنگٹن پوسٹ نے مزید کہا ہے کہ وزیراعظم نے اس بات پر امریکی صدر سے اتفاق کیا ہے کہ وہ پہاڑیاں و چوٹیاں جو اس وقت کارگل میں مجاہدین کے پاس ہیں ان سے جلد از جلد انخلاء کیا جائے گا یعنی Withdrawl عمل میں لایا جائے گا۔ اس حقیقت کے پس منظر میں پاکستان کی جانب

سے وزیر خارجہ سیکرٹری خارجہ و دفتر خارجہ کے ترجمان نے طویل وضاحتیں اخبارات کے ذریعے پیش کیں ہیں جن سے صورت حال زیادہ مبہم اور بعض امور پر متضاد و ناقابل فہم ہو گئی ہے۔ بظاہر یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس سے پاکستانی موقف و مقاصد کی تائید ہوئی ہے اس طرح کی بے دلیل عبارت کے برعکس تشریح سے نہ صرف ایک طرف ہم من حیث القوم یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ہم کو مکمل طور پر بے علم و بے عقل سمجھا جا رہا ہے بلکہ اس سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ ملک کے سنگین ترین مسئلے پر بھی عوام کو دیدہ دانستہ بے خبر رکھا جا رہا ہے ایسی گمراہ کن تشریحات بین الاقوامی سطح پر باعث تضحیک بن گئی ہیں اور مغربی نشریاتی ادارے بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ اعلان واشنگٹن کا مطلب تو صاف ہے صرف دیکھنا یہ ہے کہ اسلام آباد کے حکومتی حلقے اس پر کیا "Spin" یعنی چالاکی کرتے ہیں۔

جہاں تک میرا علم ہے اور جیسا کہ مجھے یقین ہے پاکستانی عوام و دنیا بھر کے متعلقہ حلقے بھی اس بات سے باخبر ہیں کہ جو باتیں اور جن امور پر ہم نے واشنگٹن میں جا کر "ہاں" کی ہے یہی وہ امور ہیں جن کو بظاہر ہندوستان بار بار ہم سے منوانا چاہتا تھا اس کے علاوہ مئی و جون میں جو کارروائی مجاہدین کی طرف سے کارگل میں دیکھنے میں آئی اس پر مغربی ممالک کی سرکردہ 8 ملک یعنی G8 جاپان، امریکہ، دیگر قابل ذکر ممالک بھی یہی اصرار کر رہے تھے کہ پاکستان کارگل میں لڑنے والے مجاہدین کو لائن آف کنٹرول سے واپس بلائے اور مزید یہ کہ جو تنازعات ہیں ان کو ہندوستان سے دوطرفہ مذاکرات کی بنیاد پر طے کیا جائے ہماری مزید بدقسمتی یہ ہے کہ چین نے بھی بنیادی طور پر یہی موقف اختیار کیا اور وزیراعظم نے از خود چین کے دورے کی واپسی پر براہ راست نہ تو اپنی ڈپلومیسی کے بارے میں عوام کو کچھ بتایا کہ وہ چین سے کیا اور کس قسم کی سفارتی مدد حاصل کر کے واپس آئے اور نہ ہی اس بات کا چینی حکام کی طرف سے کوئی

اشارہ ملا بلکہ مغربی میڈیا نے تو اس بات پر دوٹوک اصرار کیا کہ امریکہ و چین کا کارگل کے مسئلے پر موقف ایک تھا۔ اس پس منظر میں ہماری وزارت خارجہ نے اس حقیقت کو عوام کے سامنے واضح طور پر دیانتداری سے پیش کرنے کی بجائے یہی پرزور کوشش کی کہ ادھر ادھر سے اکا دکا الفاظ لے کر قوم کو یہ تاثر دیا جائے کہ "ہمارے موقف" کو تائید میسر آئی تھی اور مزید یہ کہ ان تمام کوششوں کی وجہ سے ہماری ترجیحات کو عالمی سطح پر قبول کیا گیا تھا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ خواہ ایسی حرکتوں کے پیچھے جذبہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو قوم کو ایسے سنگین مسئلے پر گمراہ کرنا بدترین درجے کی غیر ذمے داری کا مظاہرہ ہے۔ بڑی سے بڑی مملکت کے موقف کی بھی عالمی سطح پر نفی ہو سکتی ہے لیکن ہٹ دھرمی سے اس بات پر ڈٹے رہنا کہ ایسی نفی نہیں ہوئی ہے قابل تحسین حکمت عملی دکھائی نہیں دیتی۔

اس حقیقت کے مدنظر اب دیکھنا یہ ہے کہ کارگل پر ہمارا قوم کے سامنے اعلان کردہ سرکاری موقف کیا رہا ہے؟ بلاشبہ ہمارا دیرینہ موجودہ موقف یہ ہے:۔

1 ...... کارگل میں بلاواسطہ و بالواسطہ افواج پاکستان شریک نہیں۔

2 ...... یہ تمام تر کارروائی کشمیری مجاہدین کر رہے ہیں جن کو حکومت پاکستان کی صرف اخلاقی امداد حاصل ہے۔

3 ...... مسئلہ کشمیر ہمارے لئے ایک بنیادی حیثیت کا حامل تنازعہ ہے جس کو بین الاقوامی سطح پر طے کئے کے لئے اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

اب حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تینوں مقاصد کی دنیا بھر میں ذرا برابر بھی پذیرائی نہیں ہوئی اور ہر ایک بات پر متعلقہ مغربی ممالک و چین نے اس بات پر اصرار کیا کہ کارگل میں ملوث مجاہدین کو در حقیقت پاکستان نے ہی بھیجا ہے اور مزید یہ کہ اس مسئلے کو "دوطرفہ" طور پر ہندوستان و پاکستان طے کریں اس سے یہ حقیقت صاف ظاہر ہے

کہ بدقسمتی سے نہ صرف ہماری سفارتی مہم دنیا بھر میں اس مسئلے کو اجاگر کرنے میں مکمل طور پر فیل ہوئی ہے بلکہ ہمارے متعلقہ میڈیا و سفارتی ترجمان یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ واشنگٹن اعلانیہ میں ہم نے ہی "فتح" حاصل کی۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس طرح کی مکمل طور پر بے جواز بات بیانگ دہل کس طرح کہی جا رہی ہے۔

اس موقف میں بظاہر بڑی قوت ہے جو بعض حلقوں کی طرف سے پیش کیا گیا کہ اگر یہی سب کچھ ماننا تھا تو واشنگٹن بھاگ دوڑ کرنے کا کیا مقصد تھا ابھی تک قوم اس بات سے ناواقف ہے کہ یکا یک 3 جولائی کو واشنگٹن جانے سے قبل وزیر اعظم نے اپنے کن رفقاء سے صدر کلنٹن سے بات چیت کرنے کا کیا ایجنڈا بنایا تھا اور یہ کہ اس ایجنڈے کی تیاری میں کن ماہرین سے رائے لی گئی کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ متعلقہ وزیروں کا ایسی محفل میں موجود ہونا اس بات کی علامت ہے کہ فنی اعتبار سے تمام مسائل کو گہرائی سے سمجھا جا سکتا ہے یہ بات اس لئے بھی باوزن دکھائی دیتی ہے کہ اکنامسٹ کے 2 جولائی کے پاکستان پر تفصیلی تبصرے میں مرکزی نقطہ جریدے کے ایڈیٹروں نے یہ اٹھایا ہے کہ میاں صاحب کی حکومت کا بنیادی نقص یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے پر گہرائی سے سوچ بچار نہیں کیا جاتا اور جس کو انگریزی میں Think Trugh کہتے ہیں یہ عمل و پروسیس ندارد ہوتا ہے جس کے نتیجے میں نتائج سے بے خبر ہو کر ایسے فیصلے ہو جاتے ہیں جن کا مستقبل میں دفاع ناممکن یا مشکل ہو جاتا ہے اکنامسٹ نے یہاں تک کہا ہے کہ کارگل کے مسئلے میں شائد ایسا ہی ہوا اور جب لائن آف کنٹرول کے اس پار زمین پر مجاہدین کو کامیابی حاصل ہوئی تو اس کے بین الاقوامی سطح پر دفاع کا سرے سے ہی کوئی بندوبست نہ تھا اس لئے یکا یک ایک مصنوعی پروپیگنڈہ مہم کو تاثر دینے کے لئے بے اثر افراد کو ادھر ادھر بھیجا گیا جو اپنے ملک میں بھی کسی موقف کی قابل اعتماد پیروی کرنے سے قاصر ہیں۔

پی ٹی وی دیگر حکومتی میڈیا و سفارتی اہلکار اب دو باتوں کو بار بار دہرا کر اس بات کے دعویدار ہیں کو بوجہ ان عوامل کے ہم نے واشنگٹن جا کر کچھ حاصل کیا ہے آیئے ب دیکھیں کہ یہ عوامل کیا ہیں۔ پہلے یہ کہا جاتا ہے کہ اب امریکہ کی طرف سے ہم کو س مسئلے پر بلاواسطہ یا بالواسطہ کوئی تائید حاصل ہو گئی ہے اور یہ پہلی بار ہے کہ کسی مریکی صدر نے ایک پاکستانی وزیر اعظم کے ساتھ مسئلہ کشمیر پر براہ راست بات کی ہے ور دوسرے یہ کہ اس سے یہ مسئلہ عالمی سطح پر اجاگر ہوا ہے۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو اعلان واشنگٹن یہ کہتا ہے کہ اب امریکی صدر "مسئلہ کشمیر کو سلجھانے یں"، "ذاتی دلچسپی" لیں گے یعنی صرف اس بات کو یقینی طور پر کہا گیا ہے کہ امریکہ کے صدر اب دونوں ممالک کو مسائل حل کرنے کی ترغیب دیں گے۔ امریکی وزارت خارجہ نے اس بات کی فوری وضاحت کر دی ہے کہ اس کا مطلب Mediation نہیں ہے لہٰذا اب اس "دلچسپی" کو کیسے بروئے کار لایا جائے گا۔ اس کی کوئی تفصیل موجود نہیں بلکہ اس کے برعکس یہ واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ تنازعات کا حل ایک بار پھر "دوطرفہ" بنیاد پر ہو گا یعنی مسئلہ ویسے ہی حل کیا جائے گا جیسا کہ ہندوستان چاہتا تھا۔ دوسری بات کہ مسئلہ عالمی سطح پر اجاگر ہو گیا ہے سفارتی روایات و انٹرنیشنل لاء کے تحت بے وزن دکھائی دیتی ہے کیونکہ ہر طرف سے بشمول اعلان واشنگٹن اصرار اسی بات پر ہے کہ کشمیر کے مسئلے کو دوطرفہ طور پر حل کیا جائے جس کا ذکر 1972ء کے شملہ ایگریمنٹ و 1999ء کے اعلان لاہور میں کیا گیا یعنی اب بین الاقوامی سطح پر یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ اس مسئلے کو کسی بین الاقوامی فورم یعنی یو این میں نہیں اٹھایا جائے گا بلکہ دوطرفہ مذاکرات کے ذریعے طے ہو سکے گا اسی لئے فنانشل ٹائمز اپنے 6 جولائی کے اداریئے میں واضح طور پر لکھتا ہے کہ یہ پہلی بار ہوا ہے کہ ہندوستان و پاکستان کے تنازعات میں پاکستان اتنا تنہا رہ گیا کہ چین نے بھی اس کی سفارتی مدد نہیں

کی۔ جہاں تک امریکہ یا دیگر ممالک کا کارگل کی جنگ کو ختم کرنے کا تعلق ہے تو اس کی بڑی وجہ ہماری عسکری قوت ہے کیونکہ بین الاقوامی سطح پر کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ دو ایٹمی طاقتیں آپس میں لڑ پڑیں یعنی مغربی طاقتوں کا نصب العین مسئلہ کشمیر کا حل نہیں بلکہ ایٹمی تصادم کو روکنا ہے نتیجتاً اب ہمیں ایک عرصہ تک موجودہ سٹیٹس کو برقرار رکھنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

اس ضمن میں جو مقصد حاصل ہوا ہے وزیراعظم نے لندن میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان کے امریکہ جانے سے چوتھی ہندوستان و پاکستان جنگ رک گئی ہے یقیناً کوئی بھی محب وطن اس بات کو آسانی سے قبول نہیں کر سکتا ہے کہ کوئی بھی مسئلہ ایٹمی جنگ کے ذریعے حل کیا جائے لیکن ایک بار پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم نے پہلے سے ہی واپسی کا فیصلہ کر رکھا تھا تو پھر کارگل کے مسئلے پر 2 ماہ تک سخت رویہ اپنانے کا مقصد کیا تھا؟ 4 جولائی سے جب واشنگٹن میں وزیراعظم و امریکی صدر کے درمیان بات چیت شروع ہوئی تو ساتھ ہی ہندوستان نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کی فوج نے کارگل سیکٹر کے جنوبی حصے کی اہم ترین پہاڑی ٹائیگر ہل حاصل کر لی ہے اور اس کے بعد مسلسل اگلے 6 دن تک یہ خبریں آتی رہیں کہ تقریباً 32 چوٹیاں اور پہاڑیاں جو مجاہدین کے قبضے میں تھیں ان میں سے 10 کو واگزار کرا لیا گیا ہے جس میں پہاڑی 4018 اور ڈوگ ہل شامل ہے۔ ان دعوؤں کا مجموعی تاثر جو بھارتی میڈیا و مغربی نشریاتی ادارے دے رہے ہیں وہ یہ ہے کہ عسکری اعتبار سے اب ہندوستان طاقت کے ذریعے بھی مجاہدین پر حاوی ہو سکتا ہے ہم نہیں جانتے کہ اصل حقیقت کیا ہے کیونکہ امریکہ جانے سے پہلے نہ ہی اس کے بعد عوام اور پارلیمنٹ کو یہ بتایا گیا کہ مختلف امور پر کیا بات چیت ہوئی اور اصلیت کیا ہے کیونکہ ایسے معاملات کا تعلق ملکی بقاء سے بہتر ہوتا کہ یہ تمام اقدامات عوام کو اعتماد میں لے کر کئے جاتے۔ ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی

بھی جنگ عسکری قوتوں کے ساتھ ساتھ عوام کی قربانیوں و جذبہ سے ہی جیتی جاتی ہے اور جب حکومتی حلقے اپنے آپ کو عوام سے زیادہ محب وطن سمجھیں تو وہیں ہوتا ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں یعنی عام آدمی کی سطح پر باوجود حکومتی کوششوں کے اعلان واشنگٹن کو زبردست تنقید کا سامنا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ وزیراعظم نے جو بھی کیا وہ اپنی سمجھ کے مطابق قوم کے بہتر مفاد میں ہی کیا ہو گا لیکن میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ قومی مفاد کو سمجھنے کے لئے بھی علم و تاریخ جاننے کی ضرورت ہے۔ باخبر قارئین جانتے ہیں کہ 1938 میں برطانوی وزیراعظم نیول چیمبرلین ہٹلر سے سمجھوتہ کرنے میونخ گئے تھے واپس آ کر فرمایا تھا کہ اب جنگ کے امکانات ختم ہو گئے ہیں صرف چرچل ہی نے کہا تھا کہ اب تو برطانیہ پر جنگ مسلط ہو کر رہے گی۔ یعنی ایسے مسائل پر یہ ضروری نہیں ہے کہ حکومتی سوچ ہی صحیح ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ اہل اقتدار ایسے مسائل پر عوام اور تمام سیاسی قوتوں کو ساتھ لے کر چلنے کا اہتمام کریں۔

اس سلسلے میں اور اس گزارش کی روشنی میں آخری بات جو عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے ایک بار پھر شملہ ایگریمنٹ 72ء کی کارگل لڑائی کے دوران بھی توثیق کر دی ہے اگر راقم کی کوئی رائے لیتا تو بین الاقوامی قانون کے تحت ہمارا پہلا موقف یہ ہوتا کہ یہ ایگریمنٹ وطن عزیز پر اس وقت مسلط کیا گیا تھا جب مشرقی پاکستان جنگ کے ذریعے ملک سے علیحدہ کر دیا گیا تھا اور ہمارے ایک لاکھ کے لگ بھگ جنگی قیدی ہندوستان کی تحویل میں تھے۔ اس طرح کے معاہدے کو بین الاقوامی عدالت انصاف کے فیصلوں کی روشنی میں چیلنج کیا جا سکتا تھا قانونی اور سفارتی روایات میں مثالیں موجود ہیں جب اس طرح کے مسلط شدہ معاہدے سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ دوسری قانونی بات جو کہی جا سکتی تھی وہ یہ ہے کہ بدلے ہوئے حالات میں

معاہدے و قانون کا متعلقہ اطلاق بھی تبدیل ہو سکتا ہے اس کو انٹر نیشنل فورم پر لایا جاتا ہماری مشکل یہ ہے کہ قانوناً ہم پھر اس بات کے پابند ہوگئے ہیں کہ ایک بار پھر ہندوستان سے دو طرفہ بات چیت کے ذریعے ہی ایسے تنازعات کا حل ڈھونڈیں جو موجودہ حالات میں ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ اس پس منظر میں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اعلان واشنگٹن یا اس کے پیشتر کیا گیا عمل سوچ و بچار سے خالی تھا اور نہ ہی متعلقہ بین الاقوامی قانون کا سنجیدگی سے جائزہ لیا گیا تھا۔ لڑائی چھڑنے کے بعد یکایک اپنے آپ کو بین الاقوامی سطح پر تنہا پا کر ایسے اقدامات کئے گئے جو مجبوراً بدحواسی Panic میں کئے جاتے ہیں وزیر اعظم نے اپنی سیاسی بصیرت کے مطابق ملک کے لئے جو کچھ کیا وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ان کے ارد گرد حکومتی عملہ اتنا نااہل ہے جس نے شائد ایک زبردست موقعہ گنوادیا اور اپنی غفلت و ناعاقبت اندیشی کو چھپانے کے لئے حکومت سے ایسی کارروائی کروادی ہے جو بے مقصد ہونے کے علاوہ دیر تک ملک و قوم کو متاثر کرتی رہے گی۔

○

متین فکری نے جہاد کشمیر میں اس صورتحال پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے 31 جولائی کے شمارے "جہاد کشمیر" میں نواز کلنٹن ملاقات کے حوالے سے لکھا۔

وزیر اعظم نواز شریف واشنگٹن میں صدر کلنٹن سے ملاقات کے بعد مشترکہ اعلامیہ کی سوغات لے کر واپس آگئے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ پاکستان اور بھارت شملہ سمجھوتے کے تحت کنٹرول لائن کی بحالی اور اس کی پابندی کے لئے موثر اقدامات کریں اور جارحانہ کارروائیاں بند کردیں۔ مشترکہ اعلامئے میں اعلان لاہور کو ہی دونوں ملکوں کے درمیان تنازعات کے حل کا واحد ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور اس بات کی یقین

دہانی کرائی گئی ہے کہ کنٹرول لائن کا تقدس بحال ہوتے ہی صدر کلنٹن دونوں ملکوں کے درمیان مذاکرات کی جلد بحالی کی حوصلہ افزائی کریں گے اور اس سلسلے میں ذاتی دلچسپی لیں گے----

اس مشترکہ اعلان میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکے کہ وزیر اعظم نواز شریف کارگل سے مجاہدین کی واپسی پر آمادہ ہوگئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے امریکہ کو اس بات کی یقین دہانی کرادی ہے کہ مجاہدین وہ تمام علاقے خالی کر دیں گے جو 1972ء کے شملہ سمجھوتے کے تحت بھارت کی تحویل میں چلے آ رہے تھے، جن پر قبضے کے بعد مجاہدین نے اس شاہراہ کو بھی نشانہ بنالیا تھا جس کے ذریعے بھارت سیاچن میں اپنی سپلائی قائم رکھتا ہے اور ان دنوں سپلائی کے منقطع ہوجانے سے سیاچن میں متعین بھارتی فوجی محاصرے کی حالت میں ہیں۔ اگر یہ صورت حال برقرار رہی تو موسم برسات شروع ہونے کے بعد فضائی راستے سے بھی انہیں غذائی رسد اور دیگر ساز و سامان پہنچانا دشوار ہو جائے گا اور موسم سرما ان پر قیامت بن کر ٹوٹے گا۔ مشترکہ اعلامیہ میں کارگل سے مجاہدین کے انخلاء کی واضح صراحت نہ ہونے کے باوجود ان الفاظ کا یہی مطلب لیا جارہا ہے۔ خود پاکستان نے بھی اس سے یہی مطلب اخذ کیا ہے کیونکہ صدر کلنٹن اور وزیر اعظم نواز شریف کے درمیان تین گھنٹے تک طویل مذاکرات اسی ایک نکاتی ایجنڈے پر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر اعظم کے ساتھ امریکہ جانے والے دفتر خارجہ کے عہدیدار مسٹر طارق الطاف نے واشنگٹن میں یہ بیان دیا کہ پاکستان مجاہدین سے کارگل میں لڑائی بند کرنے اور واپس آنے کی اپیل کرے گا۔ انہوں نے کہا مجاہدین کارگل میں کارروائی کر کے مسئلہ کشمیر پر عالمی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ بی بی سی کا کہنا ہے کہ کارگل سے مجاہدین کی واپسی کی تفصیلات طے پا چکی ہیں۔ پاکستان پر امریکہ کا کئی دنوں سے دباؤ تھا کہ اگر وہ مجاہدین کو کارگل سے

واپس نہیں بلائے گا، تو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی امداد رکوانے اور پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دینے کے لئے امریکی کانگریس میں قرارداد پیش کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے ایٹمی دھماکوں سے قبل بھی پاکستان کو اسی طرح بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن جب پاکستان اپنے موقف پر ڈٹا رہا اور امریکہ کی کوئی دھمکی پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کی راہ میں حائل نہ ہوئی، تو اس کی عائد کردہ اقتصادی پابندیاں بھی آہستہ آہستہ دم توڑ گئیں۔

کارگل کے معاملے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی حکمران قیادت کسی ایسی اچانک فتح کو ہضم کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھی جب فوج نے اسے بتایا کہ مجاہدین کارگل کی چوٹیوں پر پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے بھارتی پوسٹوں پر قبضہ کر کے موسم گرما میں بھارتی فوجیوں کی واپسی ناممکن بنادی ہے تو وہ حیران رہ گئی، اس کے لئے مجاہدین کی حمایت کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ پاک فوج پوری آمادگی سے مجاہدین کی ہم نوا تھی اسی اثناء میں بھارت کو بھی صورت حال کا علم ہو چکا تھا۔ اس نے ابتدا میں یہ خیال کیا کہ زبردست فوجی کارروائی اور فضائی حملوں کے ذریعے وہ مجاہدین کو کارگل سے پسپا کرنے میں کامیاب رہے گا۔ اسی لئے بھارت کے وزیر دفاع نے اعلان کیا تھا کہ ”دراندازوں“ کو اڑتالیس گھنٹوں کے اندر بے دخل کر دیا جائے گا۔ لیکن جب بھارت نے اپنی جنگی مشینری کو حرکت میں لا کر کارروائی شروع کی تو اسے آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو گیا، مجاہدین نے نہ صرف اسے بھاری جانی نقصان پہنچایا اور اب تک پہنچا رہے ہیں، بلکہ اس کے فضائی آپریشن کو بھی ناکارہ بنادیا۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب اس نے پوری دنیا میں بڑے پیمانے پر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ کارگل میں پاکستان میں ریگولر آرمی لڑ رہی ہے اور اس نے بھارت کے زیر قبضہ علاقے میں داخل ہو کر کنٹرول لائن کی خلاف ورزی کی ہے۔ بھارت نے اس سلسلے میں امریکہ میں اپنا خصوصی ایلچی بھیجا، جی

ایٹ ملکوں کے سربراہ اجلاس کے موقع پر زبردست سفارتی مہم چلائی اور اپنے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پروپیگنڈے کا ایسا طوفان برپا کیا کہ تمام بڑی طاقتیں اس کے زیر اثر آ گئیں اور امریکہ بھی اس بات پر اصرار کرنے لگا کہ پاکستانی فوجی کارگل میں لڑ رہے ہیں اور پاکستان کو انہیں واپس بلانا ہوگا۔ بھارت کے اس پروپیگنڈے کے مقابلے میں پاکستان کی سفارتی مہم بڑی کمزور رہی ہے وہ اگرچہ عالمی سطح پر یہی تاثر دیتا رہا، کہ کشمیری مجاہدین بھارت کے خلاف برسرپیکار ہیں اور پاکستان کا ان پر کوئی کنٹرول نہیں لیکن جس انداز میں اس نے ”بیک ڈور ڈپلومیسی“ کو فروغ دیا اور خاموش سفارت کاری کے ذریعے معاملات کو طے کرنے کی کوشش کی اس سے اس کا اخلاقی اور اصولی موقف کمزور پڑتا چلا گیا اور بالآخر اس نے امریکہ کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔

بتایا گیا ہے کہ جب کارگل میں محاذ گرم تھا تو ابوظہبی میں خفیہ سفارت کاری اپنا رنگ دکھا رہی تھی پھر معلوم ہوا کہ پاکستان کے سابق سفارت کار مسٹر نیاز اے نائیک وزیراعظم کے فوکر طیارے میں سوار ہو کر نئی دہلی گئے اور واجپائی کو جنگ بندی کے لئے تین تجاویز پیش کیں جن میں سے ایک تجویز یہ تھی کہ کارگل کے بدلے سیاچن پر پاکستان کا قبضہ تسلیم کر لیا جائے۔ بھارتی وزیراعظم کا کہنا تھا کہ پہلے کارگل خالی کیا جائے پھر کسی اور نکتے پر بات ہو سکتی ہے۔ بھارت آخر وقت تک اپنے ایک نکاتی موقف پر اڑا رہا جبکہ پاکستان اس بات پر ڈٹے رہنے کی بجائے کہ کارگل میں کشمیری مجاہدین برسرپیکار ہیں اور وہ ان پر کوئی اختیار نہیں رکھتا، مختلف تجاویز پیش کر کے اپنے موقف کو بدلتا چلا گیا حالانکہ اسے اپنے بنیادی موقف کی تائید میں کل جماعتی حریت کانفرنس کی حمایت بھی حاصل تھی اور حریت کانفرنس کے چیئرمین سید علی گیلانی سے سری نگر سے یہ بیان جاری کر کے بھارت کے پروپیگنڈے کے غبار سے ہوا نکال دی تھی کہ کشمیری مجاہدین کارگل میں اپنی سرزمین پر بھارت کی قابض افواج کے خلاف

جدوجہد کر رہے ہیں،ان کی یہ جدوجہد تحریک آزادی کشمیر کا حصہ ہے اور کشمیری عوام
کی بھرپور تائید انہیں حاصل ہے۔ کل جماعتی حریت کانفرنس کی آزاد کشمیر شاخ بھی
حکومت پاکستان کو یہی اخلاقی تائید فراہم کر رہی تھی جبکہ تمام عسکری تنظیمیں بھی
مسلسل اس موقف کا اظہار کر رہی تھیں کہ مجاہدین کشمیر میں بھارت کے ناجائز تسلط
کے خلاف برسرپیکار ہیں اور پاکستان انہیں روکنے کا کوئی اخلاقی جواز نہیں رکھتا۔ کشمیر
کے سیاسی و عسکری حلقوں کی جانب سے پاکستان کی اس انداز میں حمایت اسے بہت بڑی
سفارتی کامیابی سے ہمکنار کر سکتی تھی لیکن افسوس ہمارے دفتر خارجہ نے چپ سادھے
رکھی اور وہ بھارت کے پروپیگنڈے کا توڑ کرنے میں ناکام رہا۔

کارگل میں معرکہ برپا ہونے کے بعد جب ہم ملک کی مجموعی صورت حال پر ایک
نظر ڈالتے ہیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ ہماری حکمران قیادت شروع سے ہی بدنیتی
کا شکار تھی۔ بھارتی حکومت نے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ملک میں ایسا جنگی
ماحول پیدا کر دیا تھا کہ ہر بھارتی باشندہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ بس جنگ شروع ہونے والی
ہے۔ بھارتی دارالحکومت مکمل طور پر جنگی جنون کی گرفت میں تھا۔ اس کے برعکس
ہمارے ہاں حکومت سارے معاملات میں راز داری برت رہی تھی۔ تمام سیاسی
جماعتیں ملک کو درپیش خطرات کے پیش نظر اس جانب دست تعاون بڑھا رہی تھیں
لیکن وہ کسی کو سننے کو تیار نہ تھی حتیٰ کہ پارلیمنٹ بھی تمام صورت حال سے بے خبر تھے۔
وزیراعظم چین کے پانچ روزہ دورہ پر گئے پھر اچانک اپنا دورہ مختصر کر کے واپس آ گئے۔
کسی کو بھی دورہ مختصر کرنے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ پھر وزیراعظم اچانک واشنگٹن چلے
گئے۔ اس دورے کے بارے میں ابتداء میں یہ تاثر دیا گیا کہ وہ صدر کلنٹن کی خواہش پر
ان سے ملاقات کے لئے امریکہ گئے ہیں لیکن غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے سارا پول کھول دیا
اور پوری قوم کو یہ جان کر مایوسی اور شرمندگی ہوئی کہ صدر کلنٹن سے وزیراعظم کی

ملاقات خود ان کی استدعا پر ہوئی، اخبارات میں اس ملاقات کا جو پس منظر رپورٹ کیا گیا
ہے اس کے مطابق جب ہمارے وزیراعظم نے صدر کلنٹن سے ملاقات کی استدعا کی تو
امریکی صدر نے کہا کہ وہ واجپائی سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کچھ کہہ سکیں گے اور ان
سے رائے لی کہ وزیراعظم نواز شریف کو بلایا جائے یا نہ بلایا جائے واجپائی نے نواز
شریف کو بلانے پر اتفاق کیا تو صدر کلنٹن نے ملاقات پر آمادگی ظاہر کی اور وزیراعظم کو
فوری طور پر واشنگٹن پہنچنے کا سگنل دیا۔ کلنٹن کا کہنا تھا کہ ان کے پاس زیادہ وقت نہیں
ہے اگر نواز شریف چند گھنٹوں میں واشنگٹن نہ پہنچے، تو وہ تعطیلات گزارنے کے لئے اپنی
سٹیٹ چلے جائیں گے۔ چنانچہ وزیراعظم نواز شریف مارا ماری واشنگٹن پہنچے۔ دیکھا
جائے تو یہ ایک ہنگامی سفارتی مشن تھا لیکن وزیراعظم اپنے ذاتی عملے کے علاوہ اپنی اہلیہ
کو بھی ساتھ لے جانا نہ بھولے۔ سی این این اور دیگر ذرائع ابلاغ نے خبر دی کہ
وزیراعظم نواز شریف سرکاری مہمان نہیں ہیں اور وہ اپنے خرچے پر پرائیویٹ ہوٹل
میں قیام کر رہے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ مذاکرات بھی وائٹ ہاؤس میں نہیں سرکاری
مہمان خانے بلیئر ہاؤس میں کیے گئے جہاں صدر کلنٹن نے مذاکرات شروع کرنے سے
پہلے پوچھا کیا آپ اپنی بیگم کے ساتھ آئے ہیں، جب وزیراعظم نے اثبات میں جواب
دیا تو صدر کلنٹن نے بیگم کلثوم نواز سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ وزیراعظم تیزی
سے کمرے سے باہر نکلے اور اپنے عملے سے پوچھا...... بیگم صاحبہ کہاں ہیں؟ لیکن بیگم
صاحبہ شاپنگ کے لئے جا چکی تھی۔ چنانچہ اگلے روز وائٹ ہاؤس میں ناشتے پر ملاقات کا
اہتمام کیا گیا اور دونوں لیڈروں اور ان کے اہل خانہ نے ساتھ بیٹھ کر تصویریں
بنوائیں...... یہ تھا اس ہنگامی مشن کا انجام جس میں کارگل کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا۔

کیا واقعی کارگل کی قسمت کا بھارت کے حق میں فیصلہ ہو گیا ہے اور کیا واقعی
مجاہدین کارگل سے دستبردار ہونے پر آمادہ ہو جائیں گے؟ اس سے بھی بڑھ کر ایک

سوال یہ بھی ہے کہ کیا فوج کارگل سے پسپائی کو ٹھنڈے پیٹوں قبول کر لے گی اور نواز شریف حکومت کو اپنا وعدہ پورا کرنے کی مہلت مل جائے گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی یہ ساری باتیں پردہ غیب میں ہیں۔ مجاہدین کی تنظیموں نے پاک امریکہ مشترکہ اعلامیہ مسترد کر دیا ہے۔ سری نگر سے کل جماعتی حریت کانفرنس کا ردعمل بھی سامنے آ گیا ہے۔ کانفرنس کے چیئرمین سید علی گیلانی نے کہا کہ کشمیری عوام شملہ سمجھوتے اور کنٹرول لائن کو تسلیم نہیں کرتے اگر امریکہ مسئلہ کشمیر حل کرانے میں سنجیدہ ہے تو اسے کشمیری قیادت کو بھی مذاکرات میں شریک کرنا چاہئے۔ پاکستان میں کل جماعتی کانفرنس کے کنوینر سید یوسف نسیم نے کہا کہ مجاہدین کشمیری عوام کے حق خود ارادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اگر انہیں امریکہ کی طرف سے اس بات کی ضمانت مل جائے کہ بھارت کشمیریوں کا یہ حق تسلیم کر لے گا اور اس پر عملدرآمد کے لئے اقوام متحدہ کی زیر نگرانی انتظامات کئے جائیں گے تو ممکن ہے کہ مجاہدین اپنی کارروائیاں روک دیں لیکن کیا امریکہ اس پوزیشن میں ہے کہ ضمانت فراہم کرے اور کیا بھارت اسے یہ اختیار دینے کو تیار ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ بھارت نے کارگل سے مجاہدین کے انخلاء کے لئے درپردہ امریکہ کی خدمات تو ضرور حاصل کی ہیں لیکن وہ اسے ثالث ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اندرون ملک مشترکہ اعلامیہ سے جو مایوسی پھیلی ہے اس کا اندازہ جماعت اسلامی کے ملک گیر احتجاج سے لگایا جا سکتا ہے۔ جماعت کے امیر قاضی حسین احمد جو ان دنوں امریکہ کے دورے پر ہیں، اپنا دورہ مختصر کر کے پاکستان واپس آ رہے ہیں اور جماعت اسلامی نواز کلنٹن مفاہمت کے خلاف ملک گیر تحریک چلانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ دوسری سیاسی و مذہبی جماعتیں بھی میدان میں آ رہی ہیں۔ علامہ طاہر القادری کی پاکستان عوامی تحریک نے کارگل کے مسئلے پر کل جماعتی کانفرنس بلانے کا اعلان کر دیا ہے۔ پاکستان عوامی اتحاد نے ملک گیر احتجاج کا پروگرام بنایا

ہے۔ ابتدائی طور پر چار اہم جہادی تنظیمیں حزب المجاہدین، لشکر طیبہ، حرکت المجاہدین اور البدر نواز کلنٹن مشترکہ اعلامیہ کو مسترد کرتے ہوئے جہاد جاری رکھنے کا اعلان کر چکی ہیں جبکہ متحدہ جہاد کونسل نے بھی ان کے اس فیصلے کی توثیق کر دی ہے۔ کشمیری لیڈروں میں صرف سردار عبدالقیوم خان ہی واحد لیڈر ہیں جو نواز کلنٹن اعلامیہ کو پاکستان کی سفارتی فتح قرار دے رہے ہیں اور انہوں نے مجاہدین کو مشورہ دیا ہے کہ وہ حکومت پاکستان کی اپیل کے جواب میں کارگل کی چوٹیوں سے نیچے اتر آئیں۔ وہ ایک سیاسی لیڈر ہیں جو شاید سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ حکومت پاکستان کی ہمدردیاں حاصل کر کے آزاد کشمیر میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں، حالانکہ کل تک وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اگر پاکستان نے مجاہدین کو کارگل سے اترنے پر مجبور کیا تو یہ کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہوگا۔ بہرکیف چند موقع پرست دانشوروں اور لیڈروں کے سوا پوری قوم میں اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ کشمیری شہداء کے لہو کا سودا نہیں ہونا چاہئے۔

وزیراعظم نواز شریف کو سرکاری ذرائع ابلاغ ایک امن پسند لیڈر کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں اور سرکاری طبلچی یہ فرما رہے ہیں کہ وزیراعظم کے تدبر اور ان کی حکمت عملی نے پاکستان کو چوتھی جنگ اور پورے خطے کو ایک ہولناک تباہی سے بچا لیا ہے۔ ان طبلچیوں کو اب کارگل کی فتح بھی معمولی نظر آ رہی ہے حالانکہ اس فتح نے مقبوضہ کشمیر کی آزادی کا دروازہ کھول دیا ہے اور مقبوضہ علاقے میں موجود بھارتی فوج کارگل میں عبرتناک ہزیمت کے اس قدر دل شکستہ ہو چکی ہے کہ وہ تادیر مجاہدین کا دباؤ برداشت نہیں کر سکتی، اگر نواز حکومت مجاہدین سے بے وفائی نہ کرے تو کشمیر کی آزادی کی منزل زیادہ دور نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ تو قوم کا ایک فرد بھی نہیں چاہتا سب لوگ امن سکون اور راحت سے رہنا چاہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ

کیا یہ امن قومی غیرت کا سودا کر کے اور شہیدوں کے لہو سے غداری کر کے حاصل کرنا چاہئے یا وقار، خودداری اور عزت و آبرو کے ساتھ امن کی خواہش کا اظہار کرنا چاہئے۔پاکستان کی حکمران قیادت اور پوری قوم کی سوچ میں یہی بنیادی اختلاف موجود ہے۔غیرت مند قومیں امن کی خاطر کبھی اپنی عزت کا سودا نہیں کرتیں۔عصر حاضر میں چیچنیا اور بوسنیا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ان کے عوام کو امن کی خاطر غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لینا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور لاکھوں انسانی جانوں کی قربانیں دے کر ایک ایسا امن حاصل کیا جو ان کے قومی وقار کو تابناک بنا رہا ہے۔پاکستانی اور کشمیری قوم بھی کوئی ایسا امن حاصل نہیں کرنا چاہتی جو خودی بیچ کر لیا گیا ہو یا کسی زور آور نے ترس کھا کر ان کی جھولی میں ڈالا ہو اور ان سے یہ یقین دہانی حاصل کی ہو کہ وہ اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کریں گے۔نواز کلنٹن اعلامیہ در حقیقت ایک شخصی مفاہمت ہے جس کے پس منظر میں حکمران خاندان کے تجارتی مفادات منہ سے بول رہے ہیں اور حالات پر نظر رکھنے والے لوگ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ بھارت کے ساتھ دوستی کی باتیں صرف اس لئے کی جارہی ہیں کہ اپنے کاروباری مفادات کو تحفظ دیا جاسکے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ حکمران خاندان کی طرف سے بھارت کو لاکھوں ٹن کے حساب سے جو چینی فروخت کی گئی ہے ابھی تک اس کی وصولی نہیں ہو سکی اگر دونوں ملک کے درمیان جنگ چھڑ جاتی ہے تو یہ رقم ڈوب جائے گی اور حکمران خاندان اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔بہر کیف حقیقت خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو نواز کلنٹن مفاہمت کو قومی تائید بہر حال حاصل نہیں ہے۔اس صورت حال سے اپوزیشن لیڈر محترمہ بے نظیر بھٹو بھی سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گی اور انہوں نے کارگل سے مجاہدین کی واپسی کی مخالفت کر کے اس کام کا آغاز کر دیا ہے۔انہیں اس بات سے دلچسپی نہیں کہ مجاہدین کارگل سے واپس آتے ہیں یا وہیں ٹکے

رہتے ہیں وہ صرف نواز شریف کو غدار قرار دینے میں دلچسپی رکھتی ہیں اور بڑی ہوشیاری سے وہ یہ سیاسی فائدہ اٹھانا چاہتی ہے حالانکہ ابھی چند روز پہلے وہ مسئلہ کشمیر کو کیمپ ڈیوڈ معاہدے کی طرز پر حل کرنے کی تجویز پیش کر چکی ہیں اور کشمیر کے بارے میں امریکی ایجنڈے پر وہ زیادہ سرگرمی سے کام کر رہی ہیں۔نواز کلنٹن ملاقات میں کارگل کی قسمت کا فیصلہ کیا ہوا، بہت کچھ سامنے آچکا اور باقی سامنے آجائے گا۔نواز شریف کو بہت جلد اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ انہوں نے امریکہ کی بات مان کر پاکستان اور کشمیر ہی کو نقصان نہیں پہنچایا......اپنے سیاسی کیریئر کے حق میں بھی کتنی بڑی غلطی کی ہے۔

○

اس شمارے میں سری نگر سے نامہ نگار برائے جہاد کشمیر علی محمد ہمدانی کا مراسلہ شائع ہوا جنہوں نے نواز کلنٹن ملاقات اور کارگل سے مجاہدین کی واپسی کے فیصلے پر اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

سری نگر میں آج شام غریباں کا منظر ہے۔کارگل کا محاذ کھلنے سے ستم رسیدہ کشمیری عوام نے امید کی جو کرن دیکھی تھی، نواز کلنٹن معاہدے سے وہ دم توڑ گئی۔شیخ عبداللہ نے بہت پہلے کشمیریوں کی امیدوں کو اسی طرح خاک میں ملایا تھا۔اہل کشمیر تب سے اپنوں اور غیروں کی ریشہ دوانیوں کے سبب غلامی کی چکی میں پس رہے ہیں۔آج وہ معاہدہ واشنگٹن پر حیران و ششدر ہیں۔1947ء کے بعد پہلی بار ایسی صورت حال پیدا ہوئی تھی کہ بھارت مجاہدین کے ہاتھوں بے پناہ جانی اور مالی نقصان سے دوچار ہو رہا تھا، آنے والے موسم میں ایک بڑی اور ناقابل تلافی شکست بھارت کا مقدر بن رہی تھی لیکن ہوا یہ کہ بھارت کے بجائے پاکستانی وزیراعظم فکر اور خوف میں ڈوب

گئے۔ انہیں پریشانی لاحق ہوگئی کہ کارگل کے محاذ نے بھارت کی معاشی اور عسکری قوت کو نچوڑنا شروع کر دیا ہے کہیں بھارت تباہ ہی نہ ہو جائے۔ یہاں پر جن خبروں سے ہم کشمیریوں کو سکون اور اطمینان ملتا تھا وہ اسلام آباد میں واجپائی کے دوستوں کو غم زدہ کر دیتی تھیں۔

بھارت کے سابق فوجی سربراہ شنکر رائے چوہدری نے کلکتہ میں اخبار نویسوں کو بتایا کہ "دہلی کا پالم ہوائی اڈہ" تابوتوں کا اڈہ بن گیا ہے۔ ان کا یہ بیان دو جولائی کو ٹریبون میں اس سرخی کے ساتھ شائع ہوا......!

"Palam airport coffin junction."

خبر یوں تھی۔ "جب سے کشمیر میں پاکستانی دراندازوں کے مقابلے کے لئے فوجیوں کو بھیجا جانے لگا، تب سے پالم ایئرپورٹ تابوتوں کا اڈہ بن گیا ہے جہاں سے فوجی آخری سفر کے لئے گھروں کو روانہ کئے جاتے ہیں۔"

"انڈیا ٹوڈے" نے جون کے آخری شمارے میں لکھا......لداخ کے ضلع لیہہ میں دن رات تابوت تیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن ہلاک ہونے والے بھارتی فوجیوں کے مقابلہ میں تابوت کم پڑ جاتے ہیں۔ تابوت تیار کرنے والے ترکھانوں کا کہنا ہے کہ ان کا کاروبار حیرت انگیز حد تک بڑھ گیا ہے۔ ان کے پاس جب لکڑی ختم ہوگئی تو انہوں نے بوفورس توپوں کے گولوں کی پیٹیوں کی لکڑی استعمال کرنا شروع کر دی ہے۔ اس کے باوجود تابوت ضرورت پوری نہیں کر رہے ہیں۔

بھارت کے سرکردہ صحافی پریم شنکر نے اپنے مضمون میں حکومت اور ذرائع ابلاغ کے ان دعووں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا ہے جن میں بھارتی فوج کی کامیابیوں کے دعوے کئے جا رہے تھے۔ ان کا یہ مضمون ہفت روزہ "آؤٹ لک" میں شائع ہوا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بھارت کارگل کی بازی ہار رہا ہے۔ بھارت کی بری فوج کے

مطابق سربراہ جنرل وا شوانا تھ شرما نے یکم جولائی کو نئی دہلی میں ایک بیان جاری کیا، جس میں واجپائی حکومت پر زور دیا گیا تھا کہ وہ کارگل میں بھارتی فوج کے مزید جانی نقصان کو روکنے کے لئے لائن آف کنٹرول پار کر کے نئے محاذ کھولیں۔ بھارت زیادہ دیر تک بڑے پیمانے پر فوجی اہلکاروں کی ہلاکت برداشت نہیں کر سکتا۔ بھارتی فوج کے ترجمان کرنل بکرم سنگھ نے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کے سامنے اعتراف کیا کہ ہیں بیسیوں فوجیوں کی لاشیں روز اٹھانا پڑتی ہیں۔

8 جولائی کو بھارتی ذرائع ابلاغ نے یہ خبر نشر کی کہ ان کے اڑتیس فوجی ٹائیگر ہلز کے آس پاس لڑائی میں مارے گئے یاد رہے بھارتی اپنا کم سے کم نقصان ظاہر کر رہے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بھارت نے اس سے پہلے ٹائیگر ہلز پر قبضے کا دعویٰ کیا تھا لیکن بعد کی صورت حال نے ان کے دعووں کی قلعی کھول دی۔

محاذ جنگ سے آنے والے ایک پولیس افسر نے ایک نامہ نگار کو بتایا کہ ہلاک شدہ بھارتی فوجیوں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے اور زخمی ہزاروں میں ہیں۔ بھارت میں زخمی فوجیوں کے لئے جس بڑے پیمانے پر خون جمع کرنے کی مہم چلائی جا رہی ہے۔ ان اعداد و شمار کی از خود تصدیق ہوتی ہے۔ حد تو یہ ہے بعض جیلوں میں نظر بندوں سے زبردستی خون نکالا گیا۔ تجزیہ نگاروں نے کارگل کو بھارت کی مقتل گاہ سے تعبیر کیا۔ جان کے علاوہ بھارت کو ناقابل برداشت مالی خرچ بھی برداشت کرنا پڑا۔

اخبار ٹریبون نے دو جولائی کے شمارے میں نوجوان بیواؤں لڑکیوں کے مستقبل کے عنان سے لکھا۔ جن کے شوہر ہمارے کل کے لئے قربان ہوگئے ان میں سے اکثر بیواؤں کی عمریں بیس برس سے زیادہ نہیں۔ معاشرے میں انہیں حقیر نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور ہندو معاشرہ ان کی دوبارہ آبادکاری میں آڑے آ رہا ہے۔ (شوہر کے مرنے کے بعد ہندو مذہب دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا) اخبار کے مطابق

صرف مالی امداد ہی ان کے دکھوں کا مداوا نہیں بن سکتی۔ انہیں معاشرے میں بحیثیت ایک عورت کے معزز مقام ملنا چاہئے۔ لیکن یہ بیوائیں تنہائی کی زندگی گزارنے پر مجبور کی جاتی ہیں۔ اخبار نے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کانگڑہ ضلع کے لمباپاٹ گاؤں میں چند روز پہلے ایک دل ہلا دینے والا واقعہ پیش آیا، گاؤں کا راکیش کمار نامی نوجوان کارگل میں ہلاک ہوا تھا، اس کی شادی اسی سال مارچ میں ہوئی تھی۔ اس کی نوجوان بیوہ بملا کی عمر صرف بیس برس ہے، اس کے ماتھے پر سیندور موجود ہے۔ وہ سماجی زیادتیوں کا شکار ہو گئی ہے۔ اسے اپنے خاوند کا تابوت شمشان گھاٹ تک پہنچانا پڑا، یہ سارا منظر بقول اخبار تکلیف دہ تھا جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مرد زار و قطار رو رہے تھے اور بملا اپنی امیدوں کو آگ لگا رہی تھی۔ اخبار کے مطابق یہ صرف ایک بملا کا کیس نہیں، ایسی لاتعداد بدقسمت بیوائیں ہیں جن کے شوہر لڑائی میں مارے گئے۔ اس سے بھارتی سماج کے لئے بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے۔ نوجوان لڑکیاں فوجیوں سے بیاہ کرنے سے انکار کرنے لگی ہیں اور عام نوجوان فوجی نوکری سے دور بھاگ رہے ہیں۔ فوج میں بھرتی کے لئے اخبارات اور نشریاتی اداروں سے باضابطہ مہم چلائی گئی، لیکن نوجوان مائل نہیں ہوئے۔ یہ چند نمونے کی خبریں ہیں۔ ورنہ اخبارات ان خبروں سے بھرے ہوئے تھے۔ سرکاری افسر اور حکمران ہیجان میں مبتلا تھے مگر نواز شریف نے سارا منظر بدل ڈالا۔

کارگل کا محاذ جہاں بھارت کے لئے زحمت تھا وہاں یہ جہاد کی کھیتیوں کے لئے باران رحمت ثابت ہوا۔ خاص کر نوجوانوں میں نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا۔ نوجوان جہاد کی طرف پروانہ وار لپک رہے تھے اور 1990ء کی یاد تازہ ہو رہی تھی، حزب المجاہدین کے مطابق گزشتہ ڈیڑھ ماہ میں سینکڑوں مزید جوان ان کی صفوں میں شامل ہوئے عوام سڑکوں پر بڑی تعداد میں احتجاج کے لئے نکل رہے تھے۔ حریت کانفرنس کے

مظاہروں میں پہلے سے زیادہ تعداد دکھائی دے رہی تھی ہر کوئی آزادی کی منزل کو قریب دیکھ رہا تھا۔ کارگل کے محاذ سے وہ آزادی کے سورج کو طلوع ہوتے دیکھ رہے تھے، لیکن پانچ جولائی کی شام کی خبریں اہل کشمیر پر بجلی بن کر گر پڑیں۔ ہر کوئی دل تھام کر بیٹھ گیا۔ اس اچانک تبدیلی سے بہت سے کمزور دل رکھنے والے تو غش کھا گئے۔ 1947ء میں اقوام متحدہ کے ذریعے سے کشمیریوں پر آزادی کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور آج امریکہ سے اس پر تالے چڑھائے گئے۔ بھارتی اخبارات نے تیز و تند سرخیاں شائع کیں:۔

☆ دراندازوں (مجاہدین) کو واپس بلانے پر پاکستان تیار ہو گیا۔

☆ کارگل مسئلے پر بین الاقوامی حمایت سے ہندوستان مطمئن۔

☆ ملٹری آپریشن جاری رکھا جائے گا۔

☆ کشمیر کو بین الاقوامی معاملہ بنانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

☆ تیسرے فریق کی ثالثی تو درکنار دراندازوں کی مکمل واپسی تک پاکستان کے ساتھ بات چیت بھی نہیں ہو گی وغیرہ وغیرہ۔

ایک بھارتی اخبار کے اداریئے کی سرخی یہ تھی "Sharif Lost game"
واقعی نواز شریف صاحب، ورلڈ کپ کی طرح کشمیر کی جیتی ہوئی جنگ واشنگٹن کی میز پر ہار چکے تھے۔ بھارت کے تن مردہ میں انہوں نے نئی جان ڈال دی تھی۔ بھارتی فوج جن کے حوصلے ٹخنوں سے نیچے نیچے تھے انہیں حوصلہ ملا اور جن لوگوں کے اندر کارگل کے محاذ نے آزادی کی بجلیاں بھر دی تھیں وہ مایوسی کا شکار ہو گئے۔ کشمیری عوامل میں بددلی پھیلی۔

سری نگر ریڈیو نے عسکریت کے حوالے سے تبصرہ کرنے چھوڑ دیئے تھے، لیکن چھ جولائی شام کو اس نے اپنے تبصرے میں کہا "سفارتی محاذ پر زبردست کوششوں کے

باوجود پاکستان کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا، بلکہ الگ تھلگ ہو کر رہ گیا۔ پاکستان کے وزیر خارجہ سرتاج عزیز نے دہلی آکر اس سلسلہ میں پہل کرنے کی ناکام کوشش کی لیکن انہیں صاف اور واضح الفاظ میں بتادیا گیا کہ دراندازوں (مجاہدین) کی واپسی کے بعد ہی مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا جاسکتا ہے۔ وزیراعظم پاکستان نے اپنے ایلچی بیرونی ممالک کے لئے روانہ کئے لیکن پاکستان کو کہیں سے بھی حمایت حاصل نہیں ہوئی۔ یورپی یونین کے ممبران بھی اس سلسلہ میں پیچھے نہیں رہے۔ او آئی سی کی وزراء خارجہ کانفرنس نے بھی اس بار بھارت کے خلاف کوئی مذمتی قرارداد پاس نہیں کی بلکہ مسئلہ کشمیر اور کارگل بحران کو بات چیت کے ذریعہ حل کرنے پر زور دیا۔ بہر حال اب جبکہ پاکستان کے کنٹرول لائن کے تقدس کو بحال کرنے اور دراندازوں کو واپس بلانے کی حامی بھرلی ہے۔ امید کی جانی چاہئے کہ برصغیر میں جو جنگ کے بادل منڈلانے لگے تھے وہ چھٹ جائیں گے۔

یہ تبصرہ سن کر کشمیر کے ستم رسیدہ لوگوں پر کیا گزری ہوگی، اس کا اندازہ کم از کم نواز شریف صاحب کو قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کشمیری عوام اور پاکستان کے درمیان خلیج پیدا کرنے کی بھارتی میڈیا از حد زور لگا رہا ہے اور اس میں وہ کامیاب ہو رہا ہے۔

یہاں سری نگر میں مجاہد تنظیموں حزب المجاہدین، حرکت المجاہدین، لشکر طیبہ، جمعیت المجاہدین اور البدر مجاہدین وغیرہ نے اس کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار کیا اور اسے تحریک آزادی کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے سے تعبیر کیا، تمام مجاہدین تنظیموں نے اس معاہدے کو مسترد کرتے ہوئے جدوجہد جاری رکھنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ کل جماعتی حریت کانفرنس نے بھی کلنٹن نواز معاہدے کو مسترد کر دیا۔ 8 جولائی کو چیئرمین سید علی گیلانی کی صدارت میں اجلاس ہوا جس میں کہا گیا کہ مجاہدین نے اپنی زمین آزاد کرائی ہے۔ لہٰذا دنیا کی کوئی طاقت انہیں وہاں سے واپس جانے کو نہیں کہہ سکتی۔ انہوں

نے کارگل کے بجائے مسئلہ کشمیر حل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ آل انڈیا ریڈیو کے مطابق سات جولائی کو نئی دہلی میں وزرائے اعلیٰ کی میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے اجپائی نے کہا۔ وہ امریکی صدر بل کلنٹن اور پاکستانی وزیراعظم نواز شریف کے مشترکہ بیان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا، فوجی کارروائی جاری رہے گی، انہوں نے کہا کہ امریکہ نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ دراندازوں کو واپس بلائے۔

○

گزشتہ پندرہ دنوں کے دوران قتل عام کی تین لرزہ خیز وارداتیں ہوئیں جب بھی مجاہدین کی طرف سے بھارتی فوج پر پریشر بڑھتا ہے۔ اس کو کم کرنے اور گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے کے لئے بھارتی فوج اس طرح کے مذموم اور کمزور حربوں کا سہارا لیتی ہے اور اس کارروائی کی ذمہ داری مجاہدین پر عائد کی جاتی ہے۔ تاہم بھارتی پروپیگنڈہ مجاہدین کی ساخت کو متاثر نہ کر سکا اور نہ عوام کی طرف سے مجاہدین کے خلاف کوئی رد عمل ہوا۔ کیونکہ عوام بھارتی فوج کی ان ریشہ دوانیوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔

گزشتہ سال بھی اس طرح کے پانچ واقعات رونما ہوئے۔ پہلے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور پھر ہندوؤں کو مارا گیا۔ اس طرح ایک منصوبے کے تحت ریاست میں فرقہ وارانہ تناؤ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ قاتل چونکہ جانے پہچانے ہوتے ہیں، اس لئے عوام نے برملا ان کی ذمہ داری بھارتی فوجی اہلکاروں پر عائد کی۔ گزشتہ برس تین اور چار اگست کی درمیانی رات سیلان پونچھ میں حزب المجاہدین کے کمانڈر امتیاز احمد (شہید) والدین اور بہن بھائیوں سمیت انیس رشتہ داروں کو شہید کیا گیا تھا، کیونکہ امتیاز احمد نے ٹاسک فورس کے غدار سرغنہ ذاکر حسین کو ہلاک کیا تھا۔ جس کے دو روز بعد یہ

واقعہ پیش آیا۔ اس کی تحقیقات کے لئے ریاستی انسانی حقوق میں کمیشن کے سربراہ جسٹس ریٹائرڈ کو چھی کی سربراہی میں ایک کمیشن تشکیل دیا گیا، جس نے تین ماہ کی تحقیقات کے بعد رپورٹ جاری کی۔ رپورٹ میں قتل عام کی ذمہ داری فوجی اہلکاروں پر عائد کی گئی تھی۔

قتل عام کی ایک اور لرزہ خیز واردات اٹھائیس اور انتیس جون کی درمیانی رات ضلع پونچھ کی تحصیل سرن کوٹ کے موضع موڑہ بچھائی میں ہوئی۔ حزب المجاہدین کے مجاہد ذبیح اللہ، جاوید، عبدالباسط اور کرنل قذافی کے اٹھارہ رشتہ داروں کو راشٹریہ رائفلز کے اہلکاروں نے بے دردی سے قتل کیا اور دو مکانوں کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ عوام نے بھارتی اہلکاروں کے اس قتل عام میں ملوث ہونے کی تصدیق کی اور سرن کوٹ میں اس کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ شہداء کی لاشوں کو کندھوں پر اٹھا کر لوگوں نے دو دھار پل تک احتجاجی مارچ کیا اور بھارت کے خلاف نعرے لگائے۔ علاقے میں دکانیں اور کاروباری ادارے بند رہے۔ اگلے روز حزب المجاہدین نے اس بہیمانہ قتل میں ملوث اہلکاورں کے خلاف کارروائی کر کے ظلم کا بدل نقد چکایا اور ان میں سے سات کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

مجاہدین کے جو رشتہ دار شہید کئے گئے ان میں محمد اعظم ولد خان محمد، ان کا بیٹا مشتاق احمد، نثار احمد، یاسر اختر، محمد بشیر ولد میر محمد، لیاقت علی ولد محمد صدیق، ارشد اور واسد، رخسانہ، جاوید اقبال ولد فضل خان، محمد اکرم، جویا بیگم، فردوس اختر اور زبیدہ نثار احمد شامل تھیں۔

اس واقعے کے خلاف ابھی احتجاج جاری تھا کہ اسلام آباد ضلع کے سندھواچھ بل علاقے میں 29 اور 30 جون کی درمیانی رات بارہ بہاری مزدوروں کو گولیاں مار کر ڈھیر کر دیا گیا۔ یہ ہندو تھے اور بھارتی ریاست اترپردیش اور مہاراشٹر سے تعلق رکھتے تھے۔

اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرنے والے بھارتی باشندوں کو عرف عام میں بہاری مزدور کہا جاتا ہے۔ بھارت میں مزدوری نہ ملنے کے سبب ہزاروں بہاری گرمیوں میں روزگار کے لئے کشمیر آتے ہیں۔ ایک اور قتل عام کا واقعہ مینڈر پونچھ کے قریب ادائی گاؤں میں پیش آیا۔ دو ہندو خاندانوں کے نو افراد کو رات کی تاریکی میں ہلاک کر دیا گیا۔ یہ واقعہ یکم جولائی کو پیش آیا ہلاک شدگان میں پانچ مرد، عورتیں اور ایک بچہ شامل تھا۔

حریت کانفرنس نے قتل عام کے ان واقعات کی مذمت کی اور تین جولائی کو ریاست گیر ہڑتال کرائی۔ حریت کانفرنس نے ان واقعات کی ذمہ داری بھارتی اہلکاروں پر عائد کی اور کہا اس قسم کے واقعات جدوجہد آزادی کو بدنام کر کے گئے ہیں، حریت کانفرنس کے چیئرمین سید علی شاہ گیلانی نے کہا گزشتہ دس سال کے عرصے میں بھارتی فوج اور ایجنسیوں نے بارہا اس قسم کی گھٹیا حرکتیں کی ہیں اور ہر بار الزام مجاہدین کے سر تھوپ دیا تاکہ مجاہدین کی کردار کشی ہو اور لوگوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہو۔

کارگل کی معرکہ آرائی پر بریگیڈیئر راشد قریشی ڈی۔ جی آئی ایس پی آر قریباً روزانہ صحافیوں کو بریفنگ دیتے رہے ایسی روایت اس سے پہلے پاکستان آرمی میں دکھائی نہیں دیتی۔ بریگیڈیئر راشد قریشی سے اعلان واشنگٹن کے بعد جنگ کے میگزین ایڈیٹر صہیب مرغوب نے ایک اہم انٹرویو کیا مندرجات ملاحظہ کریں یہ انٹرویو 10 جولائی کے روزنامہ جنگ میں شائع ہوا۔

جنگ: کارگل کی صورتحال کے بارے میں آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟ اس وقت سرحدی صورتحال کیسی ہے؟ اور ہم نے بھارتی تیاریوں کے جواب میں کیا تیاری کی ہے؟ کنٹرول لائن کتنی محفوظ ہے؟ آپ اس سلسلے میں کچھ بتائیے؟

بریگیڈیئر راشد قریشی: بھارت لیہہ سے سیاچن کو کنٹرول کرتا ہے۔ بھارت نے 1972ء کے شملہ معاہدہ کے بعد پہلی خلاف ورزی کرتے ہوئے چھوڑبٹلہ کے علاقے میں پاکستانی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ بھارتی فوج پاکستان کے اندر 6 کلومیٹر تک آ گئی تھی۔ شملہ معاہدہ پر عمل درآمد 1972ء کے وسط میں ہوا جبکہ اس کے صرف 3-4 ماہ بعد بھارت نے پاکستان کے 6 مربع کلومیٹر علاقے پر چھوڑبٹلہ میں قبضہ کر لیا 1984ء میں بھارت نے ایک بار پھر سیاچن پر فوج کشی کر کے سالٹرہ رینج تک کا سارا علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا 1988 میں بھارت نے یاک بار پھر لائن آف کنٹرول کے پار کر کے سیاچن کے ساتھ ملے ہوئے ایک اہم علاقے کو جسے ہم "سیاچن کی بیس" کہتے ہیں قبضہ کر لیا اور اپنی 6-5 فوجی چوکیاں قائم کر لیں لہٰذا میں سب سے پہلے یہ کہوں گا کہ بھارت کہتا ہے کہ لائن آف کنٹرول کا تقدس قائم رہنا چاہیے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ بھارت شملہ معاہدہ کے بعد صرف 12 سال میں تین پاکستانی علاقوں پر قبضہ کر چکا تھا پچھلے سال ہمیں پھر خبر ملی کہ جس طرح اس نے سیاچن کے لئے تیاری کی تھی اسی طرح وہ ایک بار پھر اونچی چوٹیوں پر چڑھنے کے لئے اہم آلات اور ہتھیار خرید رہا ہے یہ اس طرح کی خریداری تھی جیسی وہ سیاچن پر حملہ کرنے سے پہلے کر رہا تھا۔ بہت بڑی مقدار میں اس طرح کی خریداری کر رہا تھا جس پر ہم نے بھی اس امر کا جائزہ لینا شروع کیا کہ بھارت اب کیا کرنا چاہتا ہے کیونکہ سیاچن پر اب ایسا کوئی علاقہ نہیں ہے جس پر بھارت قبضہ کر سکے کیونکہ اب وہاں ہماری فوج سامنے پوری طرح چوکس تیاری اور مسلح کھڑی ہے ہماری فوج نے 15 سال سے بھارت کو ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھنے دیا اس علاقے میں ہم نے بھی بھارت پر کوئی حملہ نہیں کیا اور نہ جوابی کارروائی سے کبھی گریز نہیں کیا۔

جنگ: تو پھر آپ نے کیا جائزہ لیا کہ پچھلے سال بھارت نے فوجی تیاری کیوں کی تھی؟

راشد قریشی: بھارتی تیاریوں کے شروع ہونے کے بعد ہم نے جائزہ لینا شروع کیا کہ لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ ایسی کونسی جگہ ہے جہاں بھارت کو کوئی "تکلیف" ہو رہی ہے۔ یا اسے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے جسے حاصل کرنے کیلئے وہ اتنے بڑے پیمانے پر تیاری کر رہا ہے ہماری تحقیق سے پتہ چلا کہ بھارت کارگل اور دراس کے سامنے اپنے مین سپلائی روٹ کو مزید محفوظ بنانے کے لئے کارروائی کرنا چاہتا ہے یہ

ہائی وے زوجیلا پاس سے ہو کر دراس اور کارگل سے ہوتی ہوئی لہیہ اور پھر سیاچن تک جاتی ہے یہ سڑک کارگل سے اتنی قریب ہے۔ پاکستان نے پچھلے دو سال سے 1997 اور 1998 میں بھارت جب بھی پاکستان کے شہری علاقوں پر بمباری کرتا تھا تو پاکستان جوابی کارروائی اس علاقے میں کرتا تھا اور ان دونوں سالوں میں دراس کارگل روڈ ہماری فوج کی رینج میں تھی۔ اس کے علاوہ پوری لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ ایسا کوئی اور علاقہ نہیں ہے جو آپ کو لائن آف کنٹرول کے قریب بھی ملتا ہو اور اسکی اونچائی بھی اتنی زیادہ ہو یعنی یہ علاقے جو دراس سے کارگل اور پھر لہیہ تک جاتا ہو 15 ہزار سے 17 ہزار فٹ تک اونچا ہے جو اس کی عسکری اہمیت کو اجاگر کرتی ہے جبکہ دراس کارگل روڈ 9 ہزار سے 10 ہزار فٹ کی اونچائی تک ہے۔ چنانچہ اگر ہم لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں فوج اپنی سرحدوں کے اندر رہتی ہے تو پھر بھارت کی پوری روڈ لداخ تک سول اور ملٹری سپلائی یہاں بند ہو سکتی ہے جب ہمیں یہ اطلاع ملی تو ساتھ ہی ساتھ ہم نے ایک اور اہم نکتہ بھی نوٹ کیا کہ بھارت نے اپنے اور عالمی اخبارات میں یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ پاکستان بھارت پر کوئی بڑا حملہ کرنے والا ہے یہ اور یہ حملہ (بقول بھارت کے) پاکستان سیاچن پر بڑا حملہ کرنے والا ہے ان کے فوجی ذرائع نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ 12 یا 13 مرتبہ پاکستانی فوج نے سیاچن پر ایک چوٹی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ سراسر جھوٹ ہے مگر ہم نے یہ ضرور محسوس کر لیا کہ بھارت کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہتا ہے جس کے لئے وہ پہلے سے پیش بندی کر رہا ہے انہوں نے 6 مئی کو لائن آف کنٹرول کے اوپر پاکستانی سرحد کے اندر چھوڑبٹلہ کے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں انہیں شکست ہوئی چار بھارتی فوجی مارے گئے اور 6 زخمی ہوئے اس واقع کے فوراً بعد انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ دراس اور کارگل کے علاقے میں مجاہدین آگئے ہیں اور بھارت نے ان کا صفایا کرنے کے لئے فوج

جمع کرنا ہے 6 مئی کو ہم نے جن فوجیوں کو ہلاک کیا تھا وہ پاکستانی سرحد کے اندر آئے تھے اب ہم نے ایک بار پھر یہ محسوس کیا کہ بھارت نے جس طرح پہلے تین بار قبضہ کر لیا تھا اب وہ کارگل اور دراس کے ساتھ پاکستانی علاقوں پر قبضہ کرنے کیلئے پہلے والی حکمت عملی اختیار کر رہا ہے یعنی فوجی سازوسامان جمع کرنے کے بعد یہ پروپیگنڈہ کہ پاکستان سیاچن پر حملہ کرنا چاہتا ہے اب وہ چوتھی بار پھر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

جنگ: کیا لائن آف کنٹرول کہیں بھی زمین پر مارک نہیں کی گئی نقشے پر موجود ہے؟

راشد قریشی: لائن آف کنٹرول صرف نقشے پر مارک ہے مگر آن گراؤنڈ اس کی مارکنگ نہیں کی گئی جس کا وہ پہلے بھی تین بار فائدہ اٹھا چکے ہیں اور چوتھی بار بھی اٹھانا چاہتے تھے۔ پھر ساتھ ہی ہم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ 70 ہوائی جہاز سرینگر اور اوانتی پورہ کے ہوائی اڈوں پر لے آئے اس سے قبل مجاہدین کے خلاف کبھی بھی جہازوں کا استعمال نہیں کیا تھا بعد ازاں زوجیلا پاس کھلا بھارت نے اس راستے سے پہلے 10 ہزار اور پھر 20 ہزار فوجی لانا شروع کر دیئے بھارت نے پہلے کہا کہ مجاہدین آگئے ہیں پھر کہا کہ طالبان آگئے ہیں پھر انہیں اسلامی انتہا پسند قرار دے دیا اور کہا کہ یہ انتہا پسند دراس اور کارگل کے علاقے میں پہاڑیوں پر چڑھے ہوئے ہیں اور وہاں سے بھارتی فوج کو نقصان پہنچا رہے ہیں ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مئی کے آغاز میں دراس زوجیلا پاس اور کارگل کے اردگرد بھارتی فوج پر کچھ حملے ہوئے ہیں یہ اطلاع ہمیں بھارتی ذرائع سے ہی ملی اور اپنے ذرائع سے بھی کہ کچھ مجاہدین گوریلا جنگ کے اندر میں حملے کر کے دوسرے علاقے کی طرف نکل جاتے ہیں ایک دو یا تین چار دن کے بعد وہ پھر دوبارہ اکٹھے ہو کر حملہ آور ہوتے ہیں اور پھر کسی اور طرف چلے جاتے ہیں۔

جنگ: جس کا مطلب یہ ہوا کہ مجاہدین اپنے مورچے تبدیل کرتے رہتے ہیں اور کسی ایک جگہ پر ٹھہرے ہوئے نہیں ہیں؟

راشد قریشی: جی انہوں نے ایک جگہ پکا مورچہ نہیں بنایا یہ گوریلا جنگ کا انداز ہے۔

جنگ: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ 1948 میں جب مجاہدین آئے تھے تو بھارت نے انہیں اسی زوجیلا پاس کے پہاڑوں پر روکا تھا اور اسے اندازہ تھا کہ اگر مجاہدین کو اس پاس پر نہ روکا جاتا تو وہ سرینگر تک چلے جاتے۔

راشد قریشی: 1948ء میں جب شمالی علاقوں کے مسلمان اور کشمیریوں کو پتہ چلا کہ مہاراجہ ہری سنگھ نے عوام کی مرضی کے خلاف بھارت کے ساتھ ملنے کی مبینہ بات کی کیونکہ اب تک یہ بات ابھی واضح نہیں ہوئی کہ مہاراجہ نے بھارت سے کوئی معاہدہ کیا بھی تھا کہ نہیں۔ بعض مبصرین یہ کہہ رہے ہیں کہ بھارت کا مہاراجہ آف کشمیر سے ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا کہ مقبوضہ کشمیر کو بھارت کے ساتھ ملا دیا جائے۔ بہرکیف جب اس بات کی خبر پاکستانیوں اور کشمیریوں کو ہوئی تو وہاں سے مجاہدین اور سابق فوجی سرینگر کی طرف چل پڑے وہ اس وقت زوجیلا پاس سے بھی کافی آگے نکل کر سرینگر کے بہت قریب پہنچ چکے تھے اس وقت بھارت نے ہوائی جہازوں پر لفٹ کر کے اپنے دو بریگیڈ اوانتی پور اور سرینگر اتارے۔ ان میں آرٹلری اور انفنٹری بھی تھی گولہ بارود بھی ان کے ساتھ تھا بعد ازاں انہیں بھارت دھکیلتا ہوا اس لائن تک لے آیا جہاں آج آزاد کشمیر شروع ہوتا ہے 1948 میں پاکستانی اصل پاکستانی فوج کی شکل میں تھی نہیں تقسیم پاکستان کے وقت ہر بٹالین میں سے ایک کمپنی نکال کر کہہ دیا گیا کہ یہ پاکستانی فوج ہے جس میں ہر طرح کے جوان شامل تھے جب قائداعظمؒ نے فوج کو ہدایت کی کہ آپ آگے بڑھیں اور دفاع کریں تو پھر فوج نے ان کے احکامات پر عمل درآمد میں 48 گھنٹے کی تاخیر کی پاکستانی فوج کے سربراہ نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو فون کر دیا کہ ہمیں تو آگے بڑھنے کی ہدایت ملی ہے آپ بتائیں کیا حکم ہے جس پر ماؤنٹ بیٹن نے پاکستانی فوج کے سربراہ کو ہدایت کی کہ آپ فیصلے پر عمل درآمد میں 48 گھنٹے کی تاخیر کر

دو۔ جو کہ فوراً بعد ماؤنٹ بیٹن نے فضائیہ کے ذریعے فوج سرینگر میں اتار دی اور اس سارے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اب لائن آف کنٹرول قائم ہونے کے بعد بھی جو علاقے ہمارے کنٹرول میں آئے ہیں اس کے ذریعے بھارت کا دراس سے کارگل تک کا علاقہ ہماری زد میں ہے بعض جگہوں پر کارگل دراس ہائی وے لائن آف کنٹرول سے صرف 5-6 کلو میٹر دور ہے اور یہ بہت نیچے ہے ہم آرام سے ہر گاڑی کی نقل و حمل آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔

جنگ: کیا بھارت دراس سے کارگل تک کوئی بائی پاس بھی نکال رہا ہے؟

راشد قریشی: اس نے ایک کوشش کی ہے مگر وہ بھی ہماری زد میں ہے جہاں سے وہ بائی پاس پر داخل ہوتے ہیں وہ ایریا ہماری زد میں ہے ایک اور سڑک منالی۔ لیہہ روڈ کہلاتی ہے یہ ایک ٹریک سا ہے جو پیچھے سے ہو کر جاتا ہے یہ ایک ٹریک سا ہے یہ 1718 ہزار فٹ کی اونچائی سے ہو کر گزرتی ہے اور اس کی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے۔

جنگ: یہ روڈ لمبی بھی کافی ہے۔

راشد قریشی: آپ کی بات درست ہے یہ راستہ بھارتی فوج کو بہت لمبا پڑتا ہے اور سال میں صرف 2 ماہ کھلتا ہے اس سال جب بھارت نے ہماری پوزیشنوں پر فائرنگ شروع کر دی اور ہمیں یہ بھی پتہ لگ چکا تھا کہ یہ لائن آف کنٹرول پر ہماری پوزیشنوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم نے بھی اپنی پوزیشن پہلے ہی سے مضبوط کر لی تھی۔ لہٰذا بھارتی حملے کے بعد ہم نے بھی آرٹلری سے جوابی کارروائی کی تو ان کا ایک ارب روپے کا گولہ بارود تباہ ہو گیا۔

جنگ: پاکستانی روپے یا بھارتی؟

راشد قریشی: بھارتی 100 کروڑ روپے بنتا ہے کہ اس وقت بھارت نے یہ فیصلہ کر

لیا تھا کہ جب تک اس پر ہندوستان قبضہ نہ کر لے اس وقت تک وہ اس علاقے میں محفوظ نہیں ہے باقی ہر جگہ اس کا لائن آف کنٹرول اور فوجی سپلائی ٹھیک ہے اس علاقے میں وہ ہماری زد میں ہے۔

جنگ: اسرائیل کی طرح اس نے بھی یہی جواز بنایا تھا کہ ہمارے ملک کی "ڈیپتھ" اتنی نہیں ہے جس کے باعث علاقے "غیر محفوظ" ہو سکتے ہیں چنانچہ یہ کہہ کر اس نے مختلف ممالک کی سرحدوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

راشد قریشی: بالکل بھارت بھی یہ کہتا ہے کہ وہ اپنا پیرامیٹر آف سکیورٹی بڑھانا چاہتا ہے اس نے پہلے بھی تین بار شملہ معاہدے کو بالکل رد کر دیا تھا جس کا بہانہ انہوں نے یہ بنایا کہ دراس اور کارگل میں مجاہدین آئے ہوئے ہیں جن کا صفایا کرنا چاہتے ہیں مجاہدین تو پچھلے 11 سال سے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کا مقابلہ کر رہے ہیں دراس اور کارگل میں بھی وہ مقابلہ کر رہے ہیں کچھ علاقوں میں مجاہدین حملہ کرنے کے بعد شہری آبادیوں میں گھل مل جاتے ہیں۔

جنگ: بھارتی فوج اس امر کا اعتراف کرتی ہے کہ مقامی ہونے کے باعث وہ شناخت بھی نہیں ہوتے۔

راشد قریشی: ایسا ہی ہے کچھ علاقوں میں ان کی یہ حکمت عملی ہے کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے پورا علاقہ ہولڈ کر لیتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں ایسا ڈوڈا میں بھی ہو چکا ہے جو سرینگر کے جنوب میں ایک اہم علاقہ ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ان پہاڑی علاقوں میں بھی کوئی حملہ کیا ہو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جن علاقوں میں مجاہدین نے حملہ کیا ہے ان علاقوں میں اب بھارتی فوج پورے علاقے کا صفایا کر دیتی ہے اس طرح علاقے کے سارے سویلین کا صفایا کر دیا اور عورتوں کی بے حرمتی کی ہے۔ تمام مکانات جلا دیئے جاتے ہیں ہفتہ دس دن قبل انہوں نے دو مجاہدین کو مارنے

کے لئے پورے دو دیہات کو جلا کر راکھ کر دیا ہے لگتا یہ ہے کہ اس بار مجاہدین نے سوچا کہ ان جگہوں پر کام کرو جہاں آبادی زیادہ نہ ہو اسی لئے انہوں نے دراس اور کارگل کے علاقے کا رخ کر لیا اس ضمن میں ہمیں اطلاعات غیر ملکی میڈیا سے ہی مل رہی ہیں۔

جنگ: اس طرح سے غالباً وہ عالمی ضمیر کو بھی جگانا چاہتے ہیں اور اپنے رشتے داروں کو بھی جگانا چاہتے ہیں۔

راشد قریشی: اسی طرح سے لگتا ہے اس مرتبہ بھارت نے بری فوج اور فضائیہ کو اس علاقے میں جھونک دیا ہے۔ اب ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ اس علاقے میں انہوں نے فوجی اجتماع 40 ہزار سے بھی زیادہ کر دیا ہے کہتے وہ یہی ہیں کہ ہم مجاہدین کو ختم کرنا چاہتے ہیں ساتھ ہی ہم نے یہ بھی دیکھا کہ لائن آف کنٹرول کے بالکل آمنے سامنے پاکستان اور بھارتی فوج ہے انہوں نے نہ صرف مجاہدین پر حملے کرنا شروع کر دیئے جبکہ لائن آف کنٹرول کے اندر پاکستانی فوج نے بھی حملے کرنا شروع کر دیئے اس وقت تک بھارتی فوج پاکستانی فوج پر 11 حملے کر چکی ہے یہ حملے لائن آف کنٹرول کے اندر کئے گئے ہیں جس میں ان کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے ہم نے ایک حملے میں ہلاک ہونے والوں کی لاشیں ان کے حوالے کر دی ہیں باقی علاقوں میں ان کی لاشیں بکھری پڑی ہیں کچھ لاشیں وہ اٹھا چکے ہیں باقی کی وہ لاشیں بھی نہیں اٹھا سکے۔ مجاہدین پر بھارتی فوج جو حملے کرتی ہے اب چونکہ لائن آف کنٹرول کے قریب ہی ہوتے ہیں اس لئے الزام دیتے ہیں کہ پاکستانی فوج ان کی مدد کرتی ہے جب وہ پاکستان کی سرحد کے اندر کم و بیش 8 سے 10 کلومیٹر تک گولہ باری کرتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب دینا پڑتا ہے ہم خود فائر شروع نہیں کرتے۔ مگر جب بھی ہمارے فوجیوں اور شہریوں پر گولہ باری ہوتی ہے تو اس کا جواب دینا پڑتا ہے کئی بار ایسا بھی ہوا کہ جب بھارتی فوج 100-200 سپاہی اکٹھے کر کے پہاڑیوں پر چڑھنے کی کوشش کرتی ہے تو ان کا توپخانہ

ہم پر فائرنگ کر دیتا ہے جواب میں جب ہم فائرنگ کرتے ہیں تو وہاں فوجیوں پر کرتے ہیں جو ہمیں نظر آ رہے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم مجاہدین پر حملہ کرنے جارہے ہیں مگر جب ہم پر گولہ باری ہوتی ہے تو ہمیں جواب تو دینا پڑتا ہے جس پر وہ کہتے ہیں کہ ہم مجاہدین کی مدد کر رہے ہیں ہمیں تو وہ 400-300 فوجیوں کا دستہ جارحانہ موڈ میں نظر آتا ہے پھر ہم پر گولہ باری بھی ہوتی ہے تو جلد اس جنگ میں ہمیں جواب تو دینا پڑتا ہے جس کے بعد وہ غیر ملکی پریس کے سامنے جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھیں ہم تو صرف مجاہدین پر حملہ کرنے جارہے تھے مگر پاکستان نے ہم پر فائر کر دیا ہے جوابی فائرنگ میں ان کے کافی سپاہی مارے جاتے ہیں ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ مجاہدین کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں کچھ پتہ نہیں ہے البتہ ہمیں اب یہ خبریں ملی ہیں کہ مجاہدین کسی پہاڑی علاقے میں جا کر ایک کیمپ لگاتے ہیں بھارتی فوج اس پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہوتی ہے مگر اس دوران وہ ہم پر بھی گولہ باری شروع کر دیتے ہیں جس پر جوابی فائرنگ ہم بھی کرتے ہیں جس میں وہ کافی بڑی تعداد میں مارے جاتے ہیں انہیں پہاڑیوں پر چڑھنے میں 4 سے 6 دن تک لگتے ہیں اسی عرصے میں مجاہدین بھی ان پر حملہ کرتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں جس کے بعد بھارت یہ اعلان کر دیتا ہے کہ ہم نے تولولنگ کی چوٹی پر قبضہ کر لیا ہے جبکہ یہ چوٹی مجاہدین خود ہی خالی کر کے چلے جاتے ہیں ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں کہ تولولنگ کدھر ہے۔ اس عرصے میں مجاہدین دوسری طرف جا کر کسی اور پہاڑی علاقے سے بھارتی فوج کے پیچھے سے حملہ آور ہو جاتے ہیں وہاں سے کہیں اور اونچی جگہ پر چلے جاتے ہیں بھارتی فوج اب اس جگہ کو ہدف بنا کر اس پر حملہ آور ہونے کی تیاری کرتی ہے اور 6-5 دن کی تیاری کے بعد جب اس چوٹی پر حملہ آور ہوتی ہے تو مجاہدین وہاں موجود ہی نہیں ہوتے جس پر بھارت کہتا ہے کہ ہم نے اس چوٹی پر قبضہ کر لیا ہے جبکہ مجاہدین ان

فوجیوں پر کسی اور اونچی جگہ سے فائر کرتے ہیں جس میں انہیں بہت مار پڑتی ہے اگرچہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم 200-150 مجاہدین ہلاک کر چکے ہیں کہ وہ اب تک ایک کی لاش بھی مغربی پریس کو نہیں دکھا سکتے۔

جنگ: اب تو وہ چار پانچ کہہ رہے ہیں۔

راشد قریشی: اب تو مغربی پریس ان سے یہ سوال کرنا شروع ہو گیا کہ آپ نے جن مجاہدین کو ہلاک کرنے کے دعوے کئے ہیں ان کی ڈیڈ باڈیز دکھائیں مگر اب تک وہ ایک ثبوت بھی نہیں پیش کر سکے جبکہ ہمارا اس لڑائی میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ہماری ایک چوٹی پر بھارت نے حملہ کیا تو ہم نے اسے پسپا کر دیا۔ پسپائی کے بعد ہم نے ایک گشتی پارٹی بھیجی یہ چیک کرنے کیلئے کہ بھارتی فوج پہاڑیوں سے نیچے اتری کہ نہیں۔ یہ گشتی پارٹی مس ہے۔ یہ 8 رکنی پارٹی یا تو شہید ہو چکی ہے یا پھر بھارت کی قید میں ہے ان کے پاس آلات بھی ہیں اور ہتھیار بھی تھے وہ رات کو دو اڑھائی بجے نکلے تھے مگر پھر رابطہ نہیں ہوا۔ بھارت نے بھی ان کی ہمیں کوئی اطلاع نہیں دی۔

جنگ: آپ یہ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ بھارت اس طرح عالمی قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے کیونکہ ہم نے جو بھارتی پائلٹ پکڑا یا ہلاک کیا اس کو بھارت کے سپرد کر دیا مگر بھارت ہمیں اس سے آگاہ نہیں کر رہا۔

راشد قریشی: یہ بات بھی ہو سکتی ہے بھارت تو اب کہتا ہے کہ وہ فوجی تھے ہم نے دفنا دیا ہے لیکن ہم ایسی باتوں پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ چھوڑ ٹیلہ پر بھارت نے لائن آف کنٹرول کے اندر حملہ کیا تھا جس میں تین آدمی شہید ہوئے تھے۔ بھارتی فوج انہیں ہمارے علاقے سے لے کر سرینگر چلی گئی اور پھر کہا کہ یہ فوجی بھارت کے علاقے میں تھے۔ دنیا کو یہ کہا گیا کہ یہ فوجی سات کلو میٹر بھارتی سرحد کے اندر تھے جو سراسر جھوٹ ہے۔ ان کے دو جہاز ہماری سرحد کے اندر 10 کلو میٹر تک آ کر فائرنگ کر رہے

تھے جنہیں جوابی حملے میں گرالیا گیا تھا جس پر بھارت نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ ایک طیارہ میں فنی خرابی ہو گئی تھی اس لئے وہ 12 کلو میٹر پاکستان کے اندر چلا گیا تھا جبکہ دوسرا طیارہ آدھے گھنٹے بعد پہلے طیارے کے پائلٹ کو ڈھونڈنے آرہا تھا یہ بات اتنی مضحکہ خیز ہے کہ دنیا اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ اس علاقے میں ہیلی کاپٹر سے کسی پائلٹ کو ڈھونڈا نہیں جا سکتا لہٰذا ایسے مگ طیارے سے جو ہزار کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کر رہا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ زمین پر کسی پائلٹ کو تلاش کیا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں جہاز بیک وقت فائرنگ کر رہے تھے ہم نے جو پائلٹ واپس کیا اس کے بارے میں پروپیگنڈہ کر دیا کہ پاکستان نے تشدد کیا ہے یہ بیوقوفی کی انتہا ہے اگر ہم نے مارنا ہی ہوتا تو واپس ہی کیوں کرتے۔ 6 فوجیوں کی جو لاشیں ہم نے نکال کر انہیں دی تھیں ان کے بارے میں بھارت نے یہ کہا کہ ان پر تشدد کیا گیا ہے حالانکہ یہ لاشیں بھارت خود نکال نہیں سکتا تھا ہم نے نکال کر دی ہیں اور عالمی کنونشن کی پاسداری کی ہے۔ بہت زیادہ نقصانات کے باعث فوجیوں اور شہریوں کے مورال بہت زیادہ ڈاؤن ہو چکا تھا عوام یہ سمجھتی تھی کہ ہماری فوج اور سول لیڈر شپ بہت مضبوط ہے مگر اس عرصے میں ان کے فوجی اور سیاسی فیصلے نقصان دہ ہی ثابت ہوئے ہیں پہلے انہوں نے میزائل بنائے تو ہم نے بھی ان سے بہتر میزائل بنائے۔ انہوں نے 5 ایٹمی دھماکے کئے ہم نے 6 دھماکے کر دیئے انہیں یقین ہی نہیں کہ پاکستان کے پاس اگنی کے مقابلے میں کوئی چیز ہے مگر ہمنے غوری چلا کر اسے برابر کر دیا۔ اب انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی کر کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیں مگر یہاں ان کے اتنے فوجی مارے جا رہے ہیں کہ اب ان کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کریں۔ مرنے والوں کی تعداد سے قوم کو آگاہ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں بھی تذبذب کا شکار ہیں۔ بھارت کے کم از کم 530 فوجی جوان اور افسر مارے جا چکے ہیں۔

جنگ: غیر ملکی میڈیا کا کہنا ہے کہ 800 مارے گئے ہیں۔

راشد قریشی: ہمارے پاس جو اعداد و شمار ہیں ان کے مطابق 950 فوجی زخمی ہوئے تھے جن میں کچھ شدید زخمی ہیں۔ سرینگر، اودھم پور لیہ اور کارگل کے ہسپتال زخمیوں سے بھر چکے ہیں۔ اب انہیں دہلی لے جایا جا رہا ہے ہمارے خیال میں 500 ہلاک اور 950 زخمی ہیں۔ اب ان کی حکمت عملی یہ ہے کہ اگر 100 فوجی ہلاک ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ 25 مر گئے ہیں 75 زخمی ہیں جن میں سے 50 زیادہ زخمی ہیں ہلاک ہونے والوں کی اصل تعداد سے اپنی قوم کو بھی آگاہ نہیں کر رہے۔ ہسپتالوں میں مرنے والوں کی تعداد سے وہ کسی کو آگاہ نہیں کر رہے۔ ہمیں ایسی بھی اطلاعات ملی ہیں وہ جب لاشیں ورثاء کے حوالے کی جاتی ہیں تو انہیں دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ موت کافی پہلے واقع ہو گئی تھی۔ مہینہ سوا مہینہ تک لاشوں کو چھپائے رکھتے ہیں اب تو ہمیں یہ لگ رہا ہے کہ وہ لاشیں اٹھاتے ہی نہیں رہے تاکہ پتہ ہی نہ چلے کہ مرنے والوں کی تعداد کیا ہے۔ اس کو وہ کبھی مسنگ کہہ دیتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ زخمی ہیں چنانچہ اپنی قوم کو متحد کرنے اور مورال کو بہتر بنانے کیلئے وہ بیان بازی کرتے رہتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ تولونگ پر قبضہ کر لیا ہے کبھی کہتے ہیں 5140 پر قبضہ کر لیا ہے ہم نے 5100 پر قبضہ کر لیا ہے اس طرح ہم اپنا علاقہ واپس لے کر پاکستانی فوج اور مجاہدین کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

جنگ: حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی علاقے یا چوٹی پر قبضہ برقرار ہی نہیں رکھ رہے اور پوزیشن تبدیل کرتے رہتے ہیں؟

راشد قریشی: اصل میں انہیں پوزیشن تبدیل کرتے رہنا چاہئے۔ بھارتی بیانات سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی پوزیشن تبدیل ہی کر لیتے ہیں۔

جنگ: مجاہدین اتنے زیادہ تو نہیں ہو سکتے کہ وہ 80 کلو میٹر لمبی پٹی پر ہر جگہ

مورچے بنا کر بیٹھے ہوں جہاں طیارے بمباری بھی کر رہے ہیں۔

راشد قریشی: 40ہزار فوج مجاہدین کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔

جنگ: آپ اس امر کا کیا جائزہ پیش کریں گے کہ اس علاقے میں مجاہدین کے پاس کون سے ہتھیار ہیں اور بھارتی فوج ان کے خلاف کیا کچھ میدان میں لے آئی ہے۔ یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ مجاہدین کے پاس سٹنگر میزائل ہیں مگر کیا یہ بات درست ہے؟

راشد قریشی: ہماری رپورٹوں کے مطابق مجاہدین کے پاس چھوٹے ہتھیار ہیں مشین گنیں اور کلاشنکوف وغیرہ ہوں گی۔ شائد کوئی ایک آدھ بھاری ہتھیار بھی ہوں ہمیں اس بارے میں ٹھوس اطلاع نہیں ہے۔

جنگ: عالمی میڈیا پر بھارت اب یہ پروپیگنڈہ کر رہا ہے کہ اس کی رائفلز چار سیکنڈ میں ایک گولی فائر کرتی ہے لیکن مجاہدین ایک برسٹ میں 20 گولیاں فائر کرتے ہیں پھر وہ کہتے ہیں بوفرز گنوں کی صلاحیت 50 فیصد رہ گئی ہے پھر وہ کہتے ہیں طیارے اس پہاڑی جنگ کے لئے مناسب نہیں ہیں۔

راشد قریشی: مجاہدین کے پاس زیادہ تر کلاشنکوفیں ہیں جو ہلکی بھی ہیں اور جن کا ریٹ آف فائر بھی زیادہ ہے یہ ہر جگہ موجود ہیں اور کہیں سے بھی آسانی سے مل سکتی ہیں روسی اور بھارتی فوج کے پاس بھی اس طرح کے ہتھیار موجود ہیں ہمارا اندازہ ہے کہ مجاہدین بھی یہی ہتھیار استعمال کر رہے ہیں جو انہیں بھارت کے اندر سے بھی آسانی سے میسر ہیں ہم نے سنا ہے کہ کچھ مشین گنیں ہیں ہیلی کاپٹر کس ہتھیار سے گرایا، اس کا ہمیں علم نہیں ہے بھارت تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجاہدین کے پاس سٹنگر میزائل ہیں جو وہ اس لئے کہتا ہے تاکہ الزام پاکستان پر عائد ہو۔ وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ جو ہتھیار افغان مجاہدین کے پاس تھے وہ اب کشمیری مجاہدین کے پاس ہیں اس سے کبھی وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ وہ افغان مجاہدین موجود ہیں اور کبھی یہ کہتا ہے کہ اسلامی انتہا پسند ہے۔

یہ کہنا چاہتا ہے کہ اسامہ بن لادن اپنا لشکر لے کر وہاں آیا ہے ان کی اس بات کو امریکہ نے بھی تسلیم نہیں کیا مجاہدین صرف ہلکے پھلکے ہتھیاروں کو لے کر چلتے ہیں چونکہ وہ مقامی باشندے ہیں اور علاقے سے پورے طور پر واقف ہیں لہٰذا ان کے لئے وہاں رہنا چلنا پھرنا اور حملہ کرنا آسان ہے بھارت زیادہ تر پنجاب کے علاقوں سے فوج کو یہاں لا رہا ہے جو غالباً اس علاقے میں ایڈجسٹ نہیں ہو پائی۔ ایک وجہ تو اونچائی ہے جس کی وجہ سے بیماریاں زیادہ ہو رہی ہیں اور دوسرے یہ کہ فوجی موسم کے مطابق اپنے آپ کو ایڈجسٹ نہیں کر سکتے اس لئے اموات زیادہ ہو رہی ہیں وہ چڑھتے بھی آہستہ آہستہ ہیں اس وقت تک مجاہدین وہاں سے کہیں اور چلے گئے ہوتے ہیں بھارت ان کا پیچھا کرنے میں ناکام رہا ہے اس لئے وہ انہیں طالبان اور باہر سے آئے ہوئے لوگ کہہ کر مغربی ممالک کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

جنگ: یہ بھی تو کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ بنیاد پرست تو خود بھارتیہ جنتا پارٹی کے لوگ ہیں۔

راشد قریشی: بھارت میں دیگر اقلیتوں کے خلاف بھی سرگرمیاں ہوتی رہی ہیں۔ آپریشن بلیو سٹار انہوں نے سکھوں کے خلاف کیا جس میں سکھوں کے خلاف کھل کر اختلاف رائے کیا گیا تھا۔

جنگ: مسیحیوں اور دیگر اقلیتوں کے خلاف مدراس، تامل ناڈو، گجرات سمیت دیگر ریاستوں میں بھی تو کارروائیاں ہو رہی ہیں؟

راشد قریشی: سننے میں آیا ہے کہ شمالی ریاستوں کے خلاف بھی اقدامات ہو رہے ہیں بھارت یہ ناجائز پروپیگنڈہ بھی کر رہا ہے کہ پاکستان کا ان ریاستوں کی بعض تنظیموں سے رابطہ ہے جو بالکل بے بنیاد اور غلط بات ہے۔

جنگ: ابھی پچھلے دنوں بھارتی حکومت نے یہ الزام عائد کیا تھا کہ انہوں نے

لاہور گجرات گوجرانوالہ اور کراچی سمیت کئی شہروں سے بھارت کو کئے جانے والے ٹیلی فون ٹیپ کر لئے گئے آپ کی رائے کیا ہے؟

راشد قریشی: بھارت نے ایسا الزام ہمارے سامنے نہیں کیا آپس میں ہی کہیں پریس کانفرنس کر دی ہو گی۔ ہم تک یہ الزامات نہیں پہنچے۔ بھارت اب تک اتنا ڈس کریڈٹ ہو چکا ہے کہ اب دنیا اس پر اعتبار نہیں کر رہی۔ ٹیلی فون پر کسی کی بھی بات بنانا کوئی مشکل بات نہیں ہے آج کل تو آپ کسی کی بھی جعلی ٹیپ تیار کروا سکتے ہیں ہم نے ایسی بات آج تک نہیں کی۔ بھارت ایسی باتیں کرتا رہتا ہے وہ ہر وقت ہماری ایجنسیوں پر الزامات لگاتا رہتا ہے۔

جنگ: کچھ لوگ تو ازراہ مذاق کہتے ہیں کہ اٹل بہاری واجپائی کو وزیراعظم بھی آئی ایس آئی نے بنوایا تھا یہ بات آپ نے سنی ہے؟

راشد قریشی: ہم نے بھی ایسی باتیں سنی ہیں بہر حال ایسی باتوں پر تبصرہ کرنا بھی وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

جنگ: لائن آف کنٹرول کی حفاظت کیلئے ہم نے انتظامات کر لئے ہیں؟ کیا وہ ہر اعتبار سے مکمل ہیں؟

راشد قریشی: انشاءاللہ لائن آف کنٹرول کی پوری طرح حفاظت کی جائے گی اب تک ہم ان کے 11 حملے تو ناکام بنا چکے ہیں اگر وہ اس سے دگنے حملے بھی کر لیں تو بھی ہم انہیں پسپا ہی کریں گے۔ ہمارے اقدامات ہر لحاظ سے مکمل ہوں گے۔ پاکستان اور شمالی علاقوں اور آزاد کشمیر کا کوئی علاقہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں ہماری سکیورٹی میں کوئی خامی ہو یا بھارت جہاں سے اندر داخل ہو سکے۔ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جنگ: فوج نے ایسی کوئی سٹڈی کی ہے کہ جن علاقوں میں ہم 1965ء یا 1971ء میں کمزور تھے ان کی حفاظت زیادہ موثر انداز میں کی جائے جیسا کہ کارگل

وغیرہ کے علاقوں میں ہم 1965ء اور اس کے بعد کی جنگوں میں ذرا کمزور تھے اب اس میدان میں سکیورٹی مزید بہتر بنانے کیلئے یقیناً اقدامات کئے گئے ہوں گے؟

راشد قریشی: ہمارے اقدامات اب بھارتی فوج پر واضح ہو چکے ہیں انہوں نے یہ بات محسوس کر لی ہے کہ 1965ء یا اس کے بعد ایک دو علاقوں میں انہوں نے اچانک رات کے اندھیرے میں حملے کر کے کچھ کامیابی حاصل کی جس کی وجہ یہ تھی کہ ہم وہاں اس وقت موجود ہی نہیں تھے۔ مگر اب وہ جہاں بھی کوشش کرتے ہیں ہمیں بہت مضبوط پاتے ہیں اس لئے ان کی توپیں گولہ باری کرنے کے بعد خاموش ہو جاتی ہیں ابھی ہم نے پاکستانی فضائیہ کو استعمال نہیں ہم نے ان کے دو جہاز ایک ہی دن میں مار گرائے ہم نے بار بار کہا ہے کہ اگر اب اس نے خلاف ورزی کی تو پھر اسے 27 مئی جیسے نقصانات اٹھانا ہوں گے اور پھر جنگ بڑھنے کا ذمہ دار بھی بھارت ہی ہو گا۔

جنگ: سنا ہے کہ اس علاقے میں بھارت کے 6 طیارے مجاہدین نے گرا لئے ہیں؟

راشد قریشی: سننے میں یہی آیا ہے 6 طیارے اور 5/6 ہیلی کاپٹر تباہ ہو گئے ہیں۔

جنگ: کہتے ہیں کہ بھارت کا 70 فیصد ہتھیار روسی طرز کے ہیں جو مغربی ٹیکنالوجی کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہمیں ہتھیاروں کے ضمن میں بھارت پر جو برتری حاصل ہے اس پر آپ تبصرہ کریں گے؟

راشد قریشی: بھارت کے پاس مگ طیارے بھی ہیں مگ 29 اچھا طیارہ ہے مگر اس کے مقاصد کچھ اور ہیں یہ گراؤنڈ اٹیک کیلئے نہیں ہے گراؤنڈ اٹیک کیلئے معراج 2000 اور جیگوار ہیں مگر پچھلے عرصے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ دونوں طیارے قابل ذکر کردار ادا نہیں کر سکتے۔

جنگ: فرانس سے ہمیں 8 میراج طیارے مل گئے ہیں مزید 32 طیارے جلدی لینے کیلئے ہم کوئی دباؤ فرانس پر ڈال رہے ہیں کیونکہ 40 میراج طیاروں کی فراہمی کی

مدت شروع ہو چکی ہے؟

راشد قریشی: یہ میراج تھری اور فائیو کے اپ گریڈڈ طیارے ہیں جوں جوں یہ تیار ہوں گے ہمیں ملتے جائیں گے ان کے ملنے کے شیڈول کا نہیں پتہ مگر جلد مل جائیں گے۔

جنگ: مگ 27 کو گرانے کے بعد بھارت کے طیارے نہیں گرائے گئے جس کے بعد بھارت نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ ہم یہ طیارے گرا ہی نہیں سکتے کیا ایسا ہی ہے؟

راشد قریشی: ایسا قطعی نہیں ہے 27 مئی کے بعد بھارت کی فضائیہ نے فضائی حدود کی خلاف ورزی نہیں کی پہلے انہوں نے پاکستانی پوزیشنوں پر بمباری کی تھی اب ایسا نہیں کر رہے اب وہ کنٹرول لائن کے ساتھ ساتھ آتے ہیں اپنی سرحد کے اندر رہتے ہیں اور وہ انہی راستوں کے ساتھ مجاہدین پر بمباری کرتے ہیں وہ کسی جگہ پر لائن کے اندر چند سیکنڈوں کے لئے داخل ہوتے ہیں مگر اب ہم نے انہیں دو طرح کی وارننگ دی ہیں اول یہ کہ اگر طیارہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی ہماری حدود میں داخل ہوا تو گرا لیا جائے گا دوم یہ کہ اگر انہوں نے کوئی بم کنٹرول لائن کی اس طرف گرایا لیکن وہ ہماری سائیڈ پر پاکستان کے اندر یا آزاد کشمیر کی سرحد کے اندر گرا تو ہم طیارے پر فائر کر دیں گے اور ہم دفاعی اقدامات کرنے کیلئے تیار ہیں۔

جنگ: ہم ان کے تمام طیاروں کو گراؤنڈ فائر سے گرا سکتے ہیں۔

راشد قریشی: اب اگر انہوں نے ہماری حدود کی خلاف ورزی کی تو ہم آپ کو ایسا کر کے دکھائیں گے۔

جنگ: وہ کہتے ہیں کہ ہم میراج طیاروں کے ذریعے سے پاکستان کا ریڈار سسٹم جام کر دیتے ہیں؟

راشد قریشی: یہ ان کی خوش فہمی ہے یہ میراج 2000 کی صلاحیت ہی نہیں ہے

بھارت کے پاس اتنی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ ہمارے ریڈاروں کو جام کر سکے۔

جنگ: بعض مبصرین کہتے ہیں کہ انہوں نے فروری اور مارچ میں 15 اور 16 ویں بریگیڈ کے کمانڈروں کو تبدیل کر دیا اور اس وقت انہوں نے پاکستان کے ساتھ محدود جنگ کی ریہرسل بھی کی تھی کیا آپ کے علم میں ہے؟

راشد قریشی: یہ اطلاع تو ہمارے پاس تھی کہ وہ کسی بڑے آپریشن کی تیاری کر رہے تھے جس کیلئے خریداری بھی کی تھی، کمانڈروں کی خاص وجہ سے تبدیلی کی باتوں کا جائزہ لے رہے ہیں۔

جنگ: اب یہ سڑک کب تک بند رہے گی؟ اب پوزیشن کیا ہے؟

راشد قریشی: ہم لائن آف کنٹرول پر اپنی سرحدوں کے اندر بیٹھ کر سڑک پر ہر طرح کی نقل و حرکت دیکھ رہے ہیں اور ہماری زد میں ہے، مجاہدین اس پر کب تک قبضہ رکھتے ہیں اس کے بارے میں وہی کچھ کر سکتے ہیں مگر انہوں نے گولہ باری کر کے اس سڑک کو نقصان پہنچایا ہے۔

جنگ: بھارت نے ہمارے خلاف جو کیمیاوی ہتھیار استعمال کئے ہیں اس پر متعلقہ اداروں نے کیا نوٹس لیا ہے؟

راشد قریشی: ہم نے بھارتی آرٹلری کے گولوں کو اہم تجزیئے کیلئے انہیں تجربہ گاہوں میں بھیجا تھا جس میں ہمیں کچھ ٹریسز کیمیاوی ہتھیاروں کے ملے تھے لیکن یہ اجزاء بہت جلدی ختم ہو جاتے ہیں جب تک ہم اس کا عالمی سطح پر تجزیہ نہ کروائیں اس وقت تک اسے عالمی سطح پر تسلیم نہیں کیا جاتا تاہم بھارت نے دوبارہ کیمیاوی ہتھیار نہیں چلائے ہم وہ تجزیئے کیلئے اقوام متحدہ کو نہیں بھجوا سکے۔

جنگ: اب ایسے انتظامات کر لئے گئے ہیں کہ اگر آئندہ ایسے ہتھیار چلائے جائیں تو ہم اس کا فوری طور پر کیمیاوی تجربہ کروا سکیں اور اقوام متحدہ کو بھجوا سکیں۔

راشد قریشی: جی ہاں! اس کے انتظامات کر لئے گئے ہیں۔

جنگ: ایک طرف کارگل پر مجاہدین بھی ہیں، کنٹرول لائن کے اندر ہم ہیں۔ اب یہ سڑک کتنے عرصے تک بند رہے گی؟

راشد قریشی: مجاہدین کی حکمت عملی کیا ہو گی؟ اس بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجاہدین اس سڑک کو فزیکلی نہیں کاٹتے یعنی اس سڑک پر اپنا قبضہ قائم نہیں کرتے۔ ہماری معلومات کے مطابق وہ حملے کر کے غائب ہو جاتے ہیں یہ بات نہیں ہے کہ اس سڑک پر کوئی بلاک لگ گیا ہے اور ٹریفک بند ہو گئی ہے میرا خیال ہے کہ رات کے اندھیرے میں بھارت کارگل دراس روڈ پر ٹریفک چلاتا ہو گا لیکن اگر بھاری آرٹلری فائر شروع ہو جائے جیسا کہ کافی عرصے سے ہو رہا ہے تو پھر ٹریفک کا چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

جنگ: یہ سڑک مزید کتنا عرصہ بند رہے گی؟

راشد قریشی: اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا عام طور پر مئی میں زوجیلا پاس کھلتا ہے اس وقت سے اکتوبر نومبر میں بند ہو جاتا ہے۔

جنگ: بھارت کہتا ہے کہ مجاہدین کو دراس اور کارگل میں گھیرے میں لے لیا گیا ہے اور وہ جلد ہی مر جائیں گے؟

راشد قریشی: اس بارے میں مجاہدین ہی کچھ بتا سکتے ہیں ہمیں کوئی علم نہیں۔

جنگ: حمید گل نے کوئٹہ میں خطاب کیا ہے کہ بھارت چھمب یا ایسی دو تین جگہوں پر حملہ کر سکتا ہے؟

راشد قریشی: ہم نے انہی نازک جگہوں پر سارے انتظامات کر لئے ہیں ہمیں اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جنگ: بعض تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ ہمارا لاہور بھارت کی آرٹلری کی زد میں ہے

جبکہ بھارت کا کوئی اہم شہر ہماری آرٹلری کی زد میں نہیں ہے آپ کا تبصرہ؟

راشد قریشی: لاہور سرحد کے قریب تو ہے اور بھی بعض شہر جیسا کہ سیالکوٹ، جموں بارڈر کے قریب ہیں مگر اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے ہم نے مکمل انتظامات کر لئے ہیں۔

جنگ: بھارتی بحریہ کی طرف سے ہمارے ساحلی علاقوں کی ناکہ بندی کی افواہیں چل رہی ہیں؟

راشد قریشی: ہماری ناکہ بندی کرنا اتنا آسان نہیں ہے ناکہ بندی کا مطلب یہ ہوا کہ جنگ چھیڑ دی گئی ہے اس کو ایکٹ آف وار کہتے ہیں اگر آپ کسی ملک کے کسی ساحل کو بند کریں تو اسے جنگ سمجھ لیا جاتا ہے۔

جنگ: 1971ء میں......

راشد قریشی: 1971ء کا ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس وقت ہم اس سے کہیں بہتر پوزیشن میں ہیں یہ 1971ء نہیں 1999ء ہے۔

جنگ: اگر ہمارے خلاف اب کیمیاوی ہتھیار کئے تو پھر ہم کیمیاوی ہتھیار کے معاہدے پر عملدرآمد کے پابند رہیں گے؟

راشد قریشی: دنیا ان ہتھیاروں پر بڑی سنجیدگی سے پابندی لگانا چاہتی ہے اب ان کا استعمال آسان نہیں ہے آئے دن غیر ملکی میڈیا اور لوگ پوچھتے ہیں کہ دوبارہ تو استعمال نہیں کئے گئے؟ یا اس کا کوئی اور ثبوت ملا ہے دنیا اب ان کا استعمال برداشت ہی نہیں کرے گی۔

مشترکہ اعلامیہ 1999ء

☆...... صدر کلنٹن اور وزیراعظم نواز شریف نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ کشمیر کے کارگل ریجن میں حالیہ لڑائی خطرناک ہے اور اس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جنگ ہو سکتی ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ جنوبی ایشیا میں امن کیلئے ضروری ہے کہ فریقین 1972ء کے شملہ معاہدے کے مطابق لائن آف کنٹرول کا احترام کریں۔

☆...... صدر اور وزیراعظم نے اس امر پر اتفاق رائے کا اظہار کیا کہ شملہ معاہدے کے مطابق لائن آف کنٹرول کی بحالی کیلئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں گے۔ صدر نے اس بات پر زور دیا کہ ان اقدامات کے بعد ایک دوسرے کے خلاف جارحیت فوری طور پر بند کردی جائے۔

☆...... وزیراعظم اور صدر نے اس امر پر اتفاق کیا کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان موجود تمام تنازعات طے کرنے کیلئے فروری میں لاہور میں شروع ہونے والے دوطرفہ مذاکرات بہترین فورم ہیں۔ صدر نے کہا کہ لائن آف کنٹرول کی بحالی کے بعد وہ ان دوطرفہ کوششوں کی حوصلہ افزائی اور اس عمل کو تیز کرنے میں ذاتی دلچسپی لیں گے۔

☆...... صدر نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ جنوبی ایشیا کا جلد دورہ کریں گے۔

معاہدہ شملہ 1972ء

بھارت اور پاکستان کے درمیان دوطرفہ تعلقات کے ضمن میں وزیراعظم مسز اندرا گاندھی اور صدر پاکستان مسٹر زیڈ، اے بھٹو نے شملہ میں 3 جولائی 1972ء کو معاہدہ شملہ پر دستخط کئے۔

بھارتی حکومت اور حکومت پاکستان نے طے کیا ہے کہ دونوں ممالک چپقلش اور باہمی تصادم کو ختم کر دیں گے۔ جن کی وجہ سے ان کے تعلقات خراب ہوئے ہیں اور دونوں دوستانہ اور خوشگوار تعلقات کے فروغ اور برصغیر میں دیرپا امن کے قیام کیلئے کام کریں گے، تاکہ دونوں ممالک اپنے وسائل اور توانائیاں اپنے عوام کی فلاح و بہبود کے ضروری کام پر صرف کر سکیں۔

اس مقصد کیلئے بھارت کی حکومت اور پاکستان کی حکومت نے مندرجہ ذیل معاہدے پر اتفاق کیا۔

(1) یہ کہ دونوں ممالک اقوام متحدہ کے چارٹر میں دیئے گئے اصولوں اور مقاصد کو اپنے تعلقات کی بنیاد بنائیں گے۔

(2) یہ کہ دونوں ممالک نے طے کیا ہے کہ وہ اپنے اختلافات دوطرفہ مذاکرات کے ذریعے پرامن طریقے سے حل کریں گے یا کسی بھی دیگر پرامن طریقے سے جس پر ان کی باہمی رضامندی ہو۔ دونوں ممالک کے درمیان کسی بھی مسئلے کے حتمی حل تک کوئی بھی فریق یک طرفہ طور پر صورتحال میں ردوبدل نہیں کرے گا اور دونوں فریق پرامن اور خوشگوار تعلقات کے تسلسل کے منافی کسی بھی کارروائی کے عمل،

امداد اور اس کی حوصلہ افزائی کو روکیں گے۔

(3) یہ کہ دونوں اپنے درمیان مصالحت، اچھی ہمسائیگی اور دیرپا امن قائم رکھنے کے پابند ہیں اور پرامن بقائے باہمی کیلئے ایک دوسرے کی علاقائی سالمیت اور خود مختاری اور مساوات اور باہمی مفاد کی بنیاد پر ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔

(4) یہ کہ بنیادی مسائل اور تنازع کی وجوہات، جن کی وجہ سے دونوں ممالک کے تعلقات گزشتہ 25 برسوں سے خراب ہیں، پرامن طریقے سے طے کئے جائیں گے۔

(5) یہ کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے قومی اتحاد، علاقائی سالمیت، سیاسی خود مختاری اور اقتدار کا احترام کریں گے۔

(6) یہ کہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق وہ ایک دوسرے کی علاقائی سالمیت یا سیاسی خود مختاری کیخلاف دھمکیوں یا طاقت کے استعمال سے اجتناب کریں گے۔

دونوں حکومتیں اپنے اختیارات کے مطابق ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ پراپیگنڈہ روکنے کیلئے ہر قسم کے اقدامات کریں گے۔ دونوں ممالک ان معلومات کی نشر و اشاعت کی حوصلہ افزائی کریں گے، جن کے ذریعے دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کو فروغ مل سکے۔

دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کی بتدریج بحالی کیلئے فیصلہ کیا گیا کہ:۔

(1) بارڈر پوسٹوں اور طیاروں کی اوور فلائیٹس سمیت فضائی رابطوں کے علاوہ مواصلات، ڈاک، ٹیلیفون، ٹیلی گراف کی بحالی کے اقدامات کئے جائیں گے۔

(2) دوسرے ملک کے شہریوں کو بہتر سفری سہولتیں دینے کیلئے مناسب اقدامات کئے جائیں گے۔

(3) تجارت اور اقتصادی اور دوسرے طے شدہ شعبوں میں تعاون جلد از جلد بحال کیا جائے گا۔

(4) سائنس اور ثقافت کے شعبوں میں معلومات کے تبادلے کو فروغ دیا جائے گا۔

اس ضمن میں ضروری تفصیلات طے کرنے کیلئے دونوں ممالک کے وفود وقتاً فوقتاً ملاقات کریں گے۔

دیرپا امن کے قیام کا طریقہ کار شروع کرنے کیلئے دونوں حکومتوں نے اتفاق کیا کہ:۔

(1) بھارتی اور پاکستانی فوجیں بین الاقوامی سرحد پر اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلی جائیں گی۔

(2) جموں اور کشمیر میں 17 دسمبر 1971ء کو سیز فائر کے نتیجے میں وجود میں آنے والی لائن آف کنٹرول کا دونوں ممالک کسی بھی فریق کی تسلیم شدہ پوزیشن کا خیال کئے بغیر احترام کریں گے۔ کوئی بھی فریق باہمی اختلافات اور قانونی تاویل کے باوجود اسے یک طرفہ طور پر تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ دونوں فریق مزید وعدہ کرتے ہیں۔ اس سرحد کی خلاف ورزی کیلئے دھمکیوں اور طاقت کے استعمال سے گریز کریں گے۔

(3) فوجوں کی واپسی اس معاہدے پر عملدر آمد ہونے سے شروع ہو گی اور 30 روز کے اندر مکمل ہو جائے گی۔

یہ معاہدہ دونوں ممالک کے اپنے اپنے آئین کے طریق کار کے مطابق توثیق کے بعد عمل میں آئے گا اور اس پر عملدر آمد اس تاریخ سے شروع ہو گا، جب توثیق کی دستاویزات کا تبادلہ ہو گا۔

دونوں حکومتوں نے وعدہ کیا ہے کہ ان کے سربراہ آئندہ باہمی طے شدہ مناسب وقت پر دوبارہ ملاقات کریں گے اور یہ کہ اس اثناء میں دونوں فریقوں کے نمائندے دیرپا امن اور تعلقات کی بحالی کے ضمن میں مزید انتظامات پر بات کرنے کیلئے گفتگو کریں گے، جس میں جنگی اور سول قیدیوں کی واپسی، جموں اور کشمیر کا حتمی تصفیہ اور سفارتی تعلقات کی بحالی کے سوالات بھی شامل ہیں۔

اعلان لاہور 1999ء

جمہوریہ بھارت اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزرائے اعظم دونوں ملکوں کے درمیان امن واستحکام اور اپنے عوام کی ترقی اور خوشحالی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات پر متفق ہوئے ہیں کہ دیرپا امن اور خوشگوار تعلقات کے فروغ اور دوستانہ روابط دونوں ملکو کے عوام کے مفادات کیلئے سود مند ہوں گے جس سے وہ اپنی توانائیوں کو بہتر مستقبل کیلئے استعمال کر سکیں گے۔

انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ دونوں ملکوں کی سلامتی میں نیوکلیئر نقطہ نظر کے لحاظ سے دونوں کے درمیان تصادم کو روکنے کیلئے ان کی ذمہ داری میں اضافہ ہو گیا ہے۔

دونوں ممالک اقوام متحدہ کے چارٹر کے اصولوں اور مقاصد اور بین الاقوامی طور پر تسلیم کیے گیے پرامن بقائے باہمی کے اصولوں کے پابند ہیں۔ دونوں ملکوں کی طرف سے شملہ معاہدے پر اسکے سیاق وسباق کے مطابق عملدرآمد کے عزم کا اعادہ کیا گیا۔ بین الاقوامی طور پر نیوکلیئر ہتھیاروں پر بندش اور عدم پھیلاؤ پر متفق ہیں۔ باہمی اعتماد کے ذریعے سلامتی کی فضا کو بہتر بنانے کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

اپنے 23 ستمبر 1998ء کے سمجھوتے کو دہراتے ہوئے کہ امن اور سلامتی کی فضا دونوں فریقوں کے قومی مفاد کیلئے سود مند ہے اور اس مقصد کیلئے جموں اور کشمیر سمیت تمام مسائل کا حل ضروری ہے، دونوں نے اتفاق کیا ہے کہ ان کی حکومتیں جموں اور کشمیر سمیت تمام مسائل کے حل کیلئے کوششیں تیز کردیں گی، ایک دوسرے

کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور دست اندازی سے احتراز کریں گے، مربوط مذاکرات کا طریقہ کار بھی تیز کردیں گی تاکہ دونوں اطراف کے متفقہ ایجنڈے کے جلد اور مثبت نتائج برآمد ہو سکیں۔ نیوکلیئر ہتھیاروں کے اتفاقیہ اور بلا اجازت استعمال کے خطرے کو کم کرنے کیلئے فوری اقدامات کریں گی اور نیوکلیئر اور روایتی ہتھیاروں کے ضمن میں اعتماد پیدا کرنے کیلئے مفصل اقدامات پر عملدرآمد پر اصول اور نظریات پر بات کریں گی تاکہ کسی قسم کے تصادم کو روکا جاسکے۔

سارک کے مقاصد اور اہداف کے متعلق وعدوں کی پابند رہے گی اور سال 2000ء اور اس کے بعد سارک کے کردار کے تناظر میں اپنی کوششیں مربوط بنائیں گی تاکہ جنوبی ایشیا کی اقوام کی بہبود کو فروغ مل سکے اور تیز رفتار اقتصادی، سماجی اور ثقافتی ترقی کے ذریعے معیار زندگی بہتر بنائیں گی۔

ہر قسم کی دہشت گردی کی مذمت کریں گی اور اس گھناؤنے جرم کے خاتمے کے عزم کا اعادہ کریں گی۔ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو تحفظ دیں گی اور انہیں فروغ دیں گی۔

21 فروری 1999ء کو لاہور میں دستخط کیے گئے۔

اٹل بہاری واجپائی
وزیراعظم جمہوریہ بھارت،

محمد نواز شریف
وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان

○

بھارت اور پاکستان کے خارجہ امور کے سیکرٹریوں نے اپنی حکومتوں کی طرف سے اقوام متحدہ کے چارٹر کے اصولوں اور مقاصد کی مسلسل پابندی کی تصدیق، دونوں ملکوں کی طرف سے شملہ معاہدے پر اس کے سیاق وسباق کے مطابق عملدرآمد کے

عزم کا اعادہ کرتے ہوئے کہا:

اپنے وزرائے اعظم کے 23 ستمبر 1998ء کے معاہدے کی رہنمائی میں امن اور سلامتی کی فضا دونوں فریقوں کے بہترین مفاد میں ہے اور یہ کہ جموں اور کشمیر سمیت تمام مسائل کا حل اس مقصد کیلئے ضروری ہے۔

اپنے وزرائے اعظم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کہا کہ دونوں ملکوں کے درمیان امن اور سلامتی کی مستحکم فضا کے فروغ کیلئے اقدامات اختیار کئے جائیں۔

آج کے روز مندرجہ ذیل نکات پر متفق ہوگئے۔

دونوں فریق سلامتی کے اقدامات اور نیوکلیئر نظریات کے متعلق دو طرفہ مذاکرات کریں گے تاکہ نیوکلیئر اور روایتی ہتھیاروں کے ضمن میں اعتماد پیدا کرنے کیلئے اقدامات کئے جائیں جن کا مقصد تصادم کو روکنا ہو۔

دونوں فریق مکمل طور پر پابند ہیں کہ اپنے پاس رکھے گئے نیوکلیئر ہتھیاروں کے اتفاقیہ یا بلا اجازت استعمال کے خطرے کو کم کیا جائے۔ دونوں فریق یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی اتفاقیہ، بلا اجازت یا ناقابل توجیہ واقعہ کے متعلق ایک دوسرے کو فوری طور پر اطلاع کریں گے جس سے فال آؤٹ کا خطرہ پیدا ہو جائے اور جس کے دونوں فریقوں پر برے اثرات ہوں یا دونوں ملکوں کے درمیان ایٹمی جنگ کے چھڑنے، اس کے علاوہ اس قسم کی کارروائیوں کے خاتمے کیلئے اقدامات اختیار کرنا یا ایسے واقعات جس کو دوسرا فریقہ غلط طور پر بیان کر رہا ہو کے متعلق بھی ایک دوسرے کو فوری اطلاع کریں گے۔ اس مقصد کیلئے دونوں فریق اطلاعات فراہم کرنے کے مناسب نظام عمل میں لائیں گے۔

دونوں فریق مزید نیوکلیئر دھماکے کرنے سے متعلق یکطرفہ پابندی برقرار رکھیں گے تاوقتیکہ دوسرا فریق اپنی قومی سالمیت کے پیش نظر فیصلہ کرلے کہ غیر معمولی

واقعات کی وجہ سے اس کے انتہائی اہم مفادات کو خطرہ ہے۔

دونوں فریق سمندر میں واقعات روکنے کا معاہدہ کریں گے تاکہ سمندری جہازوں اور دونوں فریقوں کے طیاروں کے سفر کی سلامتی کو یقینی بنایا جاسکے۔

دونوں فریق اعتماد قائم رکھنے کے موجودہ اقدامات پر عملدرآمد کا اکثر جائزہ لیتے رہیں گے اور جہاں ضروری ہوگا مناسب مشاورتی نظام قائم کئے جائیں گے تاکہ ان اقدامات پر موثر عملدرآمد کو یقینی بنایا جاسکے۔

دونوں فریق سلامتی ہتھیاروں میں کمی اور عدم پھیلاؤ جیسے مسائل پر بین الاقوامی طور پر مذاکرات کے سیاق وسباق کے مطابق دو طرفہ مذاکرات کریں گے۔

جب ضرورت محسوس ہوگی، مندرجہ بالا اقدامات کی تکنیکی تفصیلات دونوں فریقوں کے ماہرین 1999ء کے وسط سے پہلے باہمی طور پر مقرر کی گئی تاریخوں پر اجلاسوں میں طے کریں گے تاکہ دوطرفہ معاہدے عمل میں لائے جاسکیں۔

یہ لاہور میں 21 فروری 1999ء کو بھارت کے وزیراعظم مسٹر اٹل بہاری واجپائی اور پاکستان کے وزیراعظم مسٹر محمد نواز شریف کی موجودگی میں طے کیا گیا۔

اس کتاب کی تیاری میں درج ذیل اخبارات اور رسائل سے مدد لی گئی ہے۔ جس پر مصنف شکر گذار ہے۔

روزنامہ نوائے وقت

روزنامہ جنگ

روزنامہ پاکستان

روزنامہ خبریں

روزنامہ ڈان

روزنامہ نیوز

روزنامہ نیشن

ہفت روزہ ٹائم امریکہ

ہفت روزہ انڈیا ٹوڈے

ہفت روزہ آؤٹ لک انڈیا

پندرہ روزہ جہاد کشمیر

ماہنامہ شہادت